Borrower's No.	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date

Borrower's No	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date

سلسلۂ آصفیہ

فیہ ما فیہ

یعنی

ملفوظاتِ مولانا جلال الدین رومی

بہ اضافۂ مقدمہ، وحواشی، وتذکرہ، وتبصرہ،

مرتبۂ

عبد الماجد

باہتمام مولوی مسعود علی ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ طبع گردید

فہرست عنوانات

۱	دیباچہ	۱ - ۷
۲	تذکرۂ صاحب ملفوظات	۹ — ۳۱
۳	تبصرہ بر ملفوظات	۳۲ - ۴۲
۴	فیہ ما فیہ	۱ - ۲۴۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچۂ مرتب

بیسوین صدی عیسوی مین کسی کتاب کا آغاز حمد و نعت سے کرنا، تصنیف اور مصنف دونون کو ہدفِ مضحکہ بنانا ہے، زمانۂ حال کی روشنخیالی یہ ہے کہ اپنے ہی جیسے محدود علم و ناقص عقل رکھنے والے انسانون کا جتنا شکریہ بھی ادا کیا جائے، ان کی امداد کا جس قدر بھی اعتراف کیا جائے، انکی محنت و کاوش کے جتنے ہی حوالہ دیئے جائین، سب جائز و درست، بلکہ بہتر و مستحسن، لیکن علیم مطلق، عالمِ کل، خالقِ علم و عقل کے لطف و نوازش، کرم و احسان کا نام بھی زبان پر لانا تہذیب کے خلاف، مصنفین کے فیشن کے خلاف، دابِ تصنیف کے خلاف!

لیکن مین اس دستورِ عام کے خلاف، اللہ کا شکر ادا کرنے پر مجبور ہون، نہ اس لیے کہ مین کوئی شکر گذار بندہ ہون، بلکہ اس لئے کہ جس کتاب کے شائع کرنے کی سعادت مجھے حاصل ہو رہی ہے، اس کا میرے ہاتھون شائع ہونا تمامتر احسانِ خداوندی مین ہے، اس مین نہ میری کسی کاوش کو دخل، نہ کسی دوسرے مصنف کی امداد شامل، آج سے آٹھ سال قبل کا ذکر ہے کہ ریاست رامپور کے سرکاری کتبخانہ مین بیٹھا ہوا مختلف کتابین الٹ پلٹ رہا تھا کہ اسی الٹ پلٹ مین اتفاق سے فارسی کی ایک بوسیدہ و کرم خوردہ کتاب پر نظر پڑ گئی، نام دیکھا تو فیہ ما فیہ! دیر تک تو اس کا یقین ہی نہ آیا کہ یہ وہی کتاب ہوگی، جو حضرت مولانا ے رومؒ کی جانب

منسوب ہے اول کہتا رہا کہ یہ شاید اسی نام کی کوئی دوسری کتاب ہو گی، رفتہ رفتہ شک یقین

مین تبدیل ہوتا گیا، اور جب یقین آگیا، کہ یہ وہی حضرت مولاناؒ کی شہرۂ آفاق و نایاب کتاب ہے،

تو اس وقت کی مسرتِ قلب کا اندازہ کون کر سکتا ہے، ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

جس اونچے دربار سے ہر لحظہ اور ہر گھڑی، بلا طلب و بلا استحقاق، بے شمار انعامات کی بارش ہوتی رہتی ہے اس نے

اگر ایک تباہ کار اور نامہ سیاہ کے ہاتھون یہ کام انجام دلانا چاہا، تو اس پر حیرت کیون کی جائے!

پاک ہے، وہ ذات، اور ہر حمد کے قابل ہے وہ ذات پاک، جس نے

انسان کو ابدی مسرت اور سرمدی راحت کی راہ پر چلنے کے لئے عقل جیسی نعمت،

اور عقل سے کہین بڑھ چڑھکر، وحی جیسی نعمت عطا فرمائی، اور سلسلۂ وحی کی نعمت کی تکمیل اور انتہا

عرب کے اس امی پہ کی، جس نے عرب و عجم، مشرقی مغربی، گورے اور کالے، بدوی و حضری، وحشی

و شہری، سب کو راہِ ہدایت دکھائی، اور جس نے ہر قوم، ہر ملک، ہر زمانہ کے لئے سچی عقل و دانش،

سچے علم و حکمت، سچی روحانیت، و نورانیت کے دروازہ کھول دیئے،

اسی نامور آقا (صلعم) کے ایک نامور خادم حضرت جلال الدین بلخی معروف بہ مولانائے

رومیؒ گذرے ہین، جنکی مثنوی معنوی کا شمار دنیا کی مشہور ترین کتابون مین ہے، مولاناؒ کی جانب

ایک اور کتاب بھی فیہ مافیہ کے نام سے منسوب تھی، لیکن اب تک اس کا صرف نام ہی نام

آتا تھا، اصل کتاب گویا ناپید تھی، رسالۂ سپہ سالار مین جو مولاناؒ کے حالات و سوانح مین سب سے

زیادہ قدیم و مستند کتاب ہے، صرف ایک مقام پر ضمناً فیہ مافیہ کا نام آگیا ہے، (صفحہ ۳۴ رسالہ سپہ سالار

مطبوعۂ کانپور) اور کسی قسم کا ذکر مطلق نہین، مولانا شبلی مرحوم نے اپنی سوانحِ مولانا رومؒ مین مولانا

کی تصنیفات کے زیرِ عنوان حسب ذیل عبارت لکھی:-

"فیہ مافیہ یہ ان خطوط کا مجموعہ ہے، جو مولانا نے وقتاً فوقتاً معین الدین پروانہ کے

کے نام لکھے، یہ کتاب بالکل نایاب ہے، اسپہ سالار نے اپنے رسالہ مین ضمناً اس کا تذکرہ کیا ہے،، (صفحہ ۲ مطبوعۂ کانپور)

مولانا شبلی غریب تو اسی ہندوستان کے بسنے والے تھے، اہلِ فرنگ کے ذرائع و وسائلِ تحقیق وتلاش انھین کہان نصیب تھے، لیکن خود پروفیسر نکلسن بھی اس سے زائد کچھ نہ لکھ سکے کہ

،، جلال الدین نثر کے بھی ایک رسالہ کے مصنف ہین، جس کا نام فیہ ما فیہ ہے جو تین ہزار ابیات پر شامل ہے، اور جس مین زیادہ تر معین الدین پروانہ رومی سے خطاب ہے، اس رسالہ کے قلمی نسخہ نایاب ہین،، (مقدمۂ انتخاب دیوان شمس تبریز، انگریزی صفحہ ۱۷ مطبوعۂ کیمبرج)

اسے اگر اللہ کا محض فضل و احسان نہ کہئے تو اور کیا کہئے، کہ جو شے مشرق و مغرب کے زبردست فاضلون کی نظر سے مخفی رہی تھی، اس پر میری نظر بلا جستجو و تلاش پڑ گئی، رامپور کے کتبخانہ مین اس نسخہ کے نظر آجانے کے بعد مین نے اس کی نقل حاصل کرنے کی درخواست پیش کر دی، اور مین شکر گذار ہون حافظ احمد علی خان صاحب شوق مہتمم کتبخانہ رامپور کا، اور سید ناظر الحسن صاحب ہوش بلگرامی کا، اور سید اولاد حسین صاحب شادان بلگرامی کا، کہ ان تینون صاحبون کی عنایت و توجہ سے کتاب مذکور کی نقل، بعد مقابلہ و تصحیح کے، ۱۹۲۲ء مین مل گئی، ۱۹۲۳ء کے آغاز مین حیدرآباد جانا ہوا، اور کارساز مطلق کی کرئی دیکھئے، کہ وہان ایک چھوڑ، دو دو قلمی نسخہ اس کے میری نظر کے سامنے آگئے، ایک نسخہ نواب سالار جنگ بہادر کے کتبخانہ مین نکل آیا، جو بعض دوسری کتابون کے ساتھ ایک جلد کے اندر بندھا ہوا تھا۔ اس کی نقل کی اجازت نواب صاحب موصوف نے بمسرت دیدی، اور جناب سید امین الحسن صاحب بسمل موہانی، ناظم ریاست نواب صاحب موصوف کی عنایت و توجہ سے اس نسخہ کی پوری نقل حاصل ہو گئی، دوسرا حیدرآبادی نسخہ کتبخانۂ آصفیہ مین موجود ہے، اور فہرست کتبخانہ کی جلد اول مین، تصوف فارسی کے زیرِ عنوان، نمبر ۱۱۷

ملہ نثر کی کتاب کو "ابیات" پر شامل کہنے کا مفہوم ہم مستشرقیون کی سمجھ سے بالاتر ہے،

درج ہے، اس نسخہ کی نقل کا مسئلہ نواب صدر یار جنگ مولانا محمد حبیب الرحمان خان صاحب
شروانی کی نگاہِ توجہ نے حل کر دیا،

جس کتاب کا ایک ہی نسخہ ناپید سمجھا جاتا تھا جب اس کے تین تین نسخے اللہ کے فضل سے اکٹھے
ہوگئے، تو کتاب کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا، اور تینون نسخون کا باہمی مقابلہ شروع کیا گیا، تینون
مین کتبخانۂ آصفیہ کا نسخہ نسبۃً صحیح تر پایا گیا، تاہم تینون مین اختلافات بہت کثرت سے پائے گئے، گو
زیادہ تر اختلاف محض جزئی و لفظی نکلے، کوئی اہم اور بڑا اختلاف جس سے مفہوم ہی سرے سے بدل
جاتا ہو، بحمد اللہ نظر نہین آیا، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہندوستان مین کوئی ایک نسخہ آیا تھا جس کی یہ
تینون مختلف نقلین ہین، اور اختلافات جو کچھ ہین، ان کی ذمہ دار محض کاتبون کی بے احتیاطی
یا کم استعدادی ہے، اسی اثنا مین مجھ سے اور کیمبرج کے مشہور مستشرق پروفیسر نکلسن سے، جو مولانا کے
کلام کے خاص شیدائیون مین ہین، اس رسالہ کے باب مین مراسلت شروع ہو چکی تھی، اور مین انکی
خدمت مین کتبخانۂ آصفیہ والے نسخے کی نقل ارسال کر چکا تھا، پروفیسر موصوف نے اسے دیکھ کر ہی نہین،
کہ جولائی سنہ ۲۳ء مین رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی صد سالہ سالگرہ کے موقع پر مستشرقین اور فضلاے
اسلامیات کے سامنے، اس رسالہ کے متعلق اپنا مضمون پڑھکر سنایا بلکہ اپنے قسطنطنیہ کے ذی علم
دوستون کے ذریعہ سے اس رسالہ کا وہان کھوج لگانا بھی شروع کر دیا،

خداے کریم و کارساز کے الطاف بیکران کا شکریہ کہان تک ادا کیا جائے، پروفیسر موصوف
اور ان کے دوستون کی کوششین بار ور ہوئین، اور سنہ ۱۹۲۴ء مین میرے پاس قسطنطنیہ سے رسالۂ مذکور
کی ایک نہایت خوشخط اور صحیح نقل پہونچ گئی، جو در اصل چار مختلف قلمی نسخون سے مقابلہ کے
بعد تیار ہوئی تھی، ہندوستان کے تینون نسخون مین سے کسی پر سنہ کتابت درج نہین،
لیکن اندازے سے کوئی نسخہ سو ڈیڑھ سو برس سے زائد کا لکھا ہوا معلوم نہین ہوتا، قسطنطنیہ کے چار نسخون

مین سے تین پر تاریخِ کتابت درج ہے، جو علی الترتیب سنہ ۱۱۰۵ھ و سنہ ۱۱۷۱ھ و سنہ ۱۲۶۸ھ ہین، ان مین سے
پہلا نسخہ مولانا ہی کے سلسلۂ مولویہ کے ایک شیخ الزادیہ، شیخ احمد بن شیخ مصطفےٰ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے،
قسطنطنیہ کا نسخہ (جو وہان کے چار مختلف نسخون سے مقابلہ اور تصحیح کیا ہوا ہے) یہی نہین،
کہ ہندوستان کے تینون نسخون سے کہین زیادہ صحیح ہے، بلکہ ان تینون سے کہین زیادہ مکمل
و جامع بھی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ ہندوستان مین جو نسخہ اول بار آیا، اور جس کی نقل وہ رامپور اور
حیدر آباد والے تینون نسخے ہین، وہ ناقص تھا، اور آخر کا ایک بڑا حصہ اس مین چھوڑ دیا گیا تھا، چنانچہ
ناظرین اس مطبوعہ نسخہ کے صفحہ ۱۷۰ کے وسط پر یہ نوٹ ملاحظہ کرین گے، کہ وہان تینون ہندی نسخے
عملاً ختم ہو جاتے ہین، اور باقی ۲۷ صفحہ صرف استنبولی نسخون مین پائے جاتے ہین، اس کے مقابلہ
مین دیباچہ کی عبارت صرف ہندی نسخون مین ہے، استنبولی نسخون مین نہین، اور وہ کھلا ہوا
اضافہ یا الحاق ہے، ہندی اور استنبولی نسخون کے درمیان کہین کہین عبارت مین بھی تقدیم و
تاخیر کا فرق ہے، ان چند چیزون کے سوا، کوئی بڑا فرق ہندی اور استنبولی نسخون مین نہین، صحت
کی بنا پر قدرۃً مین نے سب سے زیادہ اعتماد استنبولی نسخہ ہی پر کیا ہے، اسی کی عبارت کو عموماً
ترجیح دی ہے، گو جا بجا کسی ہندی نسخہ (خصوصاً کتبخانۂ آصفیہ والے نسخہ) کی عبارت کو بھی اختیار
کر لیا ہے، اس حیدر آبادی نسخہ کا نام مین نے نسخۂ الف رکھا ہے، اور ص۲ و ص۱۲ پر حاشیہ مین اسکی
عبارتون کو جگہ دی ہے، استنبولی نسخہ اگر پیشِ نظر نہ ہوتا، تو لاکھ مشقت پر بھی مین اتنی صحیح اور جامع
کتاب ہرگز نہ پیش کر سکتا، اور اس استنبولی نسخہ کی دستیابی کے لئے پروفیسر نکلسن کے شکریہ کے جس قدر
الفاظ مین لکھون، سب کم ہی ہون گے،

مختلف نسخون کی آخری تصحیح و مقابلہ مین مجھے سب سے زیادہ مدد دو ندوی عزیزون،
مولوی نور الحق ندوی پیشاوری اور مولوی ابو الجلال صاحب ندوی اعظم گڈھی سے ملی، اللہ ابقاہما

جزائے خیر دے، کتاب مین علاوہ قرآن وحدیث کے جو عربی عبارتین بہ کثرت آئی ہین، ان کی تصحیح

کی ذمہ داری جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے باوجود اپنی عدیم الفرصتی کے بہ کمال عنایت

اپنے ذمہ لے لی تھی، دوران ترتیب وتدوین مین جناب مولانا حمید الدین صاحب اعظم گڈھی (صاحب

نظام القرآن) اور مولانا عبد الباری صاحب ندوی سے بھی بعض مفید وقابل قدر مشورہ ملے،

حاشیہ شروع سے آخر تک جس قدر بھی ہین، سب راقم سطور، خاکسار مرتب کے ہین، ہر فصل کی عبارت

کو مختلف پیراگراف (بندون) مین توڑنے کی جرأت بھی مین نے ہی کی ہے، ورنہ ہر نسخہ مین ہر فصل

کی عبارت مسلسل تھی، اور ہندی نسخون مین تو فصلین ہی نہ تھین، فصلین صرف استنبولی نسخہ مین تھین،

آیات قرآنی کی تخریج نسبۃً آسان تھی، احادیث کی تخریج مجھ جیسے کم علم کے لیے خاص طور پر دشوار

تھی، اس دشواری کے حل ہونے مین ایک حد تک مولوی عبد الرزاق خان ندوی ملیح آبادی،

اور اُن سے بڑھکر میرے مرحوم ومحبوب رفیق، عزیز مولانا عبد الرحمن ندوی نگرامی سے مدد ملی،

اردو ترجمہ صرف آیات قرآنی واحادیث نبوی ہی کا درج کیا گیا ہے، باقی عربی عبارتین عموماً بلا

ترجمہ چھوڑ دی گئی ہین۔ ان ترجمون، نیز دوسرے حاشیون مین جو کچھ بھی نقائص واسقام رہ گئے

ہین، ان سب کی ذمہ داری تنہا میری ہی ذات پر ہے، کوئی دوسرے صاحب اس ذمہ داری

مین شریک نہین،

قدیم کتابون کے ایڈٹ کرنے (تہذیب) کا جدید دستور یہ ہے کہ اختلاف قرأت پر مسلسل

نوٹ دئیے جاتے ہین، اور چھوٹی بڑی ہر وہ عبارت یا ہر وہ لفظ جو دو مختلف نسخون مین مختلف طریقون

سے پڑھا جا سکتا ہے، خواہ وہ اختلاف ایک نقطہ یا شوشہ ہی کا ہو، گر فٹ نوٹ مین اس کا اختلاف

ظاہر کر دیا جانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ عام ناظرین تو خیر البتہ "ناقدین" معاف فرمائین، کہ مین اپنی

نااہلی یا نافہمی سے، اس جدید تصنیفی فیشن کی نہ عملاً تقلید کر سکا نہ اصولاً اس کی ضرورت کا قائل ہو سکا،

مین نہ "اسکالر" ہون، نہ "ریسرچ اسکالر" نہ "مستشرقین" "علماے شرقیات" کی صف مین، بیٹھنے کی ہوس اب دل مین باقی ہے، تھوڑی بہت محنت جو کچھ بن پڑی ہے، اس سے مقصود مغرب کے "اہل قلم" کی نہین، بلکہ مشرق کے "اہل ذوق" کی خدمت کرنی ہے، مثنوی کے مطالب کے سمجھنے مین اگر کسی طالب کو اس رسالہ سے مدد مل گئی، اور کسی اہل دل کی دعا، ان اوراق کے جامع کے حق مین نکل گئی، تو اس کا مقصد حاصل ہے، مجھے اپنی کوتاہیون کا پورا اعتراف ہے، اور اگر کوئی دوسرا اس کام کو کرتا تو یقیناً مجھ سے کہین بہتر صورت مین انجام دیتا، اصل کتاب مین متعدد فقرے ایسے ہین، جن کا کوئی مطلب مین نہین سمجھ سکا ہون، اکثر ایسے موقع پر نشان استفہام (؟) بنا دیا ہے، ممکن ہے کوئی دوسرے صاحب مطلب نکال لین، مین نے اسی طرح نقل کر دیا ہے جس طرح پایا تھا، ناظرین کرام سے آخری التماس یہ ہے کہ میری خدمات کے سلسلہ مین اس کتاب مین جو خامیان اور لغزشین نظر آئین، ان کے متعلق خداے قدوس کی صفتِ ستاری کو یاد کرکے خطاپوشی کو کام مین لائین، اور میرے حق مین میری زندگی مین توفیقِ خیر کی دعا اور موت کے بعد مغفرت کی دعا فرمائین، اللہ انھین بھی اجر سے محروم نہ رکھے گا، واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

عبدالماجد

دریاباد، بارہ بنکی

دسمبر ۱۹۲۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرۂ

مولٰینا جلال الدین رومیؒ

صاحب ملفوظات

نام اسمِ مبارک محمدؐ، لقب جلال الدین، تخلص رومی تھا، عرف عام نے مولانائے رُوم ملائے روم، مولوی رُومی، مولوی معنوی، کہہ کر پکارا،

لہ مولانا کے حالات وسوانح کے اصلی ماخذ یہ دو ہین :-

(۱) رسالہ سپہ سالار، از فریدون سپہ سالار جنھون نے بہ قول خود، اپنی ایک عمر مولانا کی خدمت اور حضوری مین صرف کردی تھی، "خلاصۂ عمر خود را بہ ملازمت حضرت او مستغرق داشتم" کانپور مین منشی رحمت اللہ رعد مرحوم کے اہتمام سے مثنوی کا جو اعلیٰ نسخہ چھ جلدون مین طبع ہوا تھا، اسی کے ساتھ یہ رسالہ بھی علحدہ چھپ گیا ہے

(۲) مناقب العارفین، از شمس الدین افلاکی، جو دو واسطون سے مولانا کے سلسلہ مین شامل ہوتے ہین، یہ کتاب بہت مفصل ہے، لیکن ہر قسم کے رطب ویابس روایات کا مجموعہ ہے، آگرہ مین طبع ہو چکی ہے، لیکن اب بازار مین ناپید ہے حیدرآباد دکن کے کتبخانہ آصفیہ مین مطبوعہ نسخہ موجود ہے، مین زیادہ تر ایک قلمی نسخہ سے مستفید ہوا ہون، جو مولٰنا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم کے کتبخانہ مین تھا اردو ترجمہ، حافظ احمد علی خان صاحب شوق رامپوری (مہتمم کتبخانہ ریاست رامپور) نے شایع کیا ہے اور وہ پیش نظر ہے

ان دو اصلی ماخذون کے علاوہ، کتب ذیل سے بھی مستفید ہوا ہون :-

(۳) الجواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ، از عبد القادر قریشی، (مطبوعۂ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن) (۴) مدینۃ العلوم از ازنیقی (نسخہ قلمی ناتمام، در کتبخانہ حکیم عبد الحسیب صاحب دریابادی) (۵) نفحات الانس، از ملا جامیؒ، (۶) تذکرۃ الشعرا، از دولت شاہ سمرقندی

زمانہ | ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۲۰۷ء کو بہ مقام بلخ عالم آب وگل مین قدم رکھا، اور ۷۰ سال قمری، یا ۶۶ سال شمسی کی عمر مین، ۵ جمادی الثانی ۶۷۲ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۲۷۳ء کو، غروب آفتاب کے وقت، عالم ارواح کی جانب مراجعت کی

نسب | سلسلۂ نسب، نو واسطون سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہونچتا ہے، جوہر صدیقیت کی آب وتاب بزرگان خاندان مین نمایان رہی، چنانچہ مولانا کے جد امجد حسین بن احمدؒ اپنے زمانہ مین ایک نامور صوفی وصاحب کیف بزرگ گزرے ہین نانہالی سلسلہ حضرت سلطان ابراہیم ادہمؒ سے ملتا ہے،

والد ماجد | مولانا کے والد ماجد، سلطان بہاء الدین ولدؒ علم وفضل، زہد وتقویٰ، فقر وطریقت مین یگانۂ روزگار تھے:-

"بادشاہی بود کامل، صاحب کشف، و در ہمہ علوم ظاہر و باطن بے نظیر.......

پسندیدہ ومقبول ومحبوب ہمہ دلہا بود، وورع وتقویٰ بہ غایت، وریاضت

بسیار، ومجاہدات بیشمار داشت، وبرہمہ دلہا مشرف بود" (رسالہ سپہ سالار)

فتاوائے علمی ومذہبی دور دور سے آتے تھے، اور انکی ذات شیخ وقت کی حیثیت سے مرجع خلائق بنی ہوئی تھی،

"از اقصائے خراسان فتاوای مشکل بحضرت او آوردندی" (سپہ سالار)

"در علوم ماہر بود وصاحب حال..... مثل او در فتوی دران عصر کسی نبود، (دیباچۂ ملفوظات)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) اردو مین، مولانا شبلی نعمانی مرحوم کی سوانحعمری مولانائے روم دلچسپ وپر معلومات ہے، انگریزی مین نکلسن نے اپنے مقدمہ انتخاب دیوان شمس تبریز مین جو کچھ لکھا ہے اگرچہ مختصر ہے، لیکن قابل مطالعہ ہے، رڈہاوس نے مثنوی جلد اول کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ مین جو کچھ لکھا ہے وہ سب مناقب العارفین سے ماخوذ ہے،

مرتبۂ کمال وعظمت کا اندازہ، تذکرہ نویسون کے اس بیان سے ہو سکتا ہے، کہ ایک شب کو بلخ کے تین سو نامور عالمون اور مفتیون مین سے ہر ایک نے اپنے مقام پر یہ خواب دیکھا کہ حضرت سرورِ کائنات صلعم ایک سبز خیمہ مین جلوہ افروز ہین، ایک پہلو مین سلطان بہاء الدین ولد حاضر ہین، اور الطاف وعنایات خاص سے سرفراز ہو رہے ہین، یہان تک کہ زبان مبارک سے یہ ارشاد ہوا، کہ "ہم نے بہاء الدین کو سلطان العلماء کا لقب دیا"، صبح ہوئی تو یہ تمام علماء "سلطان العلماء" کی خدمت مین اپنا خواب عرض کرنے اور تہنیت پیش کرنے کو حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ "خیر اب رسولِ خدا صلعم کی زبان سے سن لینے کے بعد تو تم کو یقین آیا"[1]

ترکِ وطن، فرمانروائے بلخ، محمد خوارزم شاہ عزیز بھی تھا، اور معتقد بھی، لیکن رفتہ رفتہ بدعقیدگی اور برگشتگی بڑھتی گئی، سپہ سالار نے اس کا سبب یہ لکھا ہے، کہ سلطان العلماء اپنے وعظ مین حکمت وفلسفۂ یونان اس مین غلو رکھنے والون کی سخت خبر لیتے رہتے تھے امام رازیؒ کو انھین فنون مین توغل تھا، انھون نے اپنے اثر کو کام مین لاکر بادشاہ کے دل مین انکی طرف سے رنجش پیدا کر دی، تعلقات کی یہ کشیدگی یہانتک بڑھی کہ بالآخر، شیخؒ نے تنگ آکر ترکِ وطن کی ٹھان لی، اور ۶۱۰ھ مین ایک روز، اہل و عیال، اور شاگردون، اور مریدون کی ایک جماعت کو لیکر نکل کھڑے ہوئے، ادھر وہ روانہ ہوئے، ادھر تاتاریون کے ٹڈی دل نے مملکتِ بلخ کی فضا کو چھالیا اور اینٹ سے اینٹ بجادی، عقیدت مندی کی آنکھ کو ان دونون واقعون کے درمیان علت ومعلول

[1] یہ روایت جزئی اختلافات کے ساتھ، سپہ سالار، مناقب، دیباچہ ملفوظات سب مین مذکور ہے،

کا رشتہ نظر آتا ہے[1]،

تا دلِ مردانِ حق نامد بہ درد
ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

سکونت قونیہ | نیشاپور، بغداد، مکہ معظمہ، دمشق وغیرہ کی سیاحت، اور حج سے فراغت کے بعد یہ قافلہ قونیہ پہونچا، اور یہین سکونت اختیار کر لی، یہان خاندانِ سلجوق کے تاجدار علاؤالدین کیقباد کی حکومت تھی، اس نے بڑھکر شیخ کو ہاتھون ہاتھ لیا، عزت و احترام کے ساتھ درس و تدریس کی خدمت سپرد کی، اور خود بھی اکثر حاضر ہوتا رہتا[2]،

شیخ عطارؒ کی نظر عنایت | اثنائے مسافرت مین جب قافلہ نیشاپور پہونچا ہے، تو شیخ فریدالدین عطارؒ سلطان العلماء سے ملنے تشریف لائے، مولانا اس وقت بچہ تھے، لیکن گوہر شناس نے اس وقت گوہر کو پرکھ لیا، اپنی کتاب اسرار نامہ عنایت کی، اور ارشاد فرمایا، کہ عنقریب یہ لڑکا دل جلون کے گروہ مین آگ لگا کر رہیگا،

"در اثنای آن سفر بہ نیشاپور رسید، شیخ فریدالدین عطارؒ، بہ دیدن مولانا بہاءالدین آمد، آن وقت مولانا جلال الدین کودک بود، شیخ عطارؒ کتاب اسرار نامہ را ہدیہ بہ مولانا جلال الدینؒ داد، و بہ مولانا بہاءالدین گفت زود باشد کہ این پسر آتش در سوختگان عالم بر زند[3]،

ازدواج | اس سفر و سیاحت کے دوران مین، ۶۲۳ھ مین عمر کے انیسوین سال مولانا کا عقد لالائے سمرقند، شرف الدین کی صاحبزادی جوہر خاتون کے ساتھ ہوا، اور اسی سال ان کے بطن سے، فرزند رشید، سلطان ولدؒ کی ولادت ہوئی، ان خاتون کے تفصیلی حالات

[1] دیباچہ ملفوظات، مناقب، و سپہ سالار، [2] سپہ سالار،
[3] تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی،

سے اہل تذکرہ خاموش ہین، ان کی وفات کے بعد مولانا نے دوسرا عقد، کرا خاتون قونوی سے کیا، جن کا ذکر تذکرون مین بار بار آتا ہے[1]،

علوم ظاہری؛ مولانا نے علوم ظاہری کی ابتدائی تعلیم، اپنے والد ماجد کے سایۂ شفقت مین حاصل کی، اور اس کے بعد سید برہان الدین محقق ترمذی سے، جو اپنے وقت کے ایک بڑے ہمہ دان فاضل تھے، پھر تحصیل علوم و تکمیل فنون کے شوق مین اس وقت کے بڑے بڑے مشہور علمی مرکزون، حلب، دمشق وغیرہ کی خاک چھانی اور ہر جگہ کے باکمال استادان فن سے استفادہ کیا، چنانچہ طالب علمی ہی کے زمانہ مین یہ مرتبہ استعداد حاصل ہوگیا تھا کہ لغت، ادب، فقہ، معقولات، حدیث، و تفسیر کے وہ نازک و دقیق مسائل، جو کسی سے حل نہ ہوتے، ان کے پاس لائے جاتے، اور ان کے جواب سے سب کو تشفی ہو جاتی،

"در علوم رسمی، چون اقسام لغت و عربیت و فقہ و حدیث و تفسیر و معقولات و منقولات بہ غایتی رسیدہ بود کہ در آن عصر سرآمد ہمہ علما، دہر شدہ بود"، (سپہ سالار)

"ہر مسئلہ کہ اقران آن عہد را مشکل افتادے، بہ حضرتش عرضہ داشتندے، چندان وجہ در تحقیق آن فرمودے، کہ سائل را از ذوق آن معنی در استخوان حل می شد"، (ایضاً)

علمائے حنفیہ کے سب سے معتبر تذکرہ مین، مرتبۂ علمی کی شہادت ان الفاظ مین ملتی ہے:-

کان عالماً بالمذھب واسع الفقہ عالماً بالخلاف وبانواع من العلوم[2]

کان اماماً عارفاً بالفقہ علی مذھب ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ

---

[1] یہ حالات، تقریباً ہر تذکرہ مین مل جاتے ہین، [2] الجواہر المضیئہ، جلد ۲ صفحہ ۱۲۴،

وحالماً بالخلاف۵۱"

درس و افتار، ۶۲۸ھ مین چوبیس سال کے سن مین اپنے والد کی وفات پر مولانا، بادشاہ وقت اور اعیانِ شہر کے اصرار سے مسندِ درس و افتار پر جلوہ افروز ہوئے،

"در سلطان علاء الدین سلجوقی با تمامی ارکان و صدور آن دیار جمع شد، مولانا جلال الدین را بجائے پدر نشانیدند،" (مفتاح التواریخ بہ حوالہ خلاصۃ المناقب)

علم وفضل، اور کمالِ فن کی شہرت، طلبہ کو دور دور سے کھینچ لائی، مناقب العارفین کی روایت کے مطابق چار سو طلبہ کا ہجوم ہر وقت رہتا تھا، ان تمام خارجی شہادتوں سے قطع نظر کرکے مثنوی مین جس کثرت سے مسائلِ معقول و منقول کے حوالہ اور اشارہ آتے ہین، وہ بجائے خود اس امر کی روشن دلیل ہے، کہ صاحب مثنوی کا دماغ، قرآن و حدیث، فقہ و اصول، کلام و فلسفہ، ہر قسم کے علوم و معارف کا گنجینہ تھا، لیکن علوم ظاہری کا یہ تبحر سوزِ قلب کی تسکین کے لئے کافی نہین ہو سکتا تھا،

تجلیات باطنی کا ظہور، ارباب تذکرہ متفق ہین، کہ تجلیات باطنی کا ظہور بچپن ہی سے ہونے لگا تھا، بارہا ایسا ہوتا، کہ تین تین چار چار دن گذر جاتے، اور کچھ نہ کھاتے پیتے، ایک مرتبہ چھ برس کے سن مین جمعہ کے دن چھت پر ہمسن بچون کے ساتھ سیر کر رہے تھے، لڑکون مین باہم یہ صلاح ٹھہری، کہ ایک چھت سے دوسری پر کودین، مولانا نے تبسم کے ساتھ فرمایا، کہ یہ تو کتے، بلی، سب ہی جانور کر لیتے ہین، ہمت ہو تو آؤ، آسمان پر جست کرین، یہ کہا اور نظرون سے غائب ہو گئے، ساتھ کے لڑکے سہم گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر نظر آنے لگے، اور ارشاد فرمایا، کہ "سبز پوشون کی ایک جماعت مجھے اڑا کر آسمانون پر لے گئی اور آسمانون

۵۱ ایضاً، جلد ۲ صفحہ ۳۶،

کی سیر کرائی،[۱] تذکروں میں اس قسم کے خرقِ عادات اور بھی منقول ہیں،

"برخدمت مولانا از پنج سالگی باز صور روحانی واشکال غیبی، یعنی سفرۂ ملائکہ و برزہ جن وخواص انس کہ مستوران قباب عزت اند ظاہر می شدہ اند، ومتمثل می گشتہ"

(نفحات الانس)

"حضرت مولانا از سن پنج سالگی اکثر اوقات از جائے خود بر می جست و مضطرب می شد تا حدی کہ مریدان بہاء الدین ولد اورا درمیان می گرفتند، از آنکہ صور روحانی واشکال غیبی بہ نظرش متمثل می شدند، اعنی سفرۂ ملائکہ و بررۂ جن و انس کہ مستوران قباب حضرت اند" (مناقب العارفین)

بیعت ومنازلِ سلوک، شیخ بہاء الدین ولدؒ عارف کامل تھے، انکی صحبت و تربیت، لختِ جگر کے اس جوہر فطری پر جلا دیتی رہی، ان کے انتقال کے بعد مولاناؒ نے ان کے خلیفہ سید برہان الدین محقق ترمذیؒ کے ہاتھ پر، انھیں کے حسب خواہش بیعت کی، اور ان کی زیر تربیت نو سال کی مدت تک تصوف وسلوک کے مقامات عالیہ طے کیے،

"سید برہان الدینؒ چون با مولانا جلال الدینؒ صحبت داشت ... با او گفت کہ اگرچہ در علم ظاہر جای پدر گرفتہ، واما پدرت غیر ازین علوم ظاہر حالات دیگر داشت وآن ویدنی ست نہ آموختنی، آن احوال از پدر تو بہ من رسیدہ است، اگر مرید شوی مراد یابی، مولانا جلال الدین بہ رغبت تمام مرید شد، ومدت نہ سال در خدمت او بود"[۲]

وسید برہان الدینؒ بعد از آن حضرت خداوندگار را بہ تحقیق علوم یقینی رغبت

---

[۱] سپہ سالار، مناقب، ونفحات الانس، [۲] دیباچۂ ملفوظات،

فرمودہ، طریق سلوک و آداب مشایخ تلقین کرد...... و مدت نہ سال تمام
صحبت فرمودند[1]"

ابتدائے تربیت سلوک مین سید موصوف نے مولاناؒ سے ایک ہفتہ روزہ رکھنے کو کہا مولاناؒ نے کہا، کہ "یہ چالیس دن ہونے چاہئے"، سیدؒ موصوف نے چالیس دن کی خلوت کرائی، حجرہ کا دروازہ مقفل کر دیا، اور سامان خورد و نوش مین سے، بجز ایک لوٹا پانی، اور چند نان جوین کے اور کچھ نہ دیا، چلہ کے خاتمہ پر دروازہ کھولا، تو دیکھا، کہ مولاناؒ حضور کامل کے ساتھ مراقبہ مین مشغول ہین، مرشد کی طرف نظر بھی نہ اٹھائی، دروازہ بدستور بند کر دیا، اور پورا ایک چلہ اور گذر جانے کے بعد دوبارہ کھولا، تو دیکھا، کہ نماز مین مشغول ہین، اور آنکھون سے اشک جاری ہین، مرشد کی جانب اب بھی التفات نہ کیا، مرشد نے تیسرے چلہ کا انتظار کیا، اس کے خاتمہ پر مولاناؒ تبسم کرتے ہوئے باہر تشریف لائے، تو آنکھون سے انوار جمال الٰہی برس رہے تھے، مرشد نے گلے سے لگا لیا، اور چہرہ پر بوسہ دیا[2]،

شمس تبریزؒ

محقق ترمذیؒ نے ۶۳۷ھ مین وفات پائی، پانچ سال بعد ۶۴۲ھ مین شمس تبریزیؒ کی صحبت نصیب ہوئی جس نے گویا مولاناؒ کی زندگی کا رخ ہی بدل دیا، حضرت شمسؒ، بابا کمال الدین جندی کے مرید اور عارف کامل تھے، ایک مرتبہ مناجات مین دعا کی، کہ "پروردگار کوئی تیرا بندہ خاص ایسا ملتا، جو میری صحبت کا متحمل ہو سکتا"، ارشاد ہوا کہ "روم کو جاؤ" یہ بشارت پاتے ہی چل کھڑے ہوئے، اور ساری اقلیم روم کا گشت لگا کر بالآخر قونیہ مین آ کر اترے، شب کا وقت تھا، برنج فروشون کی سرائے مین فروکش ہوئے، صبح ہمہ تن شوق بن کر دوکان کے چبوترے پر بیٹھے، جذب دل کامل تھا، شکار، خود شکاری

۱؎ سپہ سالار ۲؎ مناقب العارفین،

کے استقبال کو بڑھا، اِدھر حضرت شمسؒ انتظار کی گھڑیاں گن رہے تھے، اُدھر مولانا بھی صبح ہوتے ہی ان کی ملاقات کو چلے، شہرتِ علم وفضل کا آفتاب اوجِ کمال پر تھا راستہ مین خلقت دست بوسی کو ٹوٹی پڑتی تھی، شمسؒ کی نگاہ چار ہوئی، رہبرِ محبت نے پتہ دیا کہ یہی وہ محبوب ہے، جس کی بشارت ہوئی تھی،

مولاناؒ مقابل کے چبوترے پر آکر بیٹھ گئے، دیر تک آنکھوں آنکھوں مین راز و نیاز ہوتے رہے، اس کے بعد شمسؒ نے مولاناؒ سے سوال کیا کہ "بایزید بسطامیؒ کو ایک طرف تو اتباعِ سنت مین یہ غلو تھا، کہ زندگی بھر خربزہ اس خیال سے نہین کھایا، کہ نہین معلوم سرورِ عالم صلعم نے کس طرح تناول فرمایا تھا، اور دوسری طرف کبھی سبحانی ما اعظم شانی کے نعرہ لگاتے تھے، اور کبھی لیس فی جبتی سوی اللہ کی صدا بلند کرتے تھے، حالانکہ خود رسول اللہ صلعم کا یہ حال تھا، کہ فرماتے تھے، مین دن بھر مین ستر مرتبہ استغفار کرتا ہون، ان دو متضاد کیفیتون مین کیونکر تطبیق دیجاسکتی ہے؟" مولاناؒ نے جواب دیا، کہ "بایزیدؒ اگرچہ بڑے صاحبدل بزرگ تھے، تاہم دائرہ ولایت مین ایک خاص درجہ پر قائم کر دیئے گئے تھے، اور ان پر اسی کی عظمت ظاہر تھی، اس لئے ان کی زبان سے اس قسم کے الفاظ نکل جاتے تھے، بخلاف اس کے سرورِ کائنات صلعم کے علوئے مراتب کی حد و انتہا نہ تھی، ہر لحظہ منازلِ قرب مین بلند سے بلند تر پایہ طے کرتے جاتے تھے، اس لئے قدم قدم پر آپ کو اپنا پہلا مقام پست نظر آتا تھا، اور اسی پر آپ استغفار فرماتے رہتے تھے،

یہ سنتے ہی شمسؒ اٹھکر مولاناؒ سے لپٹ گئے، اور ایسا لپٹے کہ پھر کبھی نہ چھوٹے، راز و نیاز کے تعلقات آپس مین بڑھے، اور بڑھتے گئے، یہان تک کہ ایک کی ہستی دوسرے مین گم ہو گئی، مولاناؒ ابتک درس و افتاء مین مصروف رہتے تھے، اب یہ مشاغل چھوڑ کر

سماع مین منہمک ہوگئے، مستی وسرشاری کے جذبات طاری رہنے لگے، دوستون، عزیزون، شاگردون سب سے ملنا جلنا ترک ہوگیا، بڑی بڑی طویل مدتون تک شمس کے ساتھ خلوت رہنے لگی، یہان تک کہ ایک مرتبہ حجرہ شیخ صلاح الدینؒ مین دونون بزرگ متصل تین مہینہ یا چھ مہینہ تک، باختلافِ روایت، بغیر آب ودانہ اور دوسری بشری حاجتون کے خلوت گزین رہے،!

"مدت سہ ماہ، درخلوتی لیلاً ونہاراً بہ صوم وصال نشستند، کہ اصلا بیرون نیامدند، وکسی را زہرہ نبود کہ درخلوت ایشان درآید" (مناقب العارفین ونفحات الانس)

"مدت شش ماہ آزاد، درحجرۂ شیخ صلاح الدین زرکوبؒ بہم صحبت فرمودند چنانچہ قطعاً واصلاً اکل وشرب وحاجات بشری درمابین نبود، ودرسروقت ایشان بغیر شیخ صلاح الدین دگر کسے را مجالِ دخول نبود" (رسالہ سپہ سالار)

شمسؒ اور رومیؒ کے تعلقات باہمی آج تک ایک طلسم بنے ہوئے ہین، اور دونون کی پہلی ملاقات نیز باہمی تعلق کی بابت جو عجیب وغریب افسانے عام زبانون پر ہین، ان کے لحاظ سے یہ روایت جو یہان اختیار کی گئی یقیناً پھیکی اور بیمزہ معلوم ہوگی،[1] لیکن سب سے قدیم تذکرہ سپہ سالار مین یہی روایت درج ہے، اور مناقب ونفحات مین بھی جزئی اختلافات کے بعد اس کا اعادہ کردیا گیا ہی،

بعض تذکرہ نویسون نے حضرت شمسؒ کیساتھ مولانا کی بڑھی ہوئی گرویدگی، محبت، وعقیدتمندی کو دیکھکر شمسؒ کو آپ کا پیرومرشد لکھ دیا ہے، لیکن اس سے قطع نظر کرکے، کہ یہ خیال، قدیمترین تذکرون، سپہ سالار ومناقب کی تصریحات کے برخلاف ہے، خود مولاناؒ کا بھی ایک مقولہ اس تعلق باہمی کی نوعیت پر روشنی ڈالنے کیلئے کافی ہے، فرماتے ہین، کہ:-

[1] ان مین سے بعض عجیب جملہ تین موازی شبلی مرحوم نے اپنی سوانح مولانا روم مین نقل کردی ہین،

"علماء ظاہر، اخبارِ رسول کے عالم ہین، شمس تبریزیؒ اسرارِ رسول کے حامل ہین، اور مین انوارِ رسول کا مظہر ہوں" (مناقب، ذکر شمس تبریزیؒ)

اس مین شبہ نہین، کہ مثنوی اور اس سے بھی بڑھکر دیوانِ غزلیات مین مولانا نے ایک دو جگہ نہین، بہ کثرت حضرت شمس تبریزؒ کا نام اس ذوق و شوق، اور اس جوش و عقیدت سے لیا ہے، کہ گویا اپنے پیر و مرشد کا ذکر کر رہے ہین، مثلاً مثنوی مین :-

شمس تبریزیؒ کہ نورِ مطلق ست | آفتاب ست وز انوارِ حق ست
چون حدیث روی شمس الدین رسید | شمس چارم آسمان رو در کشید
واجب آمد چونکہ بردم نامِ او | شرح کردن رمزی از انعامِ او[1]

دیوان مین اس سے بھی آگے قدم رکھتے ہین، مثلاً :-

شمس تبریز طلوعی بکن از مشرقِ جان | کہ چو خورشید تو جانی و جہان جملہ بدن

شمس تبریز توئی وجہِ وجود | من ہم از وجہ و مرآت توام

پیرِ من و مریدِ من، درد من و دوای من | فاش بگویم این سخن شمس من و خدای من

اس قسم کے اشعار سے ایک گروہ نے یہ بات ٹھہرائی ہے، کہ حضرت شمسؒ مولاناؒ کے پیر و مرشد تھے، اس لئے کہ ایسے الفاظ ایک مرید ہی اپنے مرشد کے لئے استعمال کر سکتا ہے، لیکن یہ قیاس کچھ زیادہ وزن نہین رکھتا، اس لئے کہ یہ اندازِ بیان مولانا کے طبعی جوش و خروش

[1] دفتر اول، عنوان بردن بادشاہ طبیب را الخ۔

بیخودی و وارفتگی کا نتیجہ ہے، اور تنہا شمسؒ کیساتھ اس کی تخصیص نہین، بلکہ اپنے مخصوص ارباب صحبت مین سے جس کسی کا بھی ذکر فرماتے ہین، وفور جوش و فرط محبت سے بیخود ہوجاتے ہین، قلم کی رفتار مستانہ اور البیلی ہوجاتی ہے، اور بیساختہ ایسے الفاظ زبان سے نکلنے لگتے ہین، جو عموماً کوئی خوش عقیدہ مرید ہی اپنے مرشد کی شان مین استعمال کرسکتا ہے، شیخ صلاح الدین زرکوب تو مرشد نہ تھے محض رفیق صحبت تھے، تاہم انکا ذکر اکثر غزلون مین جس انداز سے کرتے ہین اس کا نمونہ یہ ہے:۔

مطربا، اسرار ما را باز گو،　　قصہ ہای جانفزا را باز گو

چون صلاح الدین صلاح جان ماست　　آن صلاح جان ما را باز گو

کار زرکوبان تو زر کردی چو زر　　شہ صلاح الدین کہ تو صد مردہ

لطفہای را کہ با باشہ صلاح الدین کند　　خضر جان گر باز بیند دم بدم تحسین کند

اسی طرح شیخ حسام الدین چلپی تو متفقہ طور پر مرید و خلیفہ ہی تھے، مرشد و ہادی نہ تھے تاہم ان کا نام مثنوی مین، بار بار اس بیتابی، اس بیخودی، اس ذوق و شوق کے ساتھ لیتے ہین، کہ کچھ دیر کے لیے پیر پر مرید کا گمان ہونے لگتا ہے، دو ایک نمونہ ملاحظہ ہون:۔

ای ضیاء الحق حسام الدین در آر　　این سر خر را از زین بطیخ زار

بین ز ما صورتگری و جان ز تو　　نے غلط ہم این ز تو ہم آن ز تو

مثنوی صورت بود جانش توئی　　ہم جہت ہم نور ار کانش توئی

(دفتر ۴، نمودن جبرئیل علیہ السلام خود را)

ہمچنان مقصود من زین مثنوی ای ضیاء الحق حسام الدین توئی

مثنوی اندر اصول و ابتدا جملہ بہر تست، او بر تست انتہا

التجا بر تست و بر امداد تو تکیہ بر اشفاق و بر اسعاد تو

در قبول تست عز و مقبلی زانکہ شاہ جان و سلطان دلی

پیش من آوازت آواز خدا ست عاشق از معشوق حاشا کے جدا ست

(دفتر ۴، حکایت مرد تشنہ)

شہ حسام الدین کہ نور انجم است طالب آغاز سفر پنجم است

ای ضیاء الحق حسام الدین راد اوستادان صفا را استاد

شرح تو غیب ست بر اہل جہان ہمچو راز عشق دارم در نہان

مدح تو حیف ست بر زندانیان گویم اندر مجمع روحانیان

مدح تعریف ست و تخریق حجاب فارغ است از مدح و تعریف آفتاب

(دفتر ۵، آغاز)

حضرت شمس تبریزؒ اور مولاناؒ کے باہمی تعلقات کی اصل حقیقت کیا تھی، اس پردہ کو تو کوئی حقیقت شناس ہی اٹھا سکتا ہے، البتہ ہم ظاہر بینوں کو معلوم ایسا ہوتا ہے، کہ مولاناؒ پہلے تو اپنے والد ماجدؒ اور پھر سید برہان الدینؒ ترمذی کے ساتھ تربیت وارادت میں رہکر، ریاضتوں، عبادتوں اور مجاہدوں سے علم ولیقین، سلوک و عرفان کے مدارج عالیہ طے کر چکے تھے، اور اب قلب، سوز و گداز، کیف و مستی کے جذبات کے لئے بیقرار ہو رہا تھا، شمسؒ ہمہ تن بے قیدی اور وارفتگی تھے، ان کی صحبت نے اس بارودخانہ کے حق میں چنگاری کا کام دیا، پیری و مریدی کے باضابطہ تعلقات بالائے طاق رکھدئے گئے

رومی تبریزی مین اور تبریزی رومی مین فنا ہوگئے، اور دونون نے اپنی اپنی جگہ لذتِ فنا کے حوصلہ دل کھول کر پورے کئے، دونون کے ایک دوسرے مین فنا ہونے کی کیفیت کائناتِ تصوف مین کوئی امر محال و ناممکن نہین،

مولانا کی صحبت حضرت شمسؒ کے ساتھ کل دو ڈھائی برس رہی، اس درمیان مین ان کے حد سے بڑھے ہوئے اختلاط کو دیکھکر عزیزون اور شاگردون کو ناگواری اور بے چینی پیدا ہوئی، کہ یہ کون دیوانہ آنکلا ہے جس نے مولانا کو دوستون، شاگردون، عزیزون اور بال بچون، سب سے چھڑا کر اپنا کر لیا ہے، اور تخلیہ کی صحبتون مین مولانا کے صاحبزادون تک کے آنے کا روادار نہین، شمسؒ عزیزون شاگردون کے چڑھے ہوئے تیورون کو تاڑ گئے اور کشمکش کی ناگوار صورت کو بڑھتے ہوئے دیکھکر بے اطلاع چل دیئے، مولانا کو انکی جدائی کا بیحد صدمہ ہوا، بالکل خلوت اختیار کر لی، سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا، اور تنہائی مین رنج و غم کا زمانہ گذارنے لگے، اتفاق سے ایک روز دمشق سے حضرت شمسؒ کا ایک مکتوب صادر ہوا، اس نے دبی دبائی آگ کو پھر بھڑکا دیا، متعدد عشقیہ غزلین کہہ کر، اور بہت سے تحفہ تحائف ساتھ کرکے اپنے فرزند رشید سلطان ولد کو ان کی خدمت مین روانہ کیا، خدا خدا کرکے حضرت شمسؒ دوبارہ تشریف لائے، لیکن چند ہی روز کے بعد قدیم ہم نشینون کے رشک و حسد نے پھر زور پکڑا اور جب نوبت حد سے گذر گئی، تو شمسؒ نے ارادہ کر لیا کہ اب جاکر واپس نہ آئینگے، چنانچہ نکل کھڑے ہوئے، اور پھر باوجود انتہائی تلاش کے کبھی ہاتھ نہ آئے،

یہ ساری تفصیل رسالہ سپہ سالار سے ماخوذ ہے، نفحات الانس وغیرہ کی بعض روایتون مین یہ آیا ہے کہ مولانا کے فرزند اوسط علاء الدین محمدؒ نے برہم ہوکر حضرت شمسؒ کو

قتل کرڈالا تھا، لیکن سپہ سالار مین گم شدگی و مفقود الخبری کا حال تفصیل سے درج ہے، اس کے مقابلہ مین بعد کی تالیفات کی بے سند روایات قابلِ قبول نہین ہوسکتی، مناقب العارفین مین بھی ترجیح اسی روایت کو دی ہے، اور خود دیباچۂ ملفوظات کے ان الفاظ سے، کہ "تا شمس الدین ناپید شد" بجائے قتل کے گم شدگی کی تائید نکلتی ہے،

صلاح الدین زرکوبؒ

شمسؒ کے فراق مین مولاناؒ کی حالت زبون ہوگئی، ہر وقت ایک شوریدگی سی طاری رہنے لگی، ایک روز جوش وخروش کے عالم مین گھر سے باہر نکلے، راستہ مین شیخ صلاح الدینؒ کی دوکان پڑی، یہ ایک صاحبِ جمال بزرگ تھے، اور مولانا کے پیر بھائی، شمسؒ ومولاناؒ کی خلوتون مین بھی باریابی کی خوش نصیبی تنہا انھین کے حصہ مین آئی تھی، زرکوبی کا پیشہ کرتے تھے، اتفاق سے اس وقت چاندی کے ورق کوٹ رہے تھے، ہتھوڑی کی آواز نے مولانا کے قلب پر سماع کا اثر پیدا کیا، اور سرِ راہ وجد ورقص کی حالت طاری ہوگئی، شیخ یہ کیفیت دیکھ کر بدستور ورق نقرہ پر ضربین لگاتے رہے، یہان تک کہ بہت سی چاندی ضائع ہوگئی، مگر انھون نے ہاتھ نہ روکا، بالآخر مولانا نے انھین اپنے آغوش مین لیلیا، اور جوش ومستی کے عالم مین گھنٹون اپنے اس شعر کی تکرار فرماتے رہے، ؎

یکے گنجے پدید آمد ازین دوکان زرکوبی
زہے صورت، زہے معنی زہے خوبی، زہے خوبی[1]

شمسؒ کی مفارقت سے جو شورش پیدا ہوگئی تھی، اس مین شیخ صلاح الدین کی صحبت سے بہت افاقہ ہوگیا، اب ان سے بھی ٹھیک وہی تعلقاتِ راز ونیاز پیدا ہوگئے، جو

[1] سپہ سالار ذکر صلاح الدین زرکوبؒ، مناقب وغیرہ کی روایتین اس سے ذرا مختلف ہین،

حضرت شمسؒ سے تھے،

"خدمت مولانا، ہمان عشق بازی کہ با شیخ شمس الدینؒ داشت با وے پیش گرفت

(مناقب ونفحات، ذکر صلاح الدین زرکوبؒ)

"بعد از غیبت مولانا شمسؒ، تسکین وآرام بحضرت شان یافتند، چنانکہ سلطان ولدؒ

می فرماید، ؎

شورش شیخ ازو شدہ ساکن	وان ہمہ رنج وگفتگو ساکن
شیخ با او چنانکہ با آن شاہ	شمس تبریز چونکہ خاصۂ اللہ
خوش درآمیخت ہمچو شیر وشکر	کار ہر دو زہمہ گرشد زر

(سپہ سالار، ذکر صلاح الدین زرکوبؒ)

یہ رنگ دیکھکر عزیزون اور شاگردون کی آتش غضب بھڑ بھڑکی، اور شمسؒ کی طرح ان کی بھی آزار رسانی کی فکرین کی جانے لگین، لیکن بالآخر یہ سوچ کر، کہ مولانا کے روابط ان سے کم ہونے کے نہین، آزار رسانی کے منصوبہ کچھ زیادہ چلنے نہین پائے، ۶۶۲ھ مین انکا انتقال ہوگیا، تذکرون مین تصریح ہے، کہ مولانا کے ساتھ ان کی صحبت دس سال تک رہی اس حساب سے ان کے ساتھ مولانا کے ربط خاص کے آغاز کا زمانہ ۶۵۲ھ سمجھنا چاہیئے، ان کے ماتم مین جو نالۂ موزون مولانا کی زبان سے نکلا، وہ کلیات مین درج ہے، پہلا شعر یہ ہی،

اے زہجرانت زمین وآسمان بگریستہ

درمیان خود نشستہ عقل وجان بگریستہ

حسام الدین چلپیؒ، حضرت زرکوبؒ کے اٹھ جانیکے بعد مولاناؒ نے اپنا رفیق صحبت اپنے مرید باختصاص حسام الدین چلپیؒ کو منتخب فرمایا، اور شمسؒ وزرکوبؒ کی طرح، ان کے ساتھ

مراسم محبت، بے حد وبے پایان قائم ہو گئے، مثنوی کی تصنیف انھین کی تحریک پر کی،
اور مثنوی مین متعدد مقامات پر ان کا نام اس محبت و ذوق، خلوص و عقیدت کے ساتھ لیا ہے،
کہ گویا مرید کا نہین بلکہ مرشد کا ذکر رہے ہین، اور مثنوی کے ہر دفتر کے آغاز مین تصریح کیساتھ
انھین مخاطب کرتے گئے ہین، اس طرح جب تک دنیا مین مثنوی کا وجود باقی ہے حسام الدین
چلپیؒ کا نام بھی زندہ و قایم ہے، مرض الموت مین اپنا خلیفہ بھی انھین کو منتخب کیا،

دیگر معاصرین، مولاناؒ کے خاص رفیقانِ صحبت و یارانِ بزم بس یہی چند تھے، ان کے علاوہ
دوسرے ارباب کمال و مشاہیر عصر سے بھی مولانا کے تعلقات تھے، اور ملاقاتین ہوتی
رہتی تھین، چنانچہ ان حضرات مین، شیخ محی الدین ابن عربیؒ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ،
شیخ صدر الدین قونویؒ، شیخ اوحد الدین کرمانیؒ، امام نجم الدین رازیؒ کا بار بار ملنا مختلف
تذکرون مین آتا ہے، بعض روایتون مین شیخ سعدیؒ کی بھی ملاقات کا ذکر ہے، قطب الدین شیرازیؒ
اپنے وقت کے جید معقولی و فلسفی تھے، ان کی حاضری کی حکایت بھی مختلف طریقون سے
نقل کی گئی ہے، چنانچہ ایک بیان کے بموجب انھون نے حاضرِ خدمت ہو کر مولاناؒ کے پند و
موعظت سے برکت حاصل کی،[1]

ازواج و اولاد، شادیان دو ہوئین، پہلی بیوی، خواجہ شرف الدین لالای سمرقند کی صاحبزادی
گوہر خاتون تھین، ان کے بطن سے تین صاحبزادہ، بہاء الدین محمد سلطان ولدؒ، علاء الدین محمد
اور مظفر الدین تھے، ان خاتون کی وفات کے بعد، عقد ثانی، کرا خاتون، قونوی کیساتھ
ہوا، ان کے بطن سے ایک صاحبزادی ملکہ خاتون تولد ہوئین، ساری اولاد مین فرزند سعید
و خلف رشید، بہاء الدین سلطان ولد تھے، جو والد ماجد کے جانشین، اور ایک بڑے صاحب دل

[1] مدینۃ العلوم، ارنقی،

بزرگ ثابت ہوئے، اور حسام الدین چلپیؒ کی وفات کے بعد مسندِ خلافت پر بیٹھے،[1] انھون نے کوئی مثنوی بھی لکھی تھی جس کے اشعار مختلف تذکرون مین کثرت سے منقول ہوئے ہین،[2]

عام حالات، مولانا کا زمانہ، غیرون کی غلامی کا نہین اپنی حکومت کا زمانہ تھا، عموماً علماء و مشایخ کے لئے گران قدر سرکاری وظیفے اور روزینے مقرر رہتے تھے، مولانا کے لئے بھی اوقاف کی مد سے پندرہ دینار ماہوار کا وظیفہ مقرر تھا، اس کے معاوضہ مین مولانا کے سپرد، افتاء کی خدمت تھی، فرض شناسی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ تاکیدی حکم تھا، کہ خواہ کیسی ہی وجد و سکر کی کیفیت طاری ہو، استفتا جس وقت بھی آجائے، خدمت مین پیش کر دیا جائے، ۳۵، ۴۰ سال کی عمر تک عام مشغلہ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی تھا، اس کے بعد شمسؒ کی صحبت کے اثر سے وجد و استغراق کی کیفیت بڑھتی گئی، اور شمسؒ کے اتباع مین سماع کا ذوق غالب آتا گیا،[3] یہان تک کہ مناقب العارفین کی روایتون پر اگر اعتماد کر لیا جائے تو اکثر مسلسل کئی کئی دن شغلِ سماع مین گذر جاتے تھے،

شریعت کی پابندی، ایک طرف اس زور کی مستی و بیخودی، فنائیت اور وارستگی تھی لیکن دوسری طرف شریعت کے دائرہ سے کبھی قدم باہر نہ نکلنے پایا، شب بیداری، تہجد گزاری، کثرتِ نوافل، ودوامِ ذکر، کثرتِ صوم، عام معمولات تھے، ادائے نماز مین یہ شغف و اہتمام تھا، کہ جو بھی وقت نماز آتا، فوراً قبلہ رخ ہو جاتے، اور چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا، عشا کی نماز مین بعض اوقات، ساری ساری رات ختم ہو جاتی، سپہ سالار کے چند بیانات سننے کے قابل ہین،

"در بیخوابی شانے عظیم داشت"

"در مجاہدہ صوم و جوع آیتے بودند، چہ آن مجاہدہ کہ از ایشان مشاہدہ رفتہ ست

---

[1] بہ تفصیل مناقب العارفین سے ماخوذ ہین، [2] انکی دو مثنویان مطبوعہ تین قلمی میری نظر سے گذری ہین، ایک حیدرآباد کے کتبخانۂ آصفیہ مین اور ایک قصبہ سندیلہ (اودھ) مین ایک مثنوی بالکل مولانا کی مثنوی معنوی کا تکملہ معلوم ہوتی ہے، [3] سپہ سالار،

مقدور بشر نبود"۔

"در تمامت امور متابعتِ آنحضرت صلعم فرمودند و در فقر نیز تتبع بدان حضرت می کردند"

"چون وقتِ نماز رسیدے، متوجہ قبلہ شدندے، چہرۂ مبارک ایشان رنگ بہ رنگ گشتے" "بہ استغراق و خشوع بجد، و نیاز و خضوع بے حد، بہ نماز مستغرق می شدندے، و بہ کلی بہ صفاتِ بیچون متصل گشتندے"۔

"بہ کرّات مختلف مشاہدہ رفت کہ از اول عشا قیام کردے، و تکبیر بستے، تا اول صبح بہ دو رکعت نماز مستغرق بودے، و ہچنان در رکوع و سجود یک روز تمام و یک شب مشاہدہ رفت کہ مستغرق می بودندے"۔

مجاہدات و ریاضات شاقہ، زہد و قناعت، ترک و ایثار، ورع و تقویٰ، احترام شریعت، ذوقِ عبادت، اور اتباعِ سنت کے کثیر اور حیرت انگیز واقعات سے سپہ سالار، مناقب، اور دوسرے تذکرون کے اوراق لبریز ہین،

خلاصۂ تصوف، مولانا کی تعلیم جو کچھ تھی، اسکی تشریح سے مثنوی، نیز ملفوظات کی ایک ایک سطر لبریز ملتی ہے، لیکن ان کی ساری تعلیمات وارشادات کے عطر کو اگر چند لفظون مین تلاش کرنا ہے، تو اسی ملفوظ کے بالکل خاتمہ کی عبارت پڑھ لینی چاہیے؛ فرماتے ہین:۔

اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیة	مین تمھین وصیت کرتا ہون، کہ ظاہر
بقلة الطعام وقلة المنام وقلة الکلام،	اور باطن مین تقوی رکھو، کم کھاؤ، کم سوؤ، کم بولو
وہجران المعاصی والآثام وترک الشہوات	اور گناہون اور برائیون کو ترک کرو، اور

علی الدوام واحتمال الجفاء من الانام والمواظبة علی الصیام ودوام القیام، — خواہشوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دو، اور خلقت کی طرف سے سختیاں برداشت کرو اور ہمیشہ روزہ رکھتے رہو، اور ہمیشہ عبادت کیلئے کھڑے رہو،

ان کے سارے تصوف، ان کی ساری تعلیمات، ان کے سارے ارشادات کا عطر، خلاصہ، نچوڑ جو کچھ بھی کہا جائے، بس یہی ہے، یہی ان کا قول بھی تھا، اور یہی انکا عمل بھی، کہتے بھی یہی تھے، اور کرتے بھی یہی تھے، بتاتے بھی اسی کو تھے، اور برتتے بھی اسی کو تھے،

اپنی شاعری کی بابت رائے، — مثنوی اور مجموعۂ غزلیات کی عام شہرت کی بنا پر خیال یہ ہوتا ہے کہ مولانا ایک فطری شاعر تھے جو ہر وقت شعر گوئی میں مصروف رہتے ہونگے، لیکن اس ملفوظات میں مولانا نے خود اپنی شاعری پر جو اظہار رائے فرمایا ہے، اور جو خفیف اختلاف کیساتھ سپہ سالار میں بھی منقول ہے، وہ اس خیال کی تردید کے لیے بالکل کافی ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے شاعری سے کیا واسطہ، شاعری سے بڑھکر لغو کوئی مشغلہ نہیں، مگر یہاں کے لوگ میرے پاس اسی کے طالب ہو کر آتے ہیں، اور مجھ میں مروت اتنی ہے کہ کسی کو اپنے سے کبیدہ خاطر نہیں جانے دینا چاہتا ہوں، اس لیے ان لوگوں کی محض خاطرداری میں کلام موزوں کر لیتا ہوں،

در آخر من تا این حد دل دارم، کہ این یاران کہ پیش من می آیند، از بیم آنکہ ملول نہ شوند، شعرے بگویم تا بدان مشغول شوند....... وگرنہ من از کجا

ملہ یہ عجیب توارد ہے، کہ جس طرح ایک مشہور بزرگ (حضرت مولانا) کے ملفوظات کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوتا ہے اسی طرح ایک دوسرے مشہور بزرگ (حضرت نظام الدین اولیا محبوب الہیؒ) کے ملفوظات کی تقریباً ابتدا میں یہ الفاظ ملتے ہیں، ادکمال مرد و چہار چیز پیدا می شود قلة الطعام وقلة الکلام وقلة الصحبة مع الانام وقلة المنام، (فوائد الفواد، مرتبہ خواجہ حسن علا سجزی، صلہ مطبوعہ نولکشور)

وشعر از کجا، و اللہ کہ من از شعر بیزارم، کہ ازین بدتر چیزے نیست"،

تصانیف، مولانا نے جو اپنی مستقل معنوی یادگارین چھوڑی ہین حسب ذیل ہین:۔

(۱) کلیاتِ شمس تبریزؒ، غزلیات کا نہایت ضخیم مجموعہ جس مین کہا جاتا ہے کہ پچاس ہزار شعر درج ہین، عوام اسے شمس تبریزؒ کا کلام سمجھتے ہین، حالانکہ تمام تذکرہ نویس اس پر متفق ہین، کہ یہ سارا کلام مولانا ہی کا ہے، اور یہ بھی مسلّم ہے کہ شمسؒ بیچارہ تو شاید ایک مصرع بھی نہین کہہ سکتے تھے، اس کے علاوہ کلام خود خصوصًا جس صورت کے ساتھ شمسؒ کا نام مقطع مین آتا ہے، اس امر کی صریح شہادت دے رہا ہے، کہ اس کا کہنے والا شمسؒ کے سوا کوئی اور شخص ہے، ہندوستان مین نول کشور پریس (لکھنؤ) نے ایک متوسط ضخامت کا مجموعۂ دیوان شمس تبریز کے نام سے عرصہ ہوا چھاپا تھا، جو اغلاط مطبعی سے لبریز ہے، اسی پریس نے بعد کو ایک دوسرا نہایت ضخیم مجموعہ کلیاتِ شمس تبریزؒ کے نام سے شایع کیا؛ اس کی صحت کا خاص اہتمام کیا، اور اس کوشش مین ایک حد تک کامیاب بھی رہا، کلیات کا جو نسخہ ایران مین شایع ہوا ہے، وہ میری نظر سے نہین گذرا ہے، امرتسر (پنجاب) مین مدت ہوئی دیوان شمس الحقایق کے نام سے مولانا کا ایک مختصر دیوان شایع ہوا تھا، وہ غالبًا اس ایرانی نسخہ سے ماخوذ و منتخب تھا،

کلیات کے مطبوعہ نسخہ مین چند غزلین ایسی بھی ملتی ہین، جو اغلبًا الحاقی ہین، ان کے مضامین عقائد اہل سنت سے اس قدر علیحدہ و بیگانہ ہین، کہ مولانا جیسے زبردست متبع شریعت کی جانب انھین منسوب کرنا درست نہین معلوم ہوتا، مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منقبت مین وہ غزل جسکا ایک شعر یہ ہے:۔

ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و ہم باطن ہم عابد و ہم معبد و معبود علی بود

کلام کا بیشتر حصہ، غلبۂ سکر و مستی کے زمانہ کا کہا ہوا ہے، اس لئے علماء ظاہر کو اپنے مسلمات سے مطابقت دینے مین قدرۃً دشواری پیش آتی ہے، رباعیات، کلیات سے الگ بھی غالباً شائع ہو چکی ہین،

(۲) مثنوی، فرطِ شہرت سے کسی تعارف کی محتاج نہین، عربی، فارسی، ترکی، اردو، انگریزی، جرمنی، مشرق و مغرب کی تقریباً ہر اعلیٰ زبان مین اس کے ترجمہ، خلاصہ، شرح، حاشیہ بے تعداد شائع ہو چکے ہین، کل مثنوی چھ دفترون مین ہے، ہندوستان مین اس کے مطبوعہ اور قلمی دونون قسم کے نسخہ بکثرت ملتے ہین، بعض کتبخانون مین نفیس ترین قلمی نسخے میری نظر سے گزرے ہین، رحمت اللہ رعد مرحوم نے اپنے نامی پریس (کان پور) مین مولانا احمد حسن مرحوم کی تصحیح و تحشیہ کے ساتھ جو نسخہ چھ حصون مین الگ الگ، بہ کمال آب و تاب شائع کیا تھا اس سے بہتر کوئی مطبوعہ نسخہ میری نظر سے نہین گذرا ہے، اس وقت کیمبرج کے مشہور مستشرق پروفیسر نکلسن علاوہ انگریزی ترجمہ و حواشی وغیرہ کے محض اس کا متن تین جلدون مین اپنی تصحیح و تہذیب کے ساتھ طبع کر رہے ہین، ان سطور کی تحریر کے وقت تک اس کی صرف پہلی جلد، جو دفتر اول و دوم پر شامل ہے، شائع ہوئی ہے، اور اہتمام صحت و استناد کے لحاظ سے بے نظیر ہے،

شیخ اسمٰعیل قیصری، شارحِ مثنوی نے مدت ہوئی کہین سے مثنوی کا دفتر ہفتم بھی ڈھونڈھ نکالا تھا، لیکن علمائے فن نے اسے مولانا کی تصنیف قبول کرنے سے انکار کیا، اس وقت سے ابتک مختلف سمتون سے، متعدد کوششین "دفتر ہفتم" کے وجود مین لانیکی ہو چکی ہین، کسی صاحب کو خواب مین مولانا سے دفتر ہفتم کی تصنیف کی اجازت مل جاتی ہے، اور کسی کو کسی اور طریقہ سے لیکن قبول عام کی عدالت سے ابتک یہ سارے دعوی خارج ہی ہوتے رہے ہین،

ذوق وحال، سوز و گداز، وجد وکیف مین مثنوی کا ایک ایک شعر ڈوبا ہوا ہے، لیکن باہمہ برخلاف کلیات کے، احترامِ شریعت کا سررشتہ کہین بھی ہاتھ سے نہین جانے پایا ہے، اس لئے بڑے بڑے مقدس و متقی علما و فقہا نے بھی اس شراب کو "شراب طہور" کے حکم مین داخل رکھا ہے، اور خود بھی اس خمخانہ سے جی کھول کر سیراب ہوتے ہین، چنانچہ آج مثنوی کی جو شرحین اور حاشیہ موجود ہین، وہ زیادہ تر علماء ظاہر ہی کے قلم سے نکلے ہوئے ہین، مثنوی کا زمانۂ تصنیف، کلیات سے بہت بعد کا ہے، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولانا اس وقت مرتبۂ سکر و تلوین سے گذر کر منزلِ صحو و تمکین پر فائز ہو چکے تھے، جو حضرات صوفیہ کے طریقہ مین رُوحانی ترقی کا سدرۃ المنتہی ہے،

(۳) ملفوظات یا فیہ مافیہ، دنیا ابتک اس رسالہ کے صرف نام سے واقف تھی، آج مولانا کے وصال کے چھ سو تہتر سال (قمری) کے بعد محض کریم مطلق کے فضل وکرم سے پہلی بار یہ رسالہ منظر عام پر آرہا ہے، اور اس کی طبع و اشاعت کا سامان ہو رہا ہے، اس پر اجمالی تبصرہ صفحات آیندہ کا موضوع ہے،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبصرۂ

فیہ مافیہ

مولانا کی مشہور ترین یادگار ان کی ضخیم مثنوی اور اس سے اتر کر ان کا ضخیم تر دیوان ہے جو عام طور پر کلیاتِ شمس تبریز کے نام سے موسوم ہے، نثر مین مولانا کی تنہا یادگار یہی فیہ مافیہ ہے، یہ ان کی کوئی مستقل تصنیف نہین، بلکہ آپ کے متفرق ملفوظات کا مجموعہ ہے، جو اثنائے مجالس مین آپ کی زبانِ مبارک سے صادر ہوتے رہتے تھے، اور جو آپ کے صاحبزادہ سلطان بہاء الدین ولدؒ کے قلمبند و مرتب کئے ہوئے ہین، جیسا کہ دیباچہ کے شروع ہی مین تصریح موجود ہے، ملفوظات کے اصلی مخاطب، مرید با اختصاص معین الدین پروانہؒ ہین جو وزیرِ سلطنت بھی تھے، عموماً انھین سے تخاطب ہے، بیشتر انھین کے سوالات کے جوابات ہین، لیکن کہین کہین دوسرے مریدون اور سائلون کی جانب بھی روئے سخن ہے، چنانچہ خود سلطان بہاء الدینؒ ولد کے نام کی تصریح ایک سے زائد مقام پر ہے،

ملفوظات کی خیالات و مطالب، مثنوی کے خیالات و مطالب ہین، اندازِ بیان مثنوی کا اندازِ بیان ہے، زبان مثنوی کی زبان ہے، اس لئے ملفوظات کے صحیح و مستند ہونے مین بھی شبہہ کی وجہ نہین، فرق جو کچھ ہے، وہ اجمال اور تفصیل اور نثر و شاعری کا ہے، فیہ مافیہ مختصر ہے، اس لئے قدرۃً مطالب

مین اجمال ہے، مثنوی کی سی تکرار و تفصیل، شرح و بسط اس مین نہین بعلی ہذا جو جوش وخروش جو کیف و مستی، جو درد و گداز مثنوی کے ایک ایک شعر مین ہے، اس کا مقابلہ ملفوظات کے سارے اوراق مل کر بھی نہین کر سکتے، ان دو باتون سے اگر قطع نظر کر لی جائے، تو اور ہر حیثیت سے، فیہ مافیہ اور مثنوی، دونون ایک ہی پھول کی پنکھڑیان، ایک ہی گلشن کی بہارین، ایک ہی نور کی تجلیان ہین،

تذکرون مین ہے کہ مولانا درویش کامل بننے سے پیشتر علوم ظاہری و شرعی مین بھی کمال حاصل کر چکے تھے، مثنوی مین جس حسن وخوبی کے ساتھ آیات واحادیث کو تصرف مین لایا گیا ہے، اور جس سادہ و عام فہم طریقہ سے نازک، دشوار و دقیق مسائل کو حل کر دیا گیا ہے، وہ بجائے خود اس دعوی کے دلائل ہین، مزید شہادت فیہ مافیہ کے اوراق مین بہ کثرت ملتی ہے، آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے قدم قدم پر استشہاد ہے، اور علوم عقلی سے بھی بیگانگی کہین سے ظاہر نہین ہونے پاتی، اس سے اگر ایک طرف مولاناؒ کی وسعتِ نظر، تنوعِ کمالات اور جامعیتِ ظاہر و باطن کی تائید نکلتی ہے، تو دوسری طرف اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے، کہ مولاناؒ کے زمانہ تک اہل باطن کا طریقہ اہل ظاہر سے، اہل دل کا اہل علم سے، اور درویشون کا کتاب وسنت سے مخالف بلکہ مختلف بھی نہ تھا،

مثنوی اور کلیات کے پڑھنے کے بعد خیال یہ ہوتا ہے، کہ مولاناؒ کا شاید سب سے بڑا کمال اور اصلی جوہر ان کی شاعری اور شعر گوئی تھا، (اندازہ کیا گیا ہے، کہ کلیات مین ۵۰ ہزار سے اوپر اور مثنوی مین ۲۶ہزار سے اوپر اشعار ہین) لیکن فیہ مافیہ مین اس پردہ کو بالکل چاک کر دیا گیا ہے، اور صاف و واضح لفظون مین فرمادیا گیا ہے، کہ مجھے شاعری سے مطلق مناسبت نہین، مین تو شاعری سے بیزار ہون، محض اس ملک مین شاعری کی جانب عام رغبت و التفات دیکھ کر مین نے شعر کہنے شروع کر دیے، کہ اسی حیلہ سے لوگون کے دلون تک پہونچ سکون، اصل عبارت ملاحظہ ہو:-

"آخر من تا این حد دل دارم، کہ این یاران کہ نزد من می آیند، از بیم آنکہ ملول نہ شوند شعر می گویم، تا بدان مشغول شوند، واگرنہ من کجا شعر از کجا، واللہ کہ من از شعر بیزارم، و پیش من ازین بتر چیزے نیست، ہمچنانست کہ یکے دست در شکنبہ کردہ است و می شوید براے آرزوے مہمان، چون اشتہاے مہمان بدانست، مرا لازم شد، آخر آدمی بنگرد کہ خلق را در فلان شہر چہ کالا می باید آن خرد و آن فروشد اگرچہ دون ترین متاعہا باشد من تحصیلہا کردم در علوم و رنجہا بردم کہ نزد من فضلا و محققان و زیرکان آیند تا برایشان چیزے غریب و نفیس و دقیق، عرض کنم، حق تعالیٰ خود چنین خواست، آن ہمہ علمہا را این جا جمع کرد، و آن سیعہا را اینجا آورد، کہ من باین کار مشغول شوم، چہ توانم کرد، در ولایت ما از شاعری ننگتر کارے نہ بود، اما اگر در آن ولایت می ماندیم، موافقِ طبعِ ایشان می زیستیم و آن می ورزیدیم، کہ ایشان خواستندے مثل درس گفتن، و تصانیفِ کتب، و تذکیر، و زہد وعمل ظاہر ورزیدن"

کلیات مین جو غزلین درج ہین، تذکرون مین تصریح ہے، کہ مولانا کا وہ ابتدائی کلام ہے، خود اس کلام کے بھی ایک ایک لفظ سے جوش و مستی کا اظہار ہو رہا ہے، مثنوی اس کے بہت بعد تصنیف ہوئی ہے، تاہم جو زندگی اور جو اثر مثنوی کے اشعار مین ہے، وہ غزلون مین بھی نہین، فیہ ما فیہ سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے، اور ارشاد ہوتا ہے کہ جوش و ولولہ ابتدائی کلام مین تھا، اور اس لیے اس کلام مین اثر ہونا بھی قدرتی تھا، لیکن اب جبکہ وہ جوش اور وہ ولولہ سرد ہو چکا ہے، کلام مین اثر اب بھی وہی باقی ہے، اور یہ اُس رب کا فیضان ہے، جو مشرق و مغرب دونون کا رب ہے، جو طلوع و غروب، آغاز و انجام، ابتدا و انتہا، دونون حالتون مین اپنے فیضِ ربوبیت کو جاری رکھتا ہے،

"فرمود کہ اول شعر می گفتیم، داعیۂ عظیم بود کہ موجبِ گفتن بود، واکنون در آن وقت

اثر ہا دہشت، و این ساعت کہ داعیہ فاتر شدہ و در غروب است ہم اثر ہا دارد، و سنت حق تعالیٰ چنین است کہ چیز ہا در وقت شروق تربیت می فرماید، و ازو اثر ہائے عظیم و حکمت بسیار پیدا می شود و در حالت غروب نیز ہمان تربیت قائم است رب المشرق و المغرب، یعنی یربی الدواعی المشارقہ و الغاربۃ،، (صفحہ ۲۰۰-۲۰۱)

معتزلہ، فلاسفہ، ملاحدہ کے جواب مثنوی مین مولانا نے بہ کثرت مقامات پر دیئے ہین، یہی خصوصیت فیہ ما فیہ مین بھی ہے، معلوم ہوتا ہے مجالس مین بھی اکثر یہ تذکرے رہتے تھے، اور مولانا اپنی زبان مبارک سے اکثر ان گمراہ گروہون کی تردید فرماتے رہتے تھے، چنانچہ فیہ ما فیہ کے صفحات ذیل علاوہ دوسرے مقامات کے، اس حیثیت سے قابل ملاحظہ ہین، صفحہ ۲۰۱ و صفحہ ۲۰۴ و صفحہ ۵ و صفحہ ۶۱ و صفحہ ۶۲-۶۴ و صفحہ ۶۵ و صفحہ ۶۹-۷۰ و صفحہ ۱۱۵-۱۱۶ و صفحہ ۱۴۵ و صفحہ ۱۴۶ وقس علی ہذا، اور مخالفین کے مقابلہ مین طرز استدلال بھی بالکل وہی ہے جو مثنوی کا ہے،

مثنوی کی طرح ملفوظات مین بھی بہ ظاہر مکررات بہ کثرت ہین، لیکن مثنوی ہی کی طرح یہ مکررات صرف ظاہری ہین، حقیقی نہین، یعنی گو بات ایک ہی بیان کی ہے، لیکن نتائج ہر جگہ نئے نکالے ہین، اور یہ مولانا کے خصوصیات امتیازی مین ہے، کہ پہلے ایک بالکل سیدھی اور معمولی سی بات چھیڑتے ہین، اور پھر اس سے وہ وہ گہرے اور دور رس نتیجہ اور سبق پیدا کر دیتے ہین، کہ عموماً کسی کا ذہن بھی وہان تک نہین پہونچ سکتا، مثلاً ایک مضمون یہ ہے کہ دنیا اور اس کے سارے کارخانہ کی بنیاد محض غفلت پر ہے، صفحہ ۲۰۲ پر اس مضمون کو ان الفاظ مین بیان فرماتے ہین :-

،،چہ گویم دنیائے را کہ قوام او و ستون او غفلت بود نہ می بینی کہ چون کسے را بیدار می کنند از دنیا بیزار می شود و سرد می شود و او نیز ہمی گدازد، آدمی از کودکی کہ نشوونما می یزد بواسطہ غفلت بودہ است، و الا ہرگز نہ بالیدے و بزرگ نہ شدے،،

لیکن اس سے نتیجہ یہ نکالتے ہین کہ انسان کو جن مشکلات و مصائب مین ڈالا جاتا ہے، اور اس سے جو سخت شقتین لی جاتی ہین، ان سے مقصود صرف اسی قدر ہوتا ہے، کہ انسان کو اپنی غفلت سے پاک وصاف کرکے اسے عالم ابدی کی ابدی مسرتون اور دائمی راحتون سے مانوس و آشنا کیا جائے، اور اس پر بے نہایت رحمتون کا دروازہ کھول دیا جائے،

"پس چون او معمور و بزرگ بواسطہ غفلت شد باز حق تعالیٰ رنجہا و مجاہدہا جبراً و اختیاراً بگمارد تا آن غفلت ہارا ازو بشوید و او را پاک گرداند بعد ازان تواند با آن عالم آشنا گشتن، وجود آدمی بر مثال مزبلہ ایست تل سرگین الاتل سرگین اگر عزیز است و برائے آنست کہ برو خاتم بادشاہ ہست و وجود آدمی چون جوال گندم ہست پادشاہ ندا کند کہ این گندم را کجا می بری کہ صاع من دروست و آن از صاع غافلست، و غرق گندم شدہ است اگر از صاع واقف شود بگندم کے التفات کند اکنون ہر اندیشہ کہ ترا بعالم علوی می کشد و از عالم سفلی سرد و فاتر میگرداند، عکس و پرتو آن صاع است کہ برون می زند، و آدمی میل بآن عالم می کند چون بعکسہ میل بعالم سفلی کند، علامتش آن ست کہ آن در پردہ پنہان شدہ باشد (ص ۲۰۲)

سات صفحون کے بعد کارخانۂ کائنات کے مبنی بر غفلت، ہونے کے مفہوم کو پھر ان الفاظ مین ادا فرمایا ہے:-

"این خانہ را بنا از غفلت است و اجسام و عالم راہمہ قوامش بر غفلت است این جسم نیز کہ بالیدہ است از غفلت ست"۔ ص ۲۰۹،

لیکن یہان اس سے نتیجہ ایک بالکل دوسرا نکالا ہے، یہان اس مقدمہ سے توحید اور وحدت وجود پر ایک لطیف استدلال کیا ہے، اور اسکی صورت یہ رکھی ہے، کہ دین نام ہے ترک کفر کا بغیر کفر کے دین کا کوئی مفہوم ہی نہین ہو سکتا، اس لئے دین و کفر لازم و ملزوم ہین، اور ایک دوسرے کے

بغیر غیر موجود، پس معلوم ہوا کہ دونون کا خالق ایک ہی ہے، اور وہی وحدہ لاشریک لہ ہے، اس لئے کہ دونون کے خالق اگر الگ الگ ہوتے، تو ایسی چیزین پیدا کرتے، جو خود ایک دوسرے سے علیحدٰہ ہو سکتین،

"وغفلت کفرست و دین بے وجودِ کفر ممکن نیست زیرا دین ترکِ کفرست پس کفرے باید کہ ترکِ او توان کرد، پس ہر دو یک چیز اند، چون این بے آن نیست و آن بے این لا تجزی اند، خالقِ شان یکے باشد کہ اگر خالقِ شان یکے نبودے متجزی بودندے، زیرا ہر یکے چیزے آفریدی، پس متجزی بودندے، پس چون خالق یکے است وحدہ لاشریک لہ باشد" ص۲۰۹

اسی طرح کتاب بھر مین جہان جہان کوئی عبارت مکرر آئی ہے، وہان تکرار صرف ظاہری ہے حقیقی نہین، نتائج ہر جگہ جداگانہ نکالے گئے ہین،

متقدمین صوفیہ کے تذکرے بہ کثرت آئے ہین، اور بعض مقامات پر ان کے اقوال و احوال کی دلچسپ شرح و توجیہ بھی فرمائی گئی ہے، اس سلسلہ مین سب سے زیادہ، دلچسپ شرح منصور کے مشہور کلمۂ انا الحق کی ہے، "استغراق"، کی یہ شرح کرکے کہ اس کے معنی اپنی ہستی کے بالکل فنا کر دینے کے ہین، اور اس مرتبہ کی فضیلت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہین کہ "انا الحق" کو لوگون نے انانیت و خود بینی پر کیسے محمول کر لیا، یہ تو انتہائی فروتنی تھی، اس کا قائل تو اپنی خودی و ہستی کی قطعی نفی کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ مین تو حق مین شامل ہو گیا ہون، مین خود تو کچھ رہ ہی نہین گیا ہون، انانیت اگر نکلتی ہے تو انا العبد سے نکلتی ہے، جس کے معنی یہ ہین کہ ہستی معبود کے علاوہ، عبد خود اپنی ہستی کا بھی اثبات و ادعا کر رہا ہے!

"آخر این انا الحق گفتن منصور ہم ازین معنی است مردم پندارند کہ دعویٰ بزرگست

انا العبد گفتن دعویٰ بزرگ ست انا الحق عظیم تواضع ست، زیرا آنکہ می گوید کہ من عبد خدایم دو ہستی اثبات می کند، یکے خود را دیکے خدارا، اما آنکہ انا الحق میگوید خود را عدم کرد بیاد داد می گوید کہ انا الحق یعنی من نیستم ہمہ اوست جز خدارا ہستی نیست من بکلی عدم محضم و ہیچم تواضع درینجا بیشتر است اینست کہ مردم فہم نمی کنند،، (ص ۴۹)

اسی مفہوم کو ایک دوسری جگہ یوں ادا فرمایا ہے:۔

،، مستغرق آن ست کہ آب درا و تصرف میکند، او درا و در آب تصرفے نیست، سباح و مستغرق ہر دو در آبند، اما این را کہ آب می برد، محمول ست، و سباح حامل بقوتِ خویش است و باختیار خود ست، پس ہر جنبشے کہ مستغرق کند و ہر قولے و فعلے کہ از و صادر شود، آن از آب باشد، او در میانہ بہانہ است، ہمچنانکہ از دیوار سخنے بشنوی دانی کہ از دیوار نیست، کسیست کہ دیوار را در گفت در آوردہ است، اولیا ہمچنانند کہ پیش از مرگ مردہ اند و حکم در و دیوار گرفتہ در ایشان یک سر موے از ہستی نماندہ است، در دستِ قدرت حق سپرے اند، ہسپر را جنبش از خود نباشد، و معنی انا الحق این بود،، (ص ۸۰)

تیسری جگہ اسلوبِ بیان ذرا اور زیادہ لطیف ہو گیا ہے،

،، منصور را چون محبتِ حق بنہایت رسید، دشمنِ خود شد و خود را نیست گردانید گفت انا الحق یعنی من فنا گشتم و حق ماند و بس و این غایتِ تواضع است و نہایتِ بندگی یعنی اوست و بس و دعویٰ و تکبر آن باشد کہ گوئی تو خدائی و من بندہ پس ہستیِ خود را نیز اثبات کردہ باشی اینجا دوئی لازم آید و این نیز کہ می گوئی ہو الحق ہم دوئیست زیرا کہ تا انا نباشد ہو ممکن نشود پس حق گفت انا الحق چون غیر او موجود ی نبود و چون منصور فنا شدہ بود آن سخن حق بود،، (ص ۱۹۶)

صفحہ پر انا الحق کی جو شرح و توجیہ ایک بالکل نئے پیرایہ مین درج ہے، وہ سب سے زیادہ دلچسپ اور اہل ذوق کے لئے پر لطف ہے، ارشاد ہوتا ہے، کہ کسی بادشاہ نے اپنے غلامون کو حکم دیا کہ ایک مہمان عزیز آرہا ہے، ہر غلام اپنے ہاتھ مین سونے کا ایک ایک گلاس لیکر کھڑا ہو جائے، اس کے بعد جب بادشاہ سلامت برآمد ہوئے، تو جو غلام سب سے زیادہ مقرب و با اختصاص تھا، وہ جمال شاہی سے ایسا بیخود و مست ہوا کہ گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ گرا، اور ٹوٹ گیا، یہ دیکھکر اس کی تقلید مین دوسرے غلامون نے بھی اپنے اپنے گلاس پھینک کر توڑ ڈالے، اس پر جب عتاب سلطانی نازل ہوا، تو سبھون نے عرض کی، کہ ہم نے اس غلام خاص کو دیکھ کر یہ کیا، بادشاہ نے فرمایا، کہ اے بیوقوفو، وہ گلاس اس نے کب توڑا تھا، وہ تو ہم ہی نے توڑ دیا تھا، وہ ہمین دیکھکر اپنے آپے مین رہا کب تھا، وہ اس گھڑی غلام تھا ہی نہین جمال بادشاہی مین فنا ہو کر خود بادشاہ ہو گیا تھا، اس کا ظاہری قصور عین طاعت و کمال اطاعت تھا۔

"لولاک لما خلقت الافلاک" ہم انا الحق ست معنیش این ست کہ افلاک را برائے خود آفریدم این انا الحق ست بزبانے دیگر و رمزے دیگر"

مسیحیون سے مسلمانون کے مباحثے اس زمانہ سے بہت پیشتر شروع ہو چکے تھے، فیہ ما فیہ مین مسیحیت اور مسیحیون کے خلاف ضمناً متعدد مقامات پر اظہار خیال ہے، لیکن صفحہ ۱۳۱ سے صفحہ ۱۳۳ تک تو مسیحیت کے رد مین ایک مستقل فصل (عربی مین) وقف ہے، بعض صوفیون کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ دین کے بارہ مین مداہنت برتتے ہین، اور ادیان باطلہ کی تردید اس اہتمام سے نہین کرتے جس سے علماء ظاہر و متکلمین کرتے رہتے ہین، لیکن کم سے کم مولانا کے متعلق تو یہ خیال درست نہین، انھین اپنا اسلام اپنے تصوف سے کہین زیادہ عزیز ہے، اور انھون نے نہ صرف مسیحیت کے رد مین بلکہ دوسرے مذاہب و ادیان اور الحاد کے رد مین بھی اپنی حرارت دینی کا پوری طرح اظہار کیا ہے، مثلاً صفحہ ۲۰-۲۱ و صفحہ ۱۴۶،

آیات قرآنی کی تفسیر مین مولانا نے جو لطیف و نادر نکتہ پیدا کئے ہین، ان سے پورا لطف

اس وقت اٹھایا جا سکتا ہے، جب عام مفسرین کے اقوال پر بھی نظر ہو، کلام مجید کے سورۂ بقر مین حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور نمرود کا جو مناظرہ درج ہے، اسے پڑھکر عموماً شبہہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت خلیل نے وجود باری پر پہلے تو یہ دلیل پیش کی کہ زندگی اور موت اسی کے ہاتھ مین ہے، اور جب اس کا ایک جواب اپنی فہم کے مطابق نمرود نے دیدیا، تو آپ اپنی پہلی دلیل کو چھوڑکر دوسری دلیل آفتاب کے طلوع مشرق سے پیش فرمانے لگے، مولانا فرماتے ہین، کہ حضرت خلیل نے اپنی دلیل چھوڑی ہرگز نہین بلکہ پہلے اپنے اس دعوی کی کہ سنت اللہ ایک ہی جاری رہتی ہے، تجھ مین اگر قوت ہے، تو کسی سنت الٰہی کو توڑکر دکھلاوے، جو مثال انسان کی موت و زندگی سے پیش کی تھی، جب دیکھا کہ نمرود کی سمجھ مین اتنی موٹی سی بات بھی نہین آتی تو جھٹ اسی دعوی کی یہ دوسری مثال جو اس سے بھی زیادہ محسوس و عام فہم تھی، پیش کردی،

"حاشا کہ ابراہیم علیہ السلام بدلیل او ملزم شود و او را جواب نماند بلکہ این ہمان سخن ست در مثال دیگر یعنی حق تعالیٰ جنین را از مشرق رحم بر می آرد و بمغرب گور فرو می برد تو اگر دعوی خدائی میکنی بعکس آن کن از مغرب گور آور د و در مشرق رحم باز فرو بر پس یک سخن بوده باشد حجت ابراہیم علیہ السلام حق تعالیٰ آدمی را ہر لحظہ از نوی آفریند و در باطن او چیزے دیگر تازہ تازہ می فرستد، کہ اول بدوم نمی ماند الا او از خویشتن غافل است و خود را نمی شناسد،" (ص ۱۲)

سورہ اذا جاء نصر اللہ کی جو عام و معروف تفسیر ہے، وہ تفسیر کی تمام متداول کتابون مین درج ہے، مولانا اسے درج فرماتے ہین لیکن اس کے درج کرنے کے بعد اپنے مخصوص رنگ مین اس سے جو جو نکات و لطائف پیدا کرتے ہین اور اسے جس طرح سالک کے اصول مراتب و مقامات کے حق مین دستور العمل بناتے ہین، اس سے مستفید ہونے کے لئے ذیل کا طویل اقتباس ملاحظہ ہو:۔

"اما محققان میگویند، کہ معنیش آن ست، کہ آدمی پندارد کہ او صافِ ذمیمہ را بعمل خود و جہاد از خویشتن

دفع کند، چون بسیار مجاہدہ کند و قوت ہا و آلتہا را بذل کند. نومید شود، خدائے تعالیٰ او را گوید کہ می پنداشتی کہ بقوت، و فعل و عمل تو خواہد شدن، آن سنتے ست کہ نہادہ ام یعنی آنچہ تو داری در راہِ ما بذل کن، بعد از آن بخششِ ما در رسد، درین راہ بے پایان ترا می فرمائیم، کہ بدین دست و پائے ضعیف سیر کن، ما را معلوم ست کہ باین دست و پائے ضعیف این راہ را نخواہی بریدن، بلکہ بصد ہزار سال یک منزل ازین نہ توانی بریدن الا چون درین راہ بروی، چنانکہ از پائے درآئی و بیفتی و ترا دیگر ہیچ طاقتِ رفتن نماند، بعد از آن عنایتِ حق ترا برگیرد، چنانکہ طفل را مادام کہ شیر خوارہ است او را برمیگیرند وچون بزرگ شد او را بخود رہا می کنند تا میرود، اکنون چون قوتہائے تو نماند، در آن وقت کہ این قوتہا داشتی و این مجاہدہا می نمودی، گاہ گاہے میانِ خواب و بیداری ترا لطفے می نمودم، تا بدان در طلبِ ما قوت می گرفتی، و امیدوار می شدی، این ساعت کہ این قوت نماند بخششہائے ما و عنایتہائے ما را ببینی وقتے کہ تو خود را درمیان نہ بینی و دست و پائے خود را بے ہدایت و ارشادِ ما با قوت نہ دانی، عنایت و جذبۂ ما در رسد و ترا برگیرد، و فوج فوج عنایت ما بر تو فرود می آید، کہ بصد ہزار کوشش از ان ذرہٴ نمی دیدی اکنون فسبح بحمد ربک واستغفرہ. پس استغفار کن ازین اندیشہ و پندار کہ می پنداشتی کہ آن کار از دست و پائے تو خواہد برآمدن، و از ما نمی دیدی، اکنون چون دیدی کہ از ما ست استغفار کن، کہ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا، (ص ۸۶-۸۷)

مولانا کا تصوف اسلام کا تصوف تھا، کتاب و سنت کا تصوف تھا، طاعت و عبادت کا تصوف تھا، تقویٰ و طہارت کا تصوف تھا، رندی و بے قیدی، آزادی و وارستگی کا تصوف نہ تھا، مولانا کی مجالس ذکرِ الٰہی و تزکیۂ نفس کی مجالس ہوتی تھیں، فیہ ما فیہ شروع سے آخر تک اسی تعلیم سے لبریز ہے، کہیں کسی آیت

قرآنی کی تفسیر بیان ہورہی ہے، کہین کسی حدیث نبوی کی شرح ہورہی ہے کہین ملحدون اور بومذہبون کی تردید ہورہی ہے، کہین نماز کے لطائف و اسرار بیان ہورہے ہین، کہین اصول وعقائدِ اسلام کی خوبیان روشن کیجارہی ہین، کہین اصلاحِ نفس وتزکیۂ باطن کے طریقون کی تعلیم ہورہی ہے کہین اگلے بزرگون اور اللہ کے دوستون کے مناقب وفضائل ذکر ہورہے ہین، بس ان کے علاوہ شروع سے آخر تک کسی مقام پر نہ آج کل کی رسمی پیرزادگی وسجادہ نشینی کا ذکر ہے، نہ قبور کے سجدہ وطواف کا، نہ چادر اور گاگر کا، اور نہ مروجہ عرس اور غسلِ مزارات کا! خاتمۂ کلام ان الفاظ پر ہوا ہے جو بہت تھوڑے سے فرق کے ساتھ سلسلۂ چشتیہ کے چشم وچراغ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی کی زبان مبارک سے بھی ادا ہوتے ہین، یعنی اللہ سے تقوی اختیار کرو، کم کھاؤ، کم سوؤ، کم بولو، گناہون سے بچو، خواہشاتِ نفس کو مغلوب کرو، خلق اللہ کا جور وجفا برداشت کرو، دن مین روزہ اور شب مین نماز کی عادت دائمی رکھو، بدون کی صحبت سے الگ رہو، اور صالحین کی صحبت اختیار کرو!

اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیۃ وبقلۃ الطعام وقلۃ المنام وقلۃ الکلام وھجرۃ من المعاصی والاثام وترك الشھوات علی الدوام واحتمال الجفاء من جمیع الانام والمواظبۃ علی الصیام ودوام القیام وترك المجالسۃ بالسفھاء اللیام من العوام ومصاحبۃ الصالحین والکرام، اخوانی اخوانی احفظوا منی ھذہ الوصیۃ لاتکونوا فی قید دولۃ وفضیلۃ ولکن کونوا فی قید ان یفتح اللہ قلوبکم،

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سیدنا محمد وآلہ اجمعین

اما بعد این رسالہ ایست موسوم بہ فیہ ما فیہ، از کلام مولانا جلال الدین محمدؒ بلخی المشہور بمولانا رومی کہ سلطان بہاء الدین ولد در اثناء مجلس او نوشتہ،

اما نسب مولانا جلال الدین از پدر با امیر المومنین ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ میرود و از ما در بسلطان ادہم قدس سرہ و پدر او مولانا بہاء الدین محمدؒ مشہور بولد از بلخ بود و در علوم ماہر بود و صاحب حال در عہد سلطان محمد خوارزمشاہ مثل او در فتوی در آن عصر کسے نبود چنانچہ یکشب مفتیان بلخ باتفاق در خواب دیدند کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در اندرون خیمہ نشستہ بودی و مولانا بہاء الدین از در خیمہ اندرون آمدی و حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم او را در پہلوی خود نشاندی و بمفتیان گفتی کہ بعد ازین مولانا بہاء الدین را سلطان العلما گوئید بامداد مفتیان باتفاق پیش مولانا بہاء الدین آمدند تا خواب را عرض کنند مولانا بہاء الدین تمام خواب ایشان باز گفت حیرت ایشان زیادہ شد علی ہذا بہاء الدین در بلخ وعظ گفتی و از ضمائر خلق نشان دادی تا از مدتی چنان افتاد کہ خاطر او از محمد خوارزمشاہ و بلخیان برنجید و باشارۂ غیب با مولانا جلال الدین و دیگر فرزندان

۱؎ یہ دیباچہ صرف ہندی نسخون مین ہے، قسطنطینہ کے نسخون مین نہین ہے،

از بلخ بیرون آمد و عازم زیارتِ کعبہ شد، در راہ خبر باو رسید کہ لشکر تتار قصد بلخ کردند و قتل و خرابی بسیار واقع شد و اہالی آن تمام متفرق شدند، بیت

تا دلِ اہل دلے نامد بدرد،
ہیچ قومی را خدا رسوا نکرد،

القصہ مولانا بہاء الدین بعد از گزاردن حج متوجہ روم شدند و قونیہ را برگزیدند و ساکن شدند ہر دم قونیہ چون صورت و سیرت و کلمات و حالات و کرامات و وعظ او را مشاہدہ کردند یکبار مطیع شدند و سلطان علاء الدین نیز مرید و معتقد شد چون دو سال برین حال بگذشت مولانا بہاء الدین برحمت حق پیوست بعد از ان سلطان علاء الدین و صدور قونیہ بر مولانا جلال الدین جمع شدند و او را بجای پدر نشاندند و در مجلس از و مستفید میشدند

اما مولانا بہاء الدین را مریدے بود نام او سید برہان الدین محقق ترمذی کہ در جوانی از ترمذ بہ بلخ آمدہ بود و کراماتِ مولانا بہاء الدین مشاہدہ کردہ بود و مرید شدہ و بمراد رسیدہ و در آخر قطب الاقطاب شدہ و در حالت ہجرت مولانا بہاء الدین از بلخ غائب بود چون بعد از مدتی باز متوجہ بلخ شد و احوال معلوم کرد عازم قونیہ شد، چون بقونیہ رسید یکسال بود کہ مولانا بہاء الدین از دنیا رحلت کردہ بود و مولانا جلال الدین بجاے پدر نشستہ بود،

پس سید برہان الدین با مولانا جلال الدین صحبت داشت او را در علومِ ظاہر ماہر دید باو گفت کہ اگرچہ در علم ظاہر جاے پدر گرفتۂ اما پدرت غیر ازین علوم ظاہر حالات دیگر داشت و آن دیدنی ست [1]، نہ آموختنی اما آن از پدرِ تو بمن رسیدہ است اگر مرید شوی مراد یابی مولانا جلال الدین برغبت تمام مرید شد و مدت نہ سال در خدمت او بود تا سید برہان الدین وفات یافت و بعد از پنج سال بہ شمس الدین تبریزی رسید و مدتی کمر ارادت او بست بمیان

---

[1] آمدنی است، (الف)

تاشمس الدین ناپیدا شد بعد ازان درخدمت صلاح الدین زرکوب مدتی بسر برد و بخدمت چلپی حسام الدین حسن وفات یافت،

بسم اللہ رب یسر وتمم مع العمل بالخیر

این رسالہ گنجینۂ اسرار الہی ست و نوادر آثار نامتناہی ست مطلع انوار قدس است منبع اسرار فردوس است نتائج عالم حقایق است و جواہر معدن دقائق است منشا اصول روحانی ست و مخزن کنوز ربانی است مفتاح خزائن یقین و اعلام قلوب محققین ست انہار جنات غیب است و انوار آفتاب لاریب است مرکز دائرۂ معانی ست و مہبط کنوز سبع مثانی از تالیف حضرت مولانا و ہادینا الی اللہ تعالیٰ سلطان العلماء و قطب الاولیا و تاج العرفا منہاج الطالبین و دلیل الواصلین حجۃ الحق والدین الاسلام والمسلمین جلالۃ الملۃ والدین محمد البلخی المشتہر بہ مولانا رومی نور اللہ مضجعہ وقدس روحہ و افاض انوار معارفہ علی کافۃ المریدین والمعتقدین وجمیع المسلمین وصلی اللہ علی محمد وآلہ اجمعین :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الخبر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم شر العلماء من زار الامراء وخیر الامراء[1] من زار العلماء نعم الامیر علی باب الفقیر وبئس الفقیر علی باب الامیر صدق رسول اللہ
خلقان صورت این سخن را گرفتہ اند، کہ نشاید کہ عالم بزیارت امیر آید، تا از شرور علماء نباشد معنیش آن نیست کہ ایشان پنداشتہ اند، بلکہ معنیش اینست، کہ شر عالمان آن کس باشد کہ او مدد از امرا گیرد، و صلاح و سداد او بواسطۂ امرا باشد، و از ترس ایشان صلاح ورزد اول خود تحصیل بنیت آن کردہ باشد، کہ امرا مرا صلہ دہند، و حرمت دارند، و منصب دہند، پس از سبب امرا او صلاح پزیرفت، و از جہل بعلم مبدل شد، چون عالم شد از ترس و سیاست ایشان مودب شد و بروفق طریق میرود کام و ناکام عالم چون چنین باشد اگر امیر بصورت بزیارت او آید و اگر او بزیارت امیر رود علی کل حال عالم زائر باشد و امیر مزور و چون عالم در صدد آن باشد کہ او بسبب امرا بعلم متصف نشدہ باشد بلکہ علم او اولاً و آخراً برائے خدا بودہ باشد و طریق ورزش او براہ صواب بود کہ طبع او خود آن ست و جز آن نتواند کردن چنانچہ ماہی جز در آب زندگانی و باش نتواند کردن واز او آن آید این چنین عالم را عقل سائس و زاجر باشد نہ خوف امرا، بلکہ از ہیبت او در زمان او ہمہ عالم منزجر باشند و استمداد از پرتو عکس او گیرند،

[1] بدتر عالم وہ ہے، جو امرا کی ملاقات کو جائے، اور بہتر امیر وہ ہے، جو امیر کی زیارت کو جائے، بہتر ہے وہ امیر جو فقیر کے دروازہ پر ہو، اور بدتر ہے وہ فقیر جو امیر کے دروازہ پر ہو، سنن ابن ماجہ میں اس حدیث کے مفہوم کو، بہ تغیر الفاظ نقل کیا ہے

اگرچہ ازین آگاہ باشند یا نباشند این چنین عالم اگر نبزد امیر رود بصورت زائر امیر باشد ولیکن مزور باشد، زیرا کہ در کل احوال امیر از وحظ می ستاند، ومدد می گیرد، وآن عالم از و مستغنی است، ہمچو آفتاب نور بخش است، کار او عطا و بخشش است علی السبیل العموم سنگہا را لعل ویاقوت ودر ومرجان کند وگوہر ہائے خالی را کانہائے مس وزر وآہن ونقرہ کند، وخاکہا را سبز وتازہ ودرختان را میوہ ہائے گوناگون بخشد، پیشہ او عطا است، بخشد وبدہد، و بریزد وچنانچہ عرب مثل می گوید نحن تعلمنا ان نعطی وما تعلمنا ان ناخذ پس علی کل حال ایشان مزور باشند وامرا زائر،

خدائے تعالی فرمود بر علم خود وقوت وقدرت خود تکیہ مکنید، وعالم وقوی وقادر مرا دانید، تا شما را از استعانت بغیر والتجا بامرا وسلاطین نگاہ دارم ایاک نعبد وایاک نستعین بگوئید، در خاطرم چون چنین می آید کہ این را تفسیر می کنم اگرچہ مناسب این مقال نیست، اما در خاطرم چون چنین می آید پس بگوئیم تا برود حق تعالی می فرماید کہ یا ایھا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا یؤتکم خیرا مما اخذ منکم ویغفر لکم واللہ غفور الرحیم[1] سبب نزول این آیت آن بود کہ مصطفے صلوۃ الرحمن علیہ کافران را شکستہ بود وقتل وغارت کردہ واسیران بسیار گرفتہ بند در دست و پا کردہ، وآوردہ اند درمیان آن اسیران یکے عم او بود عباس رضی اللہ عنہ ایشان ہمہ شب در بند و در عجز وذلت می گریستند و می زاریدند، وامید از خود بریدہ بودند ومنتظر تیغ وکشتن می بودند مصطفے علیہ السلام در ایشان نظر کرد

[1] "اے پیغمبر، ان قیدیوں سے جو تم مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں یہ کہدو، کہ اگر خدا تمھارے دلوں میں نیکی دیکھے گا تو جو کچھ تم سے چھینا گیا ہے اس سے بہتر تمھیں عطا کریگا، اور تمھیں بخشے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔ (انفال ع ۱۰)

و بخندید، پنداشتند که از برائے مغلوبی ایشان می خندد، بایکدگر ایشان گفتند دیدی که درو بشریت هست و آنچه دعوی امی کرد که در من صفت بشریت نیست بخلاف راستی بود اینک در ما نظر می کند ما را درین بند وغل اسیر خود می بیند و شادمی شود و می خندد همچنانکه نفسانیان چون بر دشمن ظفر یابند و ایشان را مقهور خود بینند شادمان گردند و در طرب آیند مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ضمیر ایشان را دریافت گفت "نے"، حاشا که من ازین رو نمی خندم که دشمنان را مقهور خود می بینم یا شما را بر زیان می بینم وازان شادمی شوم بل خنده ام ازان می گیرد که می بینم بچشم سر قومی را از تون واز دوزخ واز دود مان سیاه بغل و زنجیر کشکشان بزور بسوی بهشت و رضوان وگلستان ابدی می برم و ایشان در فغان و نفیر که ما را ازین مهلکه پر خطر در آن گلشن با من جرامی بری خنده ام می گیرم با این همه چون شما را آن نظر هنوز نشده است که این را می گویم در یابید وعیان به بینید[۱]،

عجبت من قوم یقادون الے الجنۃ بالسلاسل[۲]

پس فرمود که حق تعالی می فرماید که این اسیران را بگو که شما اول لشکر ها جمع کردید و شوکت بسیار، و بر مردی و پهلوانی و انبوهی و شوکت خود اعتماد کلی می نمودید و کلی بر آن مغرور شدید و با خود می گفتید که ما چنین کنیم و مسلمانان را بشکنیم و مقهور گردانیم و بر خود قادرے از شما قادر تر نمی دیدید و قاهری و بالای خود نمی دانستید، لاجرم هر چه تدبیر کردید که چنین شود، جمله بعکس آن شد باز اکنون که در خوف مانده اید هم ازان علت توبه نکردید و نومید شدید و بالاے خود قادری نمی بینید پس می باید که در حالِ قوت و شوکت

---

[۱] مثنوی میں یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ درج ہے (مثنوی، دفتر ۳ تفسیر حدیث لاتفضلونی علی یونس بن متی)

[۲] مجھے تعجب ہوا اس جماعت پر جو زنجیروں سے گھسیٹ کر جنت کی طرف لائی جا رہی ہے،

مرا ببینید و خود را مقهورِ من دانید تا کارہا ہی شما میسر شود و در حال خوف از من امید مبرید
کہ قادرم شما را ازین خوف برہانم و ایمن کنم، آن کس کہ از گاو سفید گاو سیاہ بیرون آورد
ہم تواند کہ از گاو سیاہ گاوِ سفید بیرون آورد کہ تولج اللیل فی النہار و تولج النہار فی اللیل و تخرج الحی
من المیت و تخرج المیت من الحی[1]، اکنون درین حالت کہ اسیرید امید از من مبرید و از حضرت
من نومید مشوید تا شما را دست گیرم کہ انہ لا ییاس من روح اللہ الا القوم الکافرون[2]
اکنون حق تعالی می فرماید کہ اے اسیران اگر از مذہب اول باز گردید در خوف و رجا
مرا ببینید و در کل احوال خود را مقہور قہر من ببینید تا من شما را ازین خوف برہانم و
و ہر مالے کہ از شما بتاراج رفتہ است و تلف گشتہ جملہ را باز بشما دہم بلکہ اضعاف
آن و بہ ازان شما را آمرزیدہ گردانم و دولت آخرت نیز بدولت دنیا مقرون گردانم
عباس گفت توبہ کردم و از آنچ بودم باز آمدم، مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ این
دعوی را کہ می کنی حق تعالی از تو نشان می طلبد، ے

دعوے عشق کردن آسان است لیک آن را دلیل و برہان است

عباس گفت بسم اللہ فرما چہ نشان می طلبی فرمود کہ ازان مالہا کہ ترا ماندہ است
ایثار لشکر اسلام کن تا لشکر اسلام قوت گیرد اگر مسلمان شدہ و نیکی اسلام و مسلمانی می
خواہی گفت یا رسول اللہ مرا چہ ماندہ است ہمہ بتاراج بردہ اند حصیری کہنہ رہا کردہ
اند رسول اللہ صلعم فرمود دیدی کہ ہنوز راست نشدی و از انچہ بودی باز نگشتی بگویم
کہ مال چہ قدر داری و کجا پنہان کردہ و بکہ سپردہ و در چہ موضع دفن کردہ، گفت

---

[1] تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور دن کو رات میں اور تو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے (آل عمران ع ۳)
[2] خدا کی رحمت سے تو بس کافروں کے سوا اور کوئی مایوس نہیں ہوتا۔ (یوسف ع ۱۰)

حاشا رسول فرمود چندین مال معین به ام فضل نه سپردی؟ و در فلان دیوار دفن نکردی؟
و وی را وصیت نکردی بتفصیل؟ که اگر باز آیم بمن بسپاری و اگر باز نیایم چندینی در فلان مصلحت
صرف کنی و چندینی بفلان دهی و چندینی ترا باشد چون عباس این را بشنید انگشت برآورد
و بصدق تمام ایمان آورد و گفت ای پیغامبر بحق من می پنداشتم که ترا اقبالی هست از
دور فلک چنانک متقدمان را بوده است از ملوک مثل هامان و شداد و غیرهم چون این را
فرمودی معلوم شد و حقیقت گشت که این اقبال آن سریست والٰهیست ربانیست
مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم فرمود راست گفتی این بار شنیدم که آن زنار شک که در باطن داشتی
بگسست و آواز آن بگوش من رسید مرا گوشیست پنهان در عین جان که هر که زنار شک و
شرک و کفر را پاره کند من بگوش پنهان بشنوم و آواز آن بریدن بگوش جان من برسد اکنون
حقیقت است که راست شدی و ایمان آوردی ،

مولانا فرمود در تفسیر این که من این را با میر پروانه برای آن گفتم که تو اول سر مسلمانی
شدی که خود را فدا کنم و عقل و رای و تدبیر خود را برای بقای اسلام و کثرت اهل اسلام
کنم تا اسلام بماند و چون اعتماد برای خود کردی و حق را ندیدی، و همه را از حق ندانستی،
پس حق تعالی عین آن اعتماد را سبب وهن وسعی را سبب نقص اسلام کرد که تو با تاتار یکی شده
یاری می دهی تا شامیان را و مصریان را فنا کنی، و ولایت اسلام را خراب کنی پس آن سبب
را که بقای اسلام بود سبب نقص اسلام کرد پس درین حالت روی بخدا آور که محل خوف است
و صدقها ده که ترا ازین حالت بد که هست برهاند و از امید مبر اگرچه ترا از چنان طاعت درچنین معصیت انداخت آن
طاعت را از خود دیدی برای آن درین معصیت افتادی، اکنون درین معصیت نیز امید مبر و تضرع کن که
او قادرست که از آن طاعت معصیت پیدا کرد و ازین معصیت طاعت پیدا کند و ترا ازین پشیمانی دهد و اسبابی

پیش آرد که تو باز در کثرت مسلمانی کوشی و قوت مسلمانی باشی امید مبر که انه لاییاس من روح الله الا القوم الکافرون ۱؎ غرضم این بود تا او این فهم کند، و درین حالت صدقها دهد، و تضرع کند، که از حالت عالی بغایت در حالت دون آمده است، و درین حالت امیدوار باشد، حق تعالی مکارست، صورتهاے خوب نماید که در شکم آن صورتهاے بد باشد تا آدمی مغرور نشود که مرا خوب راے و خوب کاری مصور شد و رو نمود اگر چه چنانکه هر چه نمودی، همچنان بودی پیغامبر خدا صلی الله علیه وسلم با همچنان نظر تیز منور منور فریاد نکردی که ارنی الاشیاء کما هی ۲؎ خوب می نمائی و در حقیقت آن زشتست، زشت می نمائی و در حقیقت آن نغز است، پس بما هر چیز را چنان نما که هست تا در دام نیفتیم و پیوسته گمراه نباشیم، اکنون راے تو اگر چه خوب است و روشنست از رای او بهتر نباشد او چنین می گفت اکنون تو نیز بهر تصوری و هر رای اعتماد مکن تضرع می کن و ترسان می باش مرا غرض این بود و او این آیت را و این تفسیر را تاویل بارادت و رای خود کرد که ما این ساعت که لشکرها می بریم نمی باید که بر راے خود و آن لشکر را اعتماد کنیم و اگر شکسته شویم در آن خوف و بیچارگی هم از و امید نباید برید سخن را بوفق مراد خود برد، و مرا غرض این بود که گفتم،

فصل

یکے می گفت که مولانا سخن می فرماید، گفتم آخر آن شخص را ز دمن خیال من آورد این خیال من با وی سخن نگفت که چونی و چگونه بی سخن خیال او را این جا جذب کرد اگر حقیقت من او را بی سخن جذب کند و جای دیگر بر د چه عجب باشد، سخن سایه حقیقت است و فرع

۱؎ حاشیہ اوپر گذر چکا ۲؎ اے خدا مجھے سب چیزیں اس حال میں دکھا جیسی وہ حقیقۃً ہیں، دعاے ماثور میں یہ الفاظ آئے ہیں اللھم ارنا الحق حقاً

حقیقت، چون سایہ او را جذب کرد حقیقت بطریق اولی کند، سخن بہانہ ایست، آدمی را
با آدمی آن جزو مناسب جذب می کند نہ سخن، بلکہ اگر صد ہزار معجزہ و بیان و کرامات بیند
چون درو از آن نبی یا ولی جزوی مناسب نباشد سود ندارد، آن جزوست کہ او را در
جوش و بے قراری دارد، در کہ از کہربا اگر جزوی نباشد ہرگز سوی کہربا نرود، آن جنسیت
میان ایشان خفیست، در نظر نمی آید، آدمی را خیالِ ہر چیز با آن چیز می برد خیال باغ
بباغ می برد و خیال دوکان بدکان، اما درین خیالات تزویر پنہان است نمی بینم کہ
فلان جایگاہ می روی پشیمان می شوی و می گوئی پنداشتم کہ خیر باشد آن خود نبود پس این
خیالات بر مثال چادرند در چادر کسے پنہان است ہرگاہ کہ خیالات از میان برخیزد و
حقایق روی نماید بی چادر خیال قیامت باشد آنجا کہ حال چنین شود پشیمانی نماند ہر حقیقت
کہ ترا جذب می کند چیزے دیگر غیر آن نباشد ہمان حقیقت باشد کہ ترا جذب کرد،
یوم تبلی السرائر[1] چہ جایکہ اینست کہ می گویم بلکہ در حقیقت خود کشندہ یکیست اما
متعدد می نماید نمی بینی کہ آدمی را صد چیز آرزوست از میوہ و طعامہائے گوناگون می گوید
تتماج خواہم بورک خواہم حلوا خواہم قلیہ خواہم میوہ خواہم خرما خواہم انجیر خواہم این عددہا
می نماید و بگفت می آورد اما اصلش یکیست اصلش گرسنگیست نمی بینی چون از یک
چیز سیر شد می گوید ہیچ ازینہا نمی باید پس معلوم شد کہ دہ و صد نبود یک یک بود، وما جعلنا
عدتہم الا فتنۃ[2] این شمار خلق فتنہ است کہ گویند این یکی و ایشان صد یعنی ولی را
یک گویند و خلقان بسیار را صد و ہزار گویند این فتنہ عظیم است این نظر و این اندیشہ

---

[1] جس دن راز جانچے جائینگے،، (طارق ع ۱) [2] ،، ہم نے ان کا شمار اور تعداد فتنہ ہی کی غرض
سے رکھا ہے،، (مدثر ع ۲)

که ایشان را بسیار بیند و او را یک فتنهٔ عظیم است، وما جعلنا عدتهم الا فتنة[1]
کدام صد کدام پنجاه و کدام شصت؟ قومی بی دست و پا و بی هوش و بی جان
چون طلسم و سیماب می جنبند، اکنون ایشان را شصت یا صد یا هزار گوئی واین را
یکی بلک ایشان هیچند واین هزار و صد هزار و هزاران هزار،

قلیل اذا عد واکثیر اذا شد وا

پادشاهی یکی را صد مرده نان پاره داده بود لشکر عتاب می کردند پادشاه بخود می گفت
روزے بیاید که بشما بنمایم که بدانید که این تفضیل چرا می کردم وچون روزے مصاف شد همه
گریخته بودند و او تنها می زد گفت اینک برای این مصلحت بود،

آدمی می باید که آن تمیز خود را عاری از غرضها کند، و یاری جوید در دین، که دین
یار شناسیست، اما چون عمر را با بی تمیزان گزراند، ممیزهٔ او ضعیف شد نمی تواند
آن یار دین را شناختن، تو این وجود را پروردی که در وی تمیز نیست، تمیز آن یک صفتیست مخفی در
آدمی نمی بینی که دیوانه هم جسد و دست و پا دارد اما تمیز ندارد و بهر نجاست دست می برد
و می گیرد و می خورد، و اگر این تمیز درین وجود ظاهر بودی نجاست را نگرفتی پس
دانستیم که تمیز آن معنی لطیف است که در تست، و تو شب و روز در پرورش تن
بی تمیز مشغول بودی بهانه می کنی که آن با این قائمست، آخر این نیز با آن قایمست
چون ست که کلی در تیمار داشت اینی، و آن را بکلی گذاشته، بلک این با آن قائمست
و آن با این قائم نیست، آن نور ازین دریچهاے چشم و گوش وغیر ذلک بیرون می زند،
اگر این دریچها نباشد از دریچهاے دیگر سر برزند همچنان باشد که چراغی آورده در پیش

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا،

آفتاب کہ آفتاب را بدین چراغ می بینیم حاشا اگر چراغ بنا در وی آفتاب خود را بنماید چہ حاجت چراغ نیست، امید از حق نباید برید ان اللہ لا ییاس من روح اللہ[1]، (امید سر راہ ایمنیست[2])، اگر در راہ نمی روی باری سر راہ نگاہدار مگو کہ کژیہا کردم تو راست را پیش گیر کہ ہیچ کژی نماند راستی ہمچو عصاے موسیست آن کژیہا ہمچون سحرہا است چون راستی بیاید ہمہ را بخورد، اگر بدی کردہ باخود کردہ جفای تو باوے کجا رسد، بیت

مرغی کہ بدان کوہ نشست و برخاست بنگر کہ دران کوہ چہ افزود و چہ کاست

چون راست شوی آن ہمہ نماند امید را از دست مبر،

با پادشاہان نشستن ازین روی خطر نیست کہ سر برود، سر سیست رفتنی چہ امروز و چہ فردا اما ازین رو خطرست کہ ایشان چون درآیند و نفس ہاے ایشان قوت گرفتہ است و اژدرہا شدہ، کسی کہ با ایشان صحبت کرد و دعوی دوستی کرد و مال ایشان قبول کرد لابد باشد کہ بروفق ایشان سخن گوید و رای ہای بد ایشان را از روی دل نگاہ داشتن قبول کند و نتواند مخالف آن گفتن ازین رو خطر است زیرا دین را زیان دارد و چون طرف ایشان را معمور داری طرف دیگر کہ عمل است از تو بیگانہ شود چندانک آن سو می روی این سو کہ معشوقست روی از تو می گرداند و چندانک تو با اہل دنیا بصلح در می آئی او از تو خشم می گیرد من اعان ظالما سلطہ اللہ علیہ[3] نیز کہ تو سوے او می روی در حکم این است چون تو آنسو رفتی عاقبت او را بر تو مسلط کند،

حیفست بدریا رسیدن و در دریا بآبی یا بسبوئے قانع شدن آخر از دریا گوہرہا و

---

[1] حاشیہ گذر چکا، [2] امید سر راہ ایمن ست، (الف)

[3] جو شخص کسی ظالم کی مدد کرتا ہے خدا اسی ظالم کو اسپر مسلط کر دیتا ہے، حدیث معنیً صحیح ہے (مقاصد حسنہ سخاوی ص میم)

جوہرہا وصد ہزار چیزہای مقوم برند از دریا آب بردن چہ قدر دارد عاقلان ازان چہ فخر آرند و چہ کردہ باشند بلکہ عالم کفیست و این آب دریا خود علمہائے اولیاست گوہر خود کجاست این عالم کفی پرخاشاکست اما از گردش آن موجہا و مناسبت جوشش دریا و جنبیدن دریا و موجہا آن حال خوب میگرد و کہ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا[1] پس چون "زُيِّنَ"، فرمود او خوب نباشد بلک خوبی در و عاریت باشد و از جائے دیگر باشد قلب زر اند و دہست یعنی این دنیا کہ کفکست قلبست و بے قدرست و بے قیمت است ما زر اند و دش کردیم کہ زین للناس

آدمی اصطرلاب حقست اما منجمی باید کہ اصطرلاب را بداند ترہ فروش و یا بقال اگرچہ اصطرلاب دارد اما از آن چہ فائدہ گیرد و بآن اصطرلاب چہ داند احوال افلاک را و دوران او را و بر جہا را و تاثیرات را و انقلابات را الی غیر ذالک پس اصطرلاب در حق منجم سودمند است کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ ہمچنان کہ این اصطرلاب مبین آئینہ احوال افلاک ست وجود آدمی کہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ[2] اصطرلاب حق است چون او را حق تعالی بخود عالم و دانا و آشنا کردہ باشد آن اصطرلاب وجود خود تجلی حق را و جمال بیچون را دمبدم و لمحہ بلمحہ می بیند و ہرگز آن جمال ازین آئینہ خالی نباشد، حق را جل جلالہ بندگا نند کہ ایشان خود را الحکمت و معرفت و کرامات می پوشانند اگرچہ خلق را آن نظر نیست کہ ایشان را ببینند اما از غایت غیرت خود را می پوشانند

---

[1] انسان کو مرغوب چیزوں مثلاً بیویاں اور بیٹے، اور سونے اور چاندی کے ڈھیروں ڈھیر، اور پلے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی کی محبت خوشنما کرکے دکھائی گئی ہے، یہ سب اسی دنیا کا عارضی ساز و سامان ہے۔ (آل عمران ع ۲)

[2] ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی۔ (بنی اسرائیل)

چنانک متنبّی گوید،

لبس الوشی لا متجملات ولکن کی یصن بہ الجمالا

فصل

پروانہ گفت کہ شب و روز جان و دلم بخدمت خداوندگار ہست و از مشغولیہا و کار و شغل بخدمت نمی تواند رسیدن، فرمود کہ این کارہا ہم کار حقست، زیرا سبب امن و امان مسلمانیست، خود را فدا کردہ اید بمال و بتن تا دلِ ایشان را بجاے آرید، تا مسلمانی چند با من بطاعت مشغول باشند پس این نیز کار خیر باشد، و چون شمارا حق تعالی بچنین کار خیر میل دادہ است و فرط رغبت بہ خیر دلیل عنایتست، و چون فتوری باشد درین میل دلیل بے عنایتی باشد کہ حق تعالی نخواہد کہ چنین خیر خطیر بسبب او برآید تا مستحق آن ثواب و درجاتِ عالی بناشد ہمچون حمام کہ گرمست آن گرمیٔ او از آلت تونست ہیچو گیاہ و ہیمہ و عذرہ و غیرہ حق تعالیٰ اسبابی پیدا کند کہ اگرچہ بصورتِ آن بد باشد و مکروہ اما در حقِ او عنایت باشد چون حمام او گرم می شود و سود آن بخلق می رسد،

درین میان یاران در آمدند، عذر فرمود کہ اگر من شمارا قیام نکنم و سخن نگویم و نپرسم این احترام باشد زیرا احترام ہر چیزی لائقِ آن وقت باشد در نماز نشاید پدر را و برادر را پرسیدن و تعظیم کردن، و بی التفاتی بہ دوستان و خویشان درحالت نماز عین التفاتست و عین نوازش، زیرا چون بسبب ایشان خود را از طاعت و استغراق جدا نکند و مشوش نہ شود پس ایشان مستحق عقاب عتاب نہ گردند پس عین التفات و نوازش باشد زیرا چون حذر کرد از چیزی کہ عقوبت ایشان در آن ست،

پس یاران سوال کردند کہ از نماز نزدیکتر بحق راہ ہست، فرمود کہ ہم نماز اما نماز
این صورتِ تنہا نیست' این قالب نماز است زیرا کہ این نماز را اولیست و آخریست و ہر
چیز را کہ اولے و آخری باشد آن قالب باشد زیرا کہ تکبیر اول نماز ست و سلام آخر نماز است و ہمچنین
شہادت آن نیست کہ بزبان می گویند تنہا زیرا کہ آن را نیز اول و آخریست ہر چیزے
کہ در حرف و صورت در آید او را اول و آخر باشد' آن صورت و قالب باشد جان بیچون
و بے نہایت بود او را اول و آخر نبود' این نماز را انبیا پیدا کردہ اند' اکنون این
ہستی کہ نماز را پیدا کردہ است چنین می گوید لی مع اللہ وقتٌ لا یسعنی فیہ نبی مرسل و لا ملک مقرب[1]
پس دانستم کہ جانِ نماز این صورتِ تنہا نیست بلکہ استغراقیست و بیہوشیست
کہ این ہمہ صور تہا بیرون می ماند و آنجا نمی گنجد جبرئیلؑ نیز کہ معنی محض ست ہم نمی گنجد

حکایتیست[2] از مولانا بہاء الدین ولد قدسنا اللہ بسرہ العزیز روزی اصحاب او را
مستغرق یافتند' وقت نماز رسید بعضی مریدان آواز دادند مولانا را کہ وقت نماز ست
مولانا بگفتِ ایشان التفات نکرد ایشان برخاستند و بنماز مشغول شدند دو مرید موافقت
شیخ کردند و بنماز نایستادند یکی از آن مریدان کہ در نماز بود نام او خواجگی بود بچشم سِر بوی
عیان نمودند جملہ اصحاب کہ در نماز بودند با امام پشت شان بقبلہ بود و آن دو مرید کہ موافقت
شیخ کردہ بودند روے شان بقبلہ بود زیرا کہ شیخ از ما و من بگذشت و ہستی او فنا شد

---

[1] میرے اور خدا کے درمیان ایک وقت ایسا آتا ہے جسمین کسی مرسل اور فرشتہ مقرب کی گنجائش نہین ہوتی''، اس حدیث کو اکثر مشاہیر صوفیہ نے نقل کیا ہے، محدثین کی تحقیق مین ان الفاظ کے ساتھ نہین البتہ اس مضمون سے ملتی جلتی دوسری احادیث صحیحہ موجود ہین، (المقاصد الحسنہ، سخاوی، حرف لام)

[2] یہ حکایت خفیف لفظی تغیرات کے ساتھ رسالہ سپہ سالار مین منقول ہے (ص ۹)

ونماند در نور حق مستهلک شد که مت تا قبل ان تموتوا اکنون او نور حق شده است وهر که پشت بنور حق کند وروی بدیوار آرد قطعاً پشت بقبله کرده باشد زیرا که او جان قبله بوده است آخر این خلق که روی بکعبه میکنند آن کعبه را نبیی ساخته است که قبله گاه عالم شده است پس اگر ذات او قبله باشد بطریق اولیٰ بود چون آن برای او قبله شده است،

مصطفے علیه السلام یاری را عتاب کرد که تراخواندم چون نیامدی گفت بنماز مشغول بودم گفت آخر نه منت خواندم گفت من بیچاره ام مولانا فرمود که نیک ست اگر در همه وقت مدام بیچاره باشی در کل حال در حالت قدرت هم خود را بیچاره بینی چنانک در حالت عجز می بینی زیرا که بالای قدرت تو قدرتیست ومقهور حقی در همه احوال تو دو نیمه نیستی گاهی بیچاره وگاهی باچاره نظر بقدرت او دار ودهماره خود را بیچاره میدان، وبی دست وبی پا وعاجز ومسکین چه جای آدمی ضعیف بلک شیران وپلنگان ونهنگان همه بیچاره ولرزان ویند، آسمانها وزمینها همه بیچاره ومسخر حکم ویند او پادشاه عظیم ست نور او چون نور ماه وآفتاب نیست که بوجود ایشان چیزی برجای باند چون نور او بی پرده روی نماید نه آسمان ماند ونه زمین ونه آفتاب ماند ونه ماه جز آن شاه کس نماند که کل شئ هالک الا وجهه[1]

پادشاهی بدرویشی گفت که آن لحظه که ترا بدرگاه حق تجلی وقرب باشد مرا یاد کن گفت چون من در آن حضرت رسم وتاب آن آفتاب وجمال بر من زند مرا از خود یاد نیاید از تو چون یاد کنم اما چون حق تعالیٰ بنده را گزیده ومستغرق خود گرداند هر که دامن او بگیرد واز وحاجت طلبد بی آنک آن بزرگ نزد حق یاد کند وعرضه دهد حق تعالیٰ [illegible] را بر آورد،

حکایت آورده اند که پادشاهی بود واورا بنده بود سخت خاص ومقرب عظیم چون آن بنده قصد سرای پادشاه کردی اهل حاجت قصها ورقعها بدو دادندی که بر پادشاه عرضه دار او آن را در چرمدان

---

[1] «بجز اس کی ذات کے ہر شے فانی ہے،، (قصص، ع ۹)

کردے چون درخدمت پادشاه رسیدے بتاب جمال پادشاه برنتافتے پیش او مدهوش افتادے پادشاه در سینه و جیب و چرمدان او کردی بطریق عشوه بازی که این بنده مدهوش من مستغرق جمال من چه دارد آن آن نامهارا بیافتے و حاجات جمله را بر ظهر آن ثبت کردے و باز در چرمدان او نهادے کارهای جمله بی آنک او عرضه دارد بر آمدے چنانک یکی از آنهارد نگشتے بلک مطلوب ایشان مضاعف و بیش از آن که طلبیدندے بحصول پیوستے بندگان دیگر که هوش داشتندے و توانستندے قضای اهل حاجت را بحضرت شاه عرضه کردن الا بهزار ترس عرض کردن و نمودن از صد کار و صد حاجت نادراً یکی منقضی شدے و بر آمدے،

فصل

یکی گفت که اینجا چیزی فراموش کرده ام، فرمود که در عالم یک چیزیست که آن فراموش کردنی نیست اگر جمله چیزها را بیاد آری و بجای آری و فراموش نکنی و آن را فراموش بکنی باک نیست، همچنانک پادشاهی ترا بده فرستاد برای کاری معین تو رفتی و صد هزار کار دیگر گزاردی و آن کار را که برای آن رفته بودی نگزاردی چنانست که هیچ نگزاردی، پس آدمی در عالم برای کاری معین آمده است و مقصود آنست چون آنرا نمی گزارد پس هیچ نگزارده باشد انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوماً جهولاً [1]، آن امانت را بر آسمانها عرضه داشتیم نتوانستند پذیرفتن بنگر که از صد کارهای دیگر می آید که عقل در آن حیران می شود سنگها را لعل و یاقوت میکند و کوهها را کان زر و نقره میکند و نبات را و زمین را در جوش می آرد و زنده میگرداند و بهشت عدن میکند زمین نیز دانها را می پزیرد و بر میدهد و عیبها را می پوشاند و صد عجائب که در شرح نیاید می پزیرد و پیدا می کند، و جبال نیز همچنان معدنهای گوناگون می دهد این همه می کنند اما از ایشان یک کار نمی آید آن یک کار از آدمی می آید که ولقد کرمنا بنی آدم [2] نگفت که ولقد کرمنا السماء والارض پس از آدمی آن کار می آید که نه از آسمانها

[1] ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے خوف کھایا اور انسان نے اس کو اٹھا لیا بے شک وہ (اپنے حق میں) ظالم اور جاہل تھا (احزاب، ع ۹) [2] حاشیہ گذر چکا،

می آید ونه از بیهادنه از کوهها چون آن کار بکند آن ظلومی وجهولی از وی نفی شود اگر تو گوئی که اگر آن کار نمی کنم چندین کارهای دیگر از من می آید، و آدمی را برای آن کارهای دیگر نیافریده اند همچنان باشد که تو شمشیر پولاد هندی با قیمت را که در خزائن ملوک مثل آن نباشد آورده باشی و ساطور گوشت گاو گندیده کرده که من این تیغ را معطل نمی دارم بوی چنین مصلحتی بجامی آرم ویا دیگ زرین را آورده در وی شلغم می پزی که بحبهٔ از و صد دیگ بدست آید ویا کارد مجوهر را میخ کدوی شکسته کرده که من مصلحت می کنم و کدو را بروے می آویزم و این کارد را معطل نمی دارم جای خنده و افسوس نباشد چون کار آن کدو بمیخ چوبین ویا آهنی یک پولی برمی آید چه عقل باشد کار صد دیناری را مشغول آن کردن،

حق تعالیٰ ترا قیمت عظیم کرده است و می فرماید که اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ [1]

تو بقیمت برابر جانی چه کنم قدر خود نمی دانی

مصرعه مفروش خویش ارزان که تو بس گران بهائی

حق تعالیٰ می فرماید که من شما را و اوقات و انفاس شما را و اموال شما را و روزگار شما را خریدم که اگر بمن صرف کنید و بمن دهید بهای آن بهشت جاودانست قیمت تو پیش من اینست اگر تو خود را بدوزخ فروشی ظلم بر خود کرده باشی همچنانک آن مرد کارد صد دیناری را بر دیوار زده است و بر و کدوی یا کوزهٔ آویخت،

آمدیم بر سر حکایت بهانه می آوری که من خود را بکارهای عالی صرف می کنم علوم فقه و حکمت و منطق و نجوم و طب وغیره تحصیل می کنم، آخر این همه برای تست، اگر فقه است برای آن ست تا کسی از دست تو نان نرباید و جامه ات نه کند و ترا نکشد تا تو بسلامت باشی واگر نجوم است احوال فلک و تاثیر آن در زمین ارزانی و گرانی امن و خوف همه تعلق

[1] خدا نے مومنین سے انکی جان و مال کو خرید لیا ہی، کہ ان کے بدلے میں انھیں جنت دیگا،، (توبہ، ع ۱۴)

باحوال تو دارد برائے تست واگر ستارہ است از سعد ونحس کہ بطالع تو تعلق دارد همه برائے تست، چون ینک تامل کنی اصل تو باشی واین همه فرع تو چون فرع تراچندین تفاصیل دعجائبہائے وعلمہائے بوالعجب دبی نہایت باشد بنگر کہ اصل تراچہ احوالہا باشد، چون فرعہائے تراعوج وہبوط وسعد ونحس باشد تراکہ اصلی چہ عروج وہبوط وسعد ونحس و نفع وضرر باشد، کہ فلان روح آن خاصیت دارد وازو این آید فلان کار رامی شاید، تراغیر این غذائے خواب وخور غذائے دیگرست کہ ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی[1] درین عالم آن غذا را فراموش کردہ دبا این غذا مشغول شدہ وشب وروز تن رامی پروری آخراین تن اسپ تست واین عالم آخر ادست، غذائے اسپ غذائے سوار نباشد وادرا بہ سرخود خواب وخور ریست وتنعمیست، اما بسبب آنک حیوانی وبہیمی بر تو غالب شدہ است تو بر سر اسپ در آخر اسپان ماندہ ودر صف شاہان وامیرانِ عالم بقا مقام نداری، دلت آنجاست، اما چون تن غالب است حکم تن گرفتۂ واسیر او ماندہ، ہمچنانک مجنون قصد دیار لیلی کرد اُشتر را آن طرف می راند تا ہوش با او بود، چون لحظہ مستغرق لیلی می گشت، خود را و اشتر را فراموش می کرد، اشتر را در دِہ بچہ بود فرصت می یافت بازمی گشت وبدہ می رسید، چون مجنون بخود می آمد دور دزہ راہ بازگشتہ بودے ہمچنان سہ ماہ درراہ بماند عاقبت افغان کرد کہ این اشتر بلای منست

[1] مین اپنے پروردگار کے حضور مین رہتا ہون وہی مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے اس قسم کے الفاظ متعدد احادیث صحیحہ کے درمیان آئے ہین، مثلاً ابوہریرہؓ کی یہ حدیث قال رسول اللہ صلعم ایاکم والوصال قالوا فانک تواصل یارسول اللہ قال انکم لستم فی ذلک مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی فاکلفوا من الاعمال ما تطیقون، دیکھو صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب النہی عن الوصال، نیز صحاح کی بعض دوسری احادیث

از اشتر فرد جست و روان شد، و این بیت می خواند[1]

هوی ناقتی خلفی و قدامی الهوی وانی وایاها لمختلفان

فرمود که سید برهان الدین محقق قدس سره سخن می فرمود، یکی گفت که مدح تو از فلان شنیدم گفت تا ببینم که آن فلان چه کس است و او را آن مرتبه هست که مرا بشناسد و مدح من کند اگر او مرا بسخن شناخته باشد پس مرا نشناخته است زیرا که این سخن نماند و این حرف و صوت نماند و این لب و دهان نماند این همه عرضست و اگر به فعل شناخت همچنین، و اگر ذات مرا شناخته است آنگه دانم که او مدح من تواند کردن و آن مدح از آن من باشد[2] حکایت او همچنان باشد که می گویند پادشاهی پسر خود را بجماعت اهل هنر سپرده بود تا او را از علم نجوم و رمل وغیره آموخته بودند و استاد تمام گشته با کمال کودنی و بلادت روزی پادشاه انگشتری خود را در مشت گرفت فرزند خود را امتحان کرد که بیا بگو در مشت چه دارم گفت آنچ داری گردست و زرد ست مجوف است گفت چون نشانها راست دادی پس حکم کن آن چه چیز باشد گفت می باید که غربیل باشد آخر چندین نشانهائے دقیق که عقول در آن حیران شوند دادی از قوت تحصیل و دانش این قدر بر تو چون فوت شد که در مشت غربیل نگنجد، همچنین علماے این زمان در علوم موی می شگافند و چیزهاے دیگر را که بایشان

[1] مثنوی دفتر چهارم، عنوان، حکایت عقل با نفس همچون تنازع مجنون با ناقه الخ

همچو مجنون در تنازع با شتر گه شتر چربید و گه مجنون خر

[2] روزے سید قدس الله سره سخن می فرمود، شخصے گفت مدح تو از فلان کس شنیدم، فرمود تا ببینم که آن فلان کس چه کس است و او را مرتبه آن هست که مرا بشناسد، و مدح من بکند اگر او مرا با سخن شناخته است یقین که نه شناخته است، زیرا که این سخن نماند، و حرف و صوت نه ماند، و آن لب و دهان نه ماند این عرض است اگر به فعل شناخته است همچنین، و اگر ذات مرا شناخته است و نه صورت ذات را راست باشد که مدح کند (سپه سالار ص ۶۲)

تعلق دارد بغایت دانسته اند و ایشان را بر آن احاطت کلی گشته و آنچه مهمست و با او نزدیک تر، از همه آنست که آن خودی اوست و خود را نمی داند همه چیزها را بحل و حرمت حکم می کند که این جائزست و آن جائز نیست و این حلال است و آن حرام است خود را نمی داند که حلال ست یا حرام ست او جائزست یا ناجائزست پاک است یا ناپاک ست، این تجویف و زردی و نقش و تدویر بروی عارضی ست که چون در آتش اندازی این همه نماند ذاتے شود صافی ازین همه،

نشان هر چیز که می دهند از علوم و فعل و قول همچنین باشد، و بجوهر او تعلق ندارد، که بعد ازین همه باقی آنست، نشان ایشان همچنان باشد، که این همه را بگویند و شرح دهند و در آخر حکم کنند که در مثنوی غربلیست چون آنچه ازاصل ست خبر ندارند خود را ندانند که چه مرغند و مرا نه دانند که چه مرغم بلبلم یا طوطی ام، اگر مرا گویند که بانگ دیگر گون کن نتوانم که چون زبان من همین ست، غیر آن نتوانم گفتن، بخلاف آنک آواز مرغ آموخته است او مرغ نیست دشمن و صیاد مرغان ست بانگ و صفیر می کنند تا او را مرغ دانند، اگر او را حکم کنند که جز این آواز، آواز دیگر گون کن تواند کردن، چون این آواز بر دعاریت است و از آنِ او نیست تواند که آواز دیگر کند چون آموخته است که کالاے مردمان دزدد و از هر خانه قماشی بنماید،

فصل

پروانه گفت این چه لطفست که مولانا تشریف نه فرمود و توقع نداشتم و در دلم نه گذشت چه لایق انیم مرا می بایست که شب و روز دست گرفته در زمرهٔ و صف چاکران او

ملازمان بود می ہنوز لائق آن نیستم این چہ لطف است،

فرمود این از جملہ آنست کہ شمارا ہمت عالیست، ہر چند کہ شمارا مرتبۂ عزیزست و بزرگ ست، و بکارہای خطیر و بلند مشغولید از علو ہمت خود را قاصر می بینید و بدان راضی نیستید و برخود چیزہائے بسیار لازم می دانید، اگرچہ مارا ہمارا دل بخدمت بود اما می خواستیم کہ بصورت مشرف شویم، زیراکہ صورت نیز ہم اعتباری عظیم دارد چہ جاے اعتبار خود مشارکست با مغز ہمچنانک کار بے مغز بر نمی آید بی پوست نیز ہم بر نمی آید، چنانک اگر دانہ رابی پوست در زمین کاری بر نیاید، چون با پوست در زمین دفن کنی برآید، و درختی شود عظیم پس ازین روئے تن نیز اصلی عظیم باشد، "در بایست"[1] باشد و بی او خود کار بر نیاید و مقصود حاصل نشود ای واللہ اصل معنی ست پیش آنک معنی را داند و معنی شدہ باشد ہنک می گویند رکعتان من الصلوٰۃ خیر من الدنیا و ما فیہا پیش ہر کس نباشد پیش آنکس باشد کہ اگر رکعتین از و فوت شود دشوار تر آید نز د او از انکہ ہمہ دنیا و ہر چہ در وست اورا ملک باشد و از و فوت شود،

درویشی نزد پادشاہی رفت، پادشاہ بوی گفت کہ ای زاہد چون گفت زاہد تو ئی، گفت، من چون زاہد باشم کہ ہمہ دنیا از آن منست، گفت نی عکس می بینی دنیا و آخرت و ملکت جملہ از آن منست و عالم را من گرفتہ ام تو ئی کہ بلقمۂ و خرقۂ قانع شدہ ائنما تولوا فثم وجہ اللہ آن وجہیست رائج و مجری کہ لاینقطع ہست و باقیست، عاشقان خود را فدائے آن وجہ کردہ اند، و عوض نمی طلبند، باقی ہمچو انعامند،

فرمود اگرچہ انعامند اما مستحق انعامند و اگرچہ در آخر اند مقبول میر آخرند، کہ اگر خواہد

[1] "در بایست" "محتاج الیہ" الہیات کی ایک اصطلاح کا ترجمہ ضروری کہ جدھر منہ کرو ادھر خدا کا رخ ہے (بقرع ۱۴)

ازین آخرش برہاند نقل کند بطویلۂ خاصش بر دہچنانکہ از آغاز او عدم بود بوجودش آورد، از طویلۂ وجود بجمادیش آورد و از طویلۂ جمادی بنباتیش آورد، و از نباتی بحیوانی دار حیوانی بانسانی، و از انسانی بملکی، الیٰ مالا نہایۃ[1] پس این ہمہ برای آن نمود تا مقر شوی کہ اورا ازین جنس طویلہاے بسیارست عالی تر از ہمدیگر طبقاً عن طبق فما لھم لا یومنون،[2]

این برای آن نمودم تا مقر شوی طبقات دیگر را کہ در پیش است، برای آن نمودم کہ انکار کنی و گوئی کہ "ہمینست" استادے صنعت و فرہنگ برای آن نماید کہ اورا معتقد شوند، و فرہنگہای دیگر را کہ ننمودہ است مقر شوند، و بآن ایمان آورند، و ہمچنان بادشاہے کسان را خلعت و صلہ دہد و بنوازد برای آن نوازد کہ از و متوقع دیگر چیزہا باشند دار امید کیسہا بردوزند، برای آن نہ دہد کہ بگویند ہمین ست، بادشاہ دیگر انعام نخواہد کردن و دیگر جز این

---

[1] مثنوی مین ارتقائے انسانی اور مختلف مدارج وجود کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے، مثلاً :-

از جمادی مردم و نامی شدم — از نما مردم بہ حیوان سر زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم — پس چہ ترسم کے ز مردن کے شوم
حملۂ دیگر بمیرم از بشر — تا برآرم از ملائک بال و پر الخ

(مثنوی دفتر سوم، عنوان جواب عاشق عاذلان)

اسی طرح ایک موقع پر اور فرمایا :-

آمدہ اول بہ اقلیم جماد — وز جمادی در "نباتی" افتاد
سالہا اندر "نباتی" عمر کرد — وز "جمادی" یاد ناورد از نبرد
وز نباتی چون بہ "حیوانی" فتاد — نامدش حال "نباتی" ہیچ یاد الخ

(مثنوی دفتر ۴ عنوان بیان اطوار و منازل خلقت آدمی)

[2] چڑھتے رہو گے تم لوگ، درجہ بدرجہ ان کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے۔ (الانشقاق، ع ۱)

نخواهد دادن دندارد وبرین قدر اقتصار کند هرگز پادشاه اگر این را بداند که چنین خواهد گفتن
وچنین خواهد دانستن هرگز بوی انعام نکند،

زاهد آن ست که آخر ببیند واهل دنیا آخربین اند، اما آنها که اخص‌اند وعارف‌اند نه آخر نه آخر ایشان را نظر براول
افتاده است، وآغاز هر کار را می دانند، همچنان که دانای گندم بکارد داند که گندم خواهد رستن اوّل از اوّل
آخر را دید، وهمچنین جو وبرنج وغیره چون اول را دید اورا نظر برآخر نیست براول بود
معلوم شده است ایشان نادرند واینها متوسط که آخر را می بینند واینها که درآخرند انعام‌اند

درد است که آدمی را رهبر ست در هر کاری که هست، تا اورا درد آن کار وهوس
وعشق آن کار در درون نخیزد او قصد آن کار نکند، وآن کار بی درد اورا میسر نشود خواه
دنیا وخواه آخرت خواه بازرگانی خواه پادشاهی خواه علم خواه عمل خواه نجوم وغیره تا مریم
را درد زه پیدا نشد قصد آن درخت نخل نکرد که فاجاءها المخاض الی جذع النخلة [1]

وقال الادیب فی معناه،

الم ترات الله قال لمریم — الیک فهزی الجذع یسقط الرطب
ولو شاء اجنی الجذع من غیر هزها — الیها ولکن کل شیء له سبب

اورا آن درد بدرخت آورد، و درخت خشک میوه دار شد تن همچو مریم است وهر یکی
عیسیٰ داریم، اگر ما را درد پیدا شود عیسیٰ ما بزاید واگر درد نباشد
عیسیٰ هم از آن راه نهانی که آمد باز باصل خود پیوندد، الا ما محروم مانیم و
بی بهره، بیت :-

جان از درون بفاقه وطبع از برون برگ — دیو از خورش تخمه وجمشید ناشتا

[1] پھر درد زہ ان کو درخت خرما کے پاس لے پہونچا، (مریم ع ۲)

اکنون بکن دوا کہ مسیح تو بر زمینست، چون شد مسیح سوے فلک فوت شد دوا،

فصل

این سخن براے آن کس است کہ او بسخن محتاجست کہ ادراک کند، اما آنکس کہ بے سخن ادراک کند با وی چہ حاجت سخنست، آخر آسمانہا و زمینہا ہمہ سخنست پیش آنکس کہ ادراک می کند و زاینده از سخن ست کہ کن فیکون[1] پس پیش آنکہ آواز پست را می شنود غلغلہ و بانگ چہ حاجت است،

شاعری تازی گوے پیش بادشاہ آمد، و آن بادشاہ ترک بود پارسی نیز نمی دانست شاعر براے او شعری عظیم غرا بتازی بگفت و آورد چون بادشاہ بر تخت نشستہ بود و اہل دیوان جملہ حاضر امرا و وزرا آنچنانکہ ترتیب ہست شاعر بر پاے ایستاد و شعر را آغاز کرد پادشاہ در آن مقامات کہ محل تحسین بود سر می جنبانید و در آن مقامات کہ محل تعجب بود خیرہ می ماند و در آن مقام کہ محل تواضع بود التفات می کرد اہل دیوان حیران شدند کہ بادشاہ ما کلمہ بتازی نمی دانست این چنین سر جنبانیدن مناسب در مجلس از و چون صادر شد مگر کہ تازی می دانست چندین سال از ما پنہان داشت و اگر ما بزبان تازی بی ادبیہا گفتہ باشیم واے بر ما شاہ را غلامے بود خاص اہل دیوان جمع شدند و او را اسپ و اشتر و مال دادند و چندانی دیگر کہ بحسب مجال بازدوان و ما را ازین حال آگاہ کن کہ پادشاہ تازی می داند یا نمی داند و اگر نمی داند در محل سر جنبانیدن چون بود کرامات بود و یا الہام بود تا روزے غلام فرصت یافت در شکار و پادشاہ را دل خوش دید بعد از آنکہ

[1] "ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے"، (یٰس، ع ۵)

شکار بسیار گرفته بود، از وی پرسید پادشاه بخندید و گفت واللہ من تازی نمی دانم اما آنچ سر می جنبانیدم یعنی می دانستم که مقصود او از آن شعر چیست سر می جنبانیدم و تحسین می کردم،

پس معلوم شد که اصل مقصودست آن شعر فرع مقصودست که اگر آن مقصود نبودے آن شعر گفته نه شدے پس اگر بمقصود نظر کنند دوی نماند دوئی در فروعست اصل یکیست همچنان طرق مشایخ اگرچه بصورت گوناگون ست و مجال و مقال و حال و احوال متباین اما از روے مقصود یک چیز ست و آن طلب حق ست همچنانک بادے در ین سراے بوزد گوشۀ قالی برگیرد اضطرابی و جنبشی در گلیمها پدید آید خس و خاشاک را بر هوا برد، آب حوض را زره گرداند درختان را و شاخها او برگها را در رقص آرد این همه احوالهاے متفاوت گوناگون می نماید، اما از روی مقصود و اصل و حقیقت یک چیز ست زیرا جنبانیدن همه از یک بادست،

پروانه گفت که ما مقصریم مولانا فرمود کسی را که این اندیشه آید و این عتاب برو فرود آید که آه در چیستم و چرا چنین می کنم این دلیل دوستی و عنایتست،

ویبقی الحب ما بقی العتاب

زیرا عتاب با دوستان کنند با بیگانه عتاب نکنند اکنون این عتاب نیز متفاوتست برآنک او را درد می کند و از آن خبر دارد که دلیل عنایت و محبت در حق باشد اما اگر عتاب ے رود و او را درد نکند این دلیل محبت نباشد همچنانک قالی را چوب زنند تا گرد از وجدا کنند این را عقلا عتاب نگویند اما اگر فرزند خود را و محبوب خود را بزنند عتاب آنرا گویند و دلیل محبت در چنین محل پدید آید پس مادام که در خود دردی و پشیمانی می بینی دلیل

عنایت و دوستی حقست و اگر در برادر خود عیبی بینی آن عیب در تست که در وی می بینی[1]
عالم ہمچو آئینہ ہست نقش خود را می بینی در ہمہ کہ المومن مرآۃ المومن[ع] آن عیب
را از خود جدا کن زیرا آنکه از وی رنجی از خود می رنجی،

گفت پیل را آوروند بر سر چشمه که آب خورد خود را در آب دید و می رمید و می پنداشت
که از دیگرے می رمد نمی دانست که از خود می رمد ہمہ اخلاق بد از ظلم و کین و حسد و حرص و
بے رحمی و کبر چون در تست نمی رنجی چون آن را در دیگری می بینی می رنجی پس بدانک از
خود می رمی و می رنجی آدمی را از گرہ و دنبل خود نفرتے نیاید دست مجروح در آش میکند
و انگشت خود می لیسد و ہیچ از آن دلش برہم نمی آید و چون بر دیگری اندک دنبل یا
نیم ریشی بیند آن آش او را نگوارد ہمچنین اخلاق بد چون گرہاست و دنبلہاست چون
در وست از آن نمی رنجد اما بر دیگرے چون اندکے از آن بیند برنجد و نفرت گیرند
ہمچنان کہ تو از وی رمی او را نیز معذور می دار اگر از تو برمد و برنجد رنج تو عذر اوست
زیرا رنج تو از دیدن آن ست و او نیز ہمان می بیند کہ المومن مرآۃ المومن نگفت کہ
کہ الکافر مرآۃ الکافر زیرا کہ کافر را نہ آن ست کہ مرآۃ نیست الا آن ہست کہ از مرآۃ خود خبر ندارد،

بادشاہی دل تنگ برلب جوئی نشستہ بود امرا از وہراسان و ترسان
و ہیچ گونہ روے او کشادہ نمی شد مسخرۂ داشت عظیم مقرب امرا او را پذیرفتند کہ اگر تو

ع مومن مومن کا آئینہ ہوتا ہے، حدیث صحیح بخاری باب الادب میں وارد ہوئی ہے،

[1] مثنوی، دفتر اول عنوان نظر کردن شیر در چاہ، الخ،

اے بسا ظلمے کہ بینی از کسان | خوئے تو باشد در ایشان اے فلان
اے بدیدہ خال بد بر روئے عم | عکس خال تست آن از عم مرم الخ

شاهرا بجنبد انی چنین دهیم مسخرهٔ قصد پادشاه کرد و هرچند که جهد و قصد می کرد پادشاه بروی نظر می انداخت که او شکلی کند و پادشاه را بجنبد اندر جوی آب نظر می کرد و سر بر می داشت مسخره گفت بادشاه را در آب چه می بینی گفت قلتبانی را می بینم مسخره جواب داد که ای شاه عالم بنده نیز کور نیست اکنون همین ست اگر تو در و چیزی می بینی و می رنجی آخر او نیز کور نیست همان می بیند که تو می بینی،

پیش او دو "انا" نمی گنجد تو "انا" می گوئی و او "انا" یا تو بمیر پیش او یا او بمیرد پیش تو تا دوئی نماند اما آنک او بمیرد امکان ندارد نه در خارج و نه در ذهن که هو الحی الذی لا یموت او را آن لطف هست که اگر ممکن بودی برای تو بمردی تا دوئی برخاستی اکنون چون مردن او ممکن نیست تو بمیر تا او بر تو تجلی کند و دوئی برخیزد دو مرغ را بر هم بندی بوجود جنسیت و آنچ دو پر داشتند بچهار مبدل شد نمی پرد زیرا که دوی قایمست اما اگر مرغ مرده را بر و بندی بپرد زیرا که دوئی نمانده است آفتاب را آن لطف هست که پیش خفاش بمیرد اما چون امکان ندارد می گوید که ای خفاش لطف بهمه عالم رسیده است خواهم که در حق تو نیز احسان کنم تو بمیر که چون مردن تو ممکنست تا از نور جلال من بهره مند شوی و از خفاشی بیرون آئی و عنقای قاف قرب گردی،

بندهٔ از بندگان حق را آن قدرت بوده است که خود را برای دوستی فنا کردن آن چنان بود که از خدا آن دوست را می خواست خدا قبول نکرد، ندا می آید که من او را نمی خواهم آن بندهٔ حق الحاح می کرد و از استدعا دست باز نمی داشت که خداوندا در من خواست او نهادهٔ از من نمی رود، در آخر ندا آمد خواهی که آن مراد

بر آید سر را فدا کن، و تو نیست شو، و ممان، و از عالم برو گفت یارب راضی شدم چنان کرد سر را بباخت برای آن دوست تا کار او حاصل شد[1] چون بندہ را آن لطف باشد کہ چنان عمری را کہ یک روزہ آن عمر بعمر جملہ عالم اولاً و آخراً ارزد فدا کرد آن لطف آفرین را این لطف و کرم نباشد اینت محال اما فنائی او ممکن نیست باری تو فنا شو،

فصل

ثقیلی[2] آمد و بر بالای دست بزرگی نشست مولانا قدسنا اللہ بسرہ العزیز فرمود کہ ایشان را چہ تفاوت کند بالا یا زیر چراغند چراغ اگر بالائی طلب کند

---

[1] حکایت کا تعلق مولانا شمس تبریز کی آپ بیتی سے ہے، مناقب العارفین مین ہے:-

حضرت شمس الدین تبریزی ..... شبے سخت بیقرار شد و شورہای عظیم فرمود از استغراق تجلیات قدسی مست گشتہ در مناجات گفت خداوندا می خواہم کہ از محبوبان مستور خود یکے را ببین بنمای خطاب عزت در رسید کہ آن چنان شاہد مستور و وجود مغفور کہ استدعا می کنی ہمانا کہ فرزند دلبند سلطان العلما، ولد بلخی ست گفت خدایا دیدار مبارک او را ببین بنمائے، جواب آمد کہ چہ شکرانہ می دہی فرمود کہ سر را بشکرانہ می دہم کہ بغیر سر چیزے ندارم الہام آمد کہ بہ اقلیم روم رو تا بہ مقصود برسی و مطلوب حقیقی را یابی کمر اخلاص درمیان جان بستہ بہ صدق تمام و عشق عظیم جانب ملک روم روانہ شد (مناقب العارفین افلاکی فصل ثالث ذکر مناقب مولانائے روم) اسی کی فصل چہارم مین جو مناقب شمس مین ہے، اس روایت کا اعادہ کر کے یہ اضافہ کیا ہے کہ، جو وعدہ کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا، اور اپنا سر نذر کر دیا، [2] یہ لفظ قسطنطنیہ کے نسخہ مین یون ہی درج تھا، ہندوستان کے نسخون مین اس کے بجائے ،،شبلی،، مندرج ہے،

برای خود طلب نکند غرض او منفعت دیگران باشد تا ایشان از نور او حظ یابند واگر نه هر جا که چراغ باشد خواه زیر خواه بالا او چراغست علی کل حال چه جای چراغ که آفتاب ابدیست ایشان اگر جاه و بلندی طلبند غرضشان آن باشد حاشا چون خلقان را آن نظر نیست که بلندی ایشان را بینند ایشان خواهند که بدام دنیا اهل دنیا را صید کنند تا بآن بلندی دیگر راه یابند و در دام آخرت افتند،

همچنانک مصطفی صلی الله علیه وسلم مکه را و بلاد را برای آن نمی گرفت که او محتاج آن بود برای آن می گرفت تا همه را زندگی بخشد و روشنائی و بینائی کرامت کند[1] هذا کف معودان یعطی وما هو معودان یاخذ ایشان خلق را می فریبند، تا عطا بخشند نه برای آنکه از ایشان چیزی برند شخصی که دام نهد و مرغکان را بمکر در دام اندازد تا ایشان را بخورد و بفروشد آن را مکر گویند اما اگر پادشاهی دام نهد تا باز عجمی بی قیمت را که از گوهر و هنر خود خبر ندارد بگیرد و دست آموز ساعد خود گرداند تا مشرف شود و معلم و موّدب گردد این را مکر نگویند اگر چه بصورت مکرست، این را عین راستی و عطا و بخشش و مرده زنده کردن و سنگ را لعل گردانیدن و منی مرده را آدمی ساختن دانند و افزون تر ازین اگر باز را آن علم بودی که او را چرا می گیرند محتاج دام و دانه نبودی بجان و دل جویان دام بودی و بر دست شاه پران شدی

خلق بظاهر سخن ایشان نظر می کنند و می گویند که ما ازین بسیار شنیده ایم

[1] مثنوی دفتر اول عنوان بیان آن که فتح طلبیدن پیغمبر مکه و غیرها جهت دوستی ملک دنیا نبود،

جهد پیغمبر بفتح مکه هم   کی بود در حب دنیا متهم، الخ

واندرون ما ازین جنس سخنها پرست وقالوا قلوبنا غلف بل لعنهم الله بکفرهم[1] کافران می گفتند که دلهای ما غلاف این جنس سخنهاست و ازین پریم حق جواب شان می فرماید حاشا که ازین سخن پر باشند پر از وسواسند و از خیال و از شرک و شک اند بلکه پر از لعنت اند که بل لعنهم الله بکفرهم کاش که تهی بودندی از ان هذیانات، باری قابل بودندی که ازین پذیرفتندی قابل نیز نیستند حق تعالی مهر کرده است بر گوش ایشان و بر چشم ایشان و بر دل ایشان تا چشم لون دیگر بیند یوسف را گرگ بیند، و گوش لون دیگر شنود حکمت را ژاژ و هذیان شمرد و دل لون دیگر که محل خیال و وسواس گشته است همچون زمستان از رنج سرمای تشکل خیال تو بر تو ی افتاده است از یخ و سردی جمع گشته است که ختم الله علی قلوبهم و علی سمعهم و علی ابصارهم غشاوة[2] چه جای آن ست که ازین پر باشند بوئی نیز نیافته اند در همه عمر نه ایشان و نه آنها که با ایشان تفاخر می آورند، و نه تیار و نه اصل ایشان،

کلام اولیا کوزه ایست که حق تعالی آن را بر بعضی پر آب می نماید و ازانجا سیر آب می شوند بر لب بعضی تهی می نماید چون در حق ایشان او چنین است ازین کوزه چه شکر گویند شکر آنکس گوید که بوی پر آب می نماید این کوزه صورت آدم است چون حق تعالی آدم را از آب و گل بساخت خمرت طینة آدم بیدی اربعین صباحًا[3] قالب او را

[1] کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلافوں کے اندر محفوظ ہیں، یہ نہیں بلکہ خدا نے ان کے انکار کی پاداش میں ان کو پھٹکار دی ہے،، (بقر، ع ۱۱)

[2] خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے،، (البقر ع ۱)

[3] میں نے آدم کی مٹی چالیس دن اپنے ہاتھ سے گوندھی،، حدیث قدسی، سند نہیں ملی،

تمام بساخت وچندین مدت برزمین مانده بود ابلیس علیه اللعنة فرود آمد و در قالب او رفت و در رگهای او جمله گردید و تماشا کرد آن رگ و پی پرخون را و پر اخلاط را بدید گفت آوه عجب نیست که آن ابلیس من در ساق عرش دیده بودم که خواهد پیدا شدن این باشد آن ابلیس اگر در عالم هست این ست، والسلام علیکم برخاست،

فصل

پسر اتابک بدیدن مولانا آمد، مولانا فرمود که پدر تو دائما بحق مشغولست و اعتقادش غالبست و در سخنش پیداست (چنانکه رونمے) کافران روم می گفتند که دختر با تاتار دهیم که دین یک گردد و این دین نو که مسلمانیست برخیزد، اتابک گفت آخر این دین کے یکے بوده است هماره دو سه بوده است و جنگ و قتال قائم میان ایشان و شما دین را یک چون خواهید کردن بدین طریق این فتنه را منع کرد،

بر این سخن حضرت مولانا فرمود که یک آنجا یعنی در قیامت شود اما این جا که دنیاست ممکن نیست زیرا اینجا هر یکی را مرادیست و هوائیست مختلف یکی از اینجا ممکن نگر و دیگر در قیامت که همه یک شوند و بیک جا نظر کنند و یک گوش و یک زبان شوند در آدمی بسیار چیزهاست موشست و مرغست باری مرغ قفس را بالا می برد و باز موش بزیر می کشد و صد هزار وحوش مختلف در آدمی هست مگر آنجا روند که موش موشی بگذارد و مرغ مرغی بگذارد و همه یک شوند زیرا که مطلوب نه بالا است و نه زیر چون مطلوب ظاهر شود، نه بالا بود و نه زیر، یکے چیزے گم کرده است چپ می جوید و راست می جوید پیش می جوید و پس می جوید چون آن چیز را یافت نه بالا جوید نه زیر جوید نه چپ جوید نه راست جوید نه پیش جوید، نه پس، در روز همه

یک نظر شوند و یک زبان و یک گوش و یک ہوش،

ہمچنانک مثلاً وہ کس را باغے و یا دکانے بشرکت باشد سخنشان یک باشد و غمشان یک باشد مشغولیشان بیک چیز باشد چون مطلوبشان یک گشت پس روز قیامت چون ہمہ را کار بحق افتاد ہمہ یک شوند باین معنی ہر کس در دنیا بکارے مشغولست یکے در محبت زن و یکی در مال، یکے در کسب یکے در علم ہمہ را معتقد آنست کہ درمان من و ذوق من خوشی من و راحت من در آنست و آن رحمت حقست چون در آنجا می رود و می جویدش نمی یابد باز می گردد چون ساعتی مکث می کند می گوید آن ذوق و رحمت جستنی ست مگر نیک نجستم باز بجویم و چون باز می جویدش نمی یابد ہمچنین تا گاہی کہ رحمت روی نماید بی حجاب بعد از ان داند کہ راہ آن نبود اما حق تعالی بندگان دارد کہ پیش از قیامت چنانند کہ ہمہ چیز را از اسرار غیب می بیند آخر امیر المومنین علی می فرماید رضی اللہ عنہ کہ لوکشف الغطاء ما ازددت یقیناً، یعنی چون قالب را برگیرند و قیامت ظاہر شود لقین ما زیادت نشود نظیرش چنان باشد کہ قومے در شب تاریک در خانہ رو بہر جانب کردہ اند نماز می کنند چون روز شود ہمہ از آن باز گردند اما آن را کہ رویش بقبلہ بودہ است در آن شب چہ باز گردد چون ہمہ سوے او می گردند پس آن بندگان ہم در شب دینا روی بوی دارند و از غیر روی گرداندہ اند پس در حق ایشان قیامت حاضرست سخن بے پایان ست اما بقدر طالب فرو می آید کہ وان من شئی الا عندنا خزائنہ، وما ننزلہ الا بقدرٍ معلوم[1]،

---

[1] ،،کوئی شے ایسی نہین جس کے خزانے ہمارے ہان نہ ہون، لیکن ہم اس مین سے ایک مقدار معین کے مطابق اُتارتے رہتے ہین،، (حجر، ع ۲)

حکمت همچو بارانست در معدن خویش بی پایان ست اما بقدر مصلحت فرود
می آید در زمستان و در بهار و در تابستان و در پاییز بقدر او همچنین در بهار بیشتر و کمتر
اما از آنجا که می آید آنجا بی حدست عطاران شکر را در کاغذ کنند و یا دارو ها را اما شکر آن قدر نباشد
که در کاغذ ست کانهای شکر و کانهای دارو ها بی حدست و بی نهایت، در کاغذ
کی گنجد؟ تشنیع می زنند که قرآن بر محمد صلوات الله علیه چرا کلمه کلمه فرود می آید و سوره سوره
فرو نمی آید مصطفی صلی الله علیه وسلم فرمود که این ابلهان چه می گویند اگر بر من تمام فرود
آید من بگدازم و نمانم زیرا واقف از اندکی بسیار فهم کند و از چیزی چیزها و از سطری
دفترها نظیرش همچنانک جماعتی نشسته اند و حکایتی می شنوند اما آن یکی احوال را تمام
می داند و در میان واقع بوده است از رمزی آن همه را فهم می کند و زرد و سرخ میشود
و از حال بحال می گردد و دیگران آن قدر که شنیدند فهم کردند چون واقف نبودند
بر کلی احوال آن اما آنک واقف بود از آن قدر بسیار فهم کرد چو در خدمت عطار آمدی
شکر بسیارست اما می بیند که سیم چند آوردی بقدر آن دهد سیم اینجا همت و اعتقادست
بقدر اعتقاد و همت سخن فرود آید چون آمدی بطلب شکر در جوالت بنگرند که چه قدرست
بقدر آن بپیمایند کیله یا دو اما اگر قطارهای شتر و جوالهای بسیار آورده باشد فرماید
که کیالان بیاورند که کار این دراز دارد و بکیلی یا بدو بر نمی آید همچنین آدمی باید که او را
دریاها بس نکنند و آدمی باشد که او را قطره چند بس باشد زیاده از آن زیان دارد
و این تنها در عالم معنی و علوم و حکمت نیست در همه چیز چنین ست در مالها و زرها و کانها
جمله بی حد و بی پایانست اما بر قدر شخص فرود آید زیرا که افزون از آن بر نتابد و دیوانه
شود نمی بینی در مجنون و در فرهاد و غیره از عاشقان که کوه و دشت گرفتند از عشق زنی

چون شهوت از آنچ قوت ایشان بود بر ایشان افزون برنخیند و نمی بینی که در فرعون چون ملک و مال افزون ریختند دعوی خدائی کرد، وان من شئ الا عندنا خزائنه[1] هیچ چیز نیست از نیک و بد که آن را پیش ما و در خزینۀ ما گنجهای بی پایان نیست اما بقدر حوصله می فرستیم که مصلحت در آن ست[2]،

آرے این شخص معتقد ست اما اعتقاد را نمی داند همچنان که کودکی معتقد نانست اما نمی داند که چه چیز را معتقد ست همچنین از نامیات درخت زرد و خشک می شود از تشنگی و نمی داند که تشنگی چیست که وجود آدمی همچون علمیست علم را اول در هوا کنند و بعد از آن لشکرها را از هر طرفی که حق داند از عقل و فهم و خشم و غضب و حلم و کرم و خوف و رجا و احوالهای بے پایان و صفات بی حد بپاے آن علم می فرستد هر که از دور نظر کند علم تنها بیند اما آنک از نزدیک نظر کند و زیر علم خلقے بیند و این دوری و نزدیکی بمسافت نیست یعنی غافل همین تن بیند و دانا چون نظر کند بداند که در چه گوهرها و چه معنی هاست،

شخصی آمد مولانا گفت کجا بودی مشتاق بودیم چرا دور ماندی گفتا اتفاق چنین افتاد گفت ما نیز دعا می کردیم تا این اتفاق بگردد و زائل شود اتفاقے که فراق آورد، آن اتفاق نا باستیست ای والله همه از حقست اما نسبت بحق نیکست همه چیز اما بمانے آنچ درویشان می گویند رحمت می گویند همه نسبت بحق نیکست و بکمالست

---

[1] حاشیہ گذر چکا، [2] وحکمت چون باران ست،، سے لے کر یہان تک کا سارا مضمون ہندوستان کے تینون نسخون مین اس مقام پر بالکل غائب ہے، اور یہان کے بجاے دو صفحہ کے بعد تغیر الفاظ کے ساتھ درج ہے،

اما نسبت بمانے زنا و ناپاکی و بی نمازی و نماز و کفر و اسلام و شرک و توحید جملہ نسبت بحق نیکست، اما نسبت بما بدست، زنا و دزدی و کفر و شرک بدست، و توحید و نماز و خیرات نسبت بما نیکست، ہمچنانک پادشاہی در ملک او زندان و دار و خلعت و مال، املاک و حشم و سور و شادی و طبل و علم ہمہ باشد، اما نسبت بپادشاہ ہمہ نیکست چنانک خلعت کمال ملک اوست دار و زندان ہم کمال ملک اوست و نسبت بوی ہمہ کمال ست اما نسبت بخلق خلعت و دار کے یکے باشند[۱]،

فصل

سوال کرد کہ از نماز فاضل ترچہ باشد؟ یک جواب آنک گفتیم کہ جان نماز بہ از صورت نمازست مع تقریرہ[۲]، جواب دوم کہ ایمان بہ از نمازست زیرا نماز پنج وقت فریضہ است و ایمان پیوستہ فریضہ است و نماز بعذرے ساقط شود و رخصت تاخیر باشد مر حائض را و غیرہا و تفضیلے دیگر ہست ایمان را بر نماز کہ ایمان بہیچ عذرے ساقط نشود و رخصت تاخیر نباشد و ایمان بے نماز منفعت کند و نماز بی ایمان منفعت نکند ہمچو نماز منافقان و نماز در ہر دینے نوع دیگرست و ایمان بہیچ دینی متبدل نشود و احوال او و قبلہ او و غیرہ متبدل نگردد و فرقہای دیگر ہست بقدر جذب مستمع ظاہر شود، وان من شیء الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم[۳]

---

[۱] مثنوی، دفتر اول، عنوان، در بیان آن حدیث کہ

عیب شد نسبت بمخلوق جہول — نے بہ نسبت با خداوند قبول

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت است — چون بما نسبت کنی کفر آفت ست الخ

[۲] مثنوی دفتر پنجم مین یہ عنوان قرار دیکر کہ گریہ و زاری سے نماز باطل ہو جاتی ہے، یا اور زیادہ کمال حاصل کرتی ہے، جان نماز کو یون بیان کیا ہے،

زانکہ ترک تن بود اصل نماز — ترک خویش و ترک فرزندان بہ ناز

[۳] حاشیہ اوپر گذر چکا،

مستمع ہمچو آرد ست پیش خمیر کننده کلام ہمچو آبست، در آرد آن قدر آب ریزند که صلاح آن باشد، ے

چشم بدگر کسے نه گرود چه کنم ،، از خود گله کن که روشنائیش توئی

چشم بدگر کس نگرودیعنی مستمع دیگر نه جوید جز تو من چه کنم روشنائیش توئی بدین سبب که تو با توئی از خود نرہیدۂ تا روشنائیت صدہزار تو بودے،

حکایت، شخصی بود سخت لاغر و ضیعف وحقیر ہمچو عصفورے سخت حقیر و رنظر ہا چنانک صورتہای حقیر او را حقیر نظر کردندے وخدا را شکر کردندی اگر چه پیش از دیدن او تشکی بودندے از حقارت صورت خویش دبا این ہمه در شب سخن گفتے و لافہائے زفت زدے در دیوان ملک بردی وزیر، و وزیر را ازآن درد کردے وفرو خوردے تا روزے وزیر گرم شد و بانگ برآورد که اے اہل دیوان این فلان فلانی را ما از خاک برگرفتیم وپروردیم دینان وخوان ونان پاره ونعمت ما کسی شد و اینجا رسید که ما را چنین ہا گوید دررو ے او برجست وگفت ای اہل دیوان و اکابر دولت وارکان خواجه راست می گوید بنعمت ونان آباے او پرورده شدم وبزرگ شدم لاجرم بدین حقیری ورسوائی ام اگر بنان ونعمت کسی دیگر پرورده شدے بودے که صورتم وقامتم وقیمتم به ازین وبیش ازین بودے او مرا از خاک بر داشت لاجرم ہمی گویم، یالیتنی کنت ترابا[1] واگر کسے دیگر مرا از خاک برداشتے چنین مضحکه نبودمے

اکنون مریدے که پرورش از مرد حق یابدروح او را پرو بال ویائے باشد و کسی که از مزورے وسالوسے پرورده شود وعلم ازو آموزد وتربیت ومجاہده ازو یابد

[1] کاش میں خاک ہی رہتا" (نباء ع ۱)

روح از و رنجیدہ شود ہمچو آن شخص حقیر و ضعیف و عاجز و غمگین و بے بیرون مشو از تردد ہا، باشد و حواس او کوتہ بود والذین کفروا اولیاؤھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات[1]

در سرشت آدمی ہمہ علمہا در اصل او سرشتہ اند، کہ روح از و مغیبات را بنماید، چنانک آب صافی آنچ در تحت اوست از سنگ ریزہ و سفال وغیرہ و آنچ بالائے آبست ہمہ بنماید عکس آن آب حق تعالیٰ در گوہر این نہادہ است بی علاجی و تعلیمی لیک چون آب آمیختہ شد با خاک یا رنگہای دیگر آن خاصیت و آن دانش از و جدا شد و او را فراموش شد حق تعالیٰ انبیاء و اولیاء را فرستاد ہمچو آن آب صافی بزرگ کہ ہر آب حقیر رنگین و تیرہ کہ در و در آید از تیرگی و رنگ عارضی خود برہد، پس او را یاد آید چون خود را صاف بیند بداند کہ اول من چنین صاف بودم بہ یقین و بداند کہ آن تیرگیہا و رنگہاے عارضی بود یادش آید حالتی کہ پیش ازین عوارض بود و بگوید کہ ھذا الذی رزقنا من قبل[2] پس انبیاء و اولیا مذکران باشند او را از حالت پیشین نہ آنک در جوہر او چیزی نو نہند اکنون ہر آب تیرہ کہ آن آب بزرگ را شناخت کہ من ازویم و از آن ویم در آمیخت و آن آب تیرہ کہ آن آب بزرگ را نشناخت و او را غیر خود دید و غیر جنس دید پناہ بہ رنگہا و تیرگیہا گرفت تا با بحر نیامیزد و از آمیزش بحر دورتر شود چنانک فرمود، فما تعارف منھا ائتلف وما تناکر منھا اختلف[3] و ازین

---

[1] کافرون کے دوست شیاطین ہین، جو انھین روشنی سے نکال کر تاریکیون مین لاتے رہتے ہین،، (البقرع ۲۴)

[2] یہ وہی ہے جو اس سے قبل ہمین رزق مل چکا ہے،، بقرع ۳)

[3] ،، جس روح نے اس سے موافقت کی، وہ اس سے مل گئی، اور جس نے اس سے بیگانگی اختیار کی وہ الگ ہو گئی،، حدیث صحیح، (بخاری کتاب بدء الخلق)،

فرمود لقد جاء کم رسول من انفسکم[1] یعنی کہ آب بزرگ از جنس آب خرد ست و از نفس اوست و از گوہر اوست و آنچہ از نفس خود نمی بیند آن تناگر از نفس آب نیست از قرین بدست ہا آب کہ عکس آن قرین برین آب می زند و او نمی داند کہ رمیدن من از آن آب بزرگ و بجر از نفس ہنست و یا از عکس این قرین بد از غایت آمیزش چنانک بگل خوارند کہ میل من بگل از طبیعت منست یا از علتی کہ با طبع من در آمیختہ است،

بدانک ہر بیتی و حدیثی و آیتی کہ باستشہاد آرند، ہمچون دو شاہد و دو گواہست، واقف بر گواہیہای مختلف، بہر مقامی گواہی دہند مناسب آن مقام چنانک دو گواہ باشند گواہند بر وقف خانہ و گواہند بر بیع دکانے و ہمین گواہ اند بر نکاحے در ہر قضیہ کہ حاضر شوند بر وفق آن گواہی دہند صورت گواہ ہمان باشد و معنی دیگر و نفعنا اللہ و ایاکم اللہ ون لوت الدم و المہ یحرسہ المسلک

فصل

گفتیم کہ آرزو شد او را کہ شمار ا بیند و می گفت و می خواہم کہ خداوندگار را بدید مے مولانا فرمود کہ خداوندگار را این زمان نبیند بحقیقت زیرا آنچ او آرزو می برد کہ خداوندگار را بینیم آن نقاب خداوندگار بود خداوندگار را این ساعت بے نقاب نبیند و ہمچنین ہمہ آرزوہا و مہرہا و مجتہاد شفقتہا کہ خلق دارند بر انواع چیزہا و بپدر و مادر و برادر و دوستان و آسمانہا و زمینہا و باغہا و ایوانہا و علمہا و عملہا و طعامہا و شرابہا ہمہ آرزوی حق دارند و آن چیزہا جملہ نقابہاست چون ازین عالم بگذرند و آن شاہ را بے این نقابہا بینند بدانند کہ آن ہمہ نقابہا و روپوشہا

[1] تمھارے پاس رسول تمھیں مین سے آیا ہے،، (توبہ ع ۱۶)

بود، مطلوب ایشان در حقیقت یک چیز بود، همه مشکلها حل شود، همه سوالها و اشکالها را که در دل داشتند همه را جواب بشنوند، و همه عیان گردد، و جواب حق چنان نباشد که هر مشکلی را علی الانفراد جدا جدا جواب باید گفتن، بیک جواب همه سوالها بیکبار معلوم شود و مشکل حل گردد، همچنان که در زمستان هر کسے در جامه یا در پوستینے یا در تنورے یا در غار گرمے از سرما خزیده باشد و پناه گرفته و همچنین جملهٔ نباتات از درخت و گیاه وغیره از زهر سرما بے برگ و بر مانده و درختها را در باطن برده و پنهان کرده تا آسیب سرما بر و نرسد چون بهار آید، جواب ایشان تجلی بفرماید، جمله سوالهای مختلف ایشان از احیاء (و نبات) و اموات بیکبار حل گردد و آن سببها برخیزد و جمله سر بیرون کنند و بدانند که موجب آن بلا چه بود،

حق تعالیٰ این نقابها را برائے آن مصلحت آفریده است، که اگر جمال حق بے نقاب روے نماید، ما طاقت آن نداریم، و بهره مند نشویم، بواسطهٔ این نقابها مدد و منفعت می گیریم، این آفتاب را می بینی که در نور او می رویم، و می بینیم و نیک را از بد تمیز می کنیم، و در و گرم می شویم و درختها و باغها مثمر می شوند، و میوه هاے خام و ترش از حرارت او پخته و شیرین می شود، و معادن زر و نقره و لعل و یاقوت از تاثیر او ظاهر می شوند، اگر این آفتاب که چندین منفعت می دهد بوسایط اگرچه نزدیکتر آید هیچ منفعت ندهد، بلکه جملهٔ عالم و خلقان بسوزند و نمانند حق تعالیٰ چون بر کوه بحجاب تجلی می کند آن را پر درخت و پر گل و سبزه و پیراسته و آراسته می گرداند و چون بے حجاب تجلی می کند او را ریزه ریزه و ذره ذره می گرداند فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا[1]

سائلی سوال کرد که آخر در زمستان نیز همان آفتاب هست گفت ما را غرض اینجا

[1] جب اس کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی کی تو اسے چور چور کر دیا، (اعراف ع ۱۷)

حمل گفتن مثال ست اما آنجا نه حمل ست و نه جهل هثل دیگر ست و مثال دیگر، هر چند که عقل آن چیز را الجهد ادراک نکند، اما عقل جهد خود را کی رها کند، اگر جهد خود را رها کند آن عقل نباشد، عقل آنست که همواره شب و روز مضطرب و بی قرار باشد از فکر و جهد و اجتهاد نمودن در ادراک باری تعالیٰ، اگر چه او مدرک نشود و قابل ادراک نیست، عقل همچون پروانه است و معشوق همچون شمع است هر چند که پروانه چون خود را بر شمع زند بسوزد و هلاک شود اما پروانه آنست که بر و آسیب آن سوختگی و الم می رسد (د) از شمع نشکیبد و اگر حیوانی باشد مانند پروانه که از نور شمع نشکیبد و خود را بر آن زند او پروانه (نه) باشد و اگر پروانه خود را بر نور شمع زند و خود آن نیز شمع نباشد پس آدمی که از نور حق نشکیبد و اجتهاد نماید او آدمی نباشد و اگر تواند حق را ادراک کردن آن هم حق نباشد پس آدمی آن ست که از اجتهاد خالی نیست و گرد نور جلال حق می گردد بی آرام و بی قرار، و حق آنست که آدمی را بسوزاند و نیست گرداند و مدرک هیچ عقلی نگردد،

فصل

پروانه گفت که مولانا بهاء الدین پیش از آنک خداوندگار روی نماید عذر بنده میخواست که مولانا جهت این حکم کرده است که امیر بزیارت من نیاید و رنجه نشود که ما را حالها است حالتی باشد که سخن گوئیم، حالتی آید که نگوئیم، حالتی پروای خلقان باشد حالتی عزلت و خلوت حالتی استغراق و حیرت مبادا که امیر در حالتی آید که نتوانم دلجوئی او کردن، و فرغت آن نباشد که با وے بموعظه و مکالمت پردازیم، پس آن بهتر که چون ما را فراغت باشد که توانیم بدوستان پرداختن و بایشان منفعت رسانیدن ما رویم دوستان را زیارت کنیم، امیر گفت که مولانا بهاء الدین را جواب دادم که من بجهت آن نمی آیم که مولانا بمن پردازد، و با من مکالمت کند، برای آن می آیم که مشرف شوم و از زمرۂ بندگان

باشم از اینها که این ساعت واقع شده است یکی آنست که مولانا مشغول بود و روی ننمود
تا دیری مرا در انتظار رها کرد تا من بدانم که اگر مسلمانان را و نیکان را چون بر در من بیایند
منتظر ایشان نگذارم و زود در راه بدهم انتظار چنین صعب است و دشوار است مولانا تلخی آن را این چشانید
و مرا تادیب کرد تا با دیگران چنین نه کنم،

مولانا فرمود نی بلکه آنک شمار امنتظر رها کردیم از عین عنایت بود حکایت می آورند
که حق تعالی[1] می فرماید که ای بندهٔ من حاجت ترا در حالت دعا و ناله زود بر آوردمی اما
آواز و ناله تو مرا خوش می آید و در اجابت جهت آن تاخیر می افتد تا بسیار بنالی که آواز
و ناله تو مرا خوش می آید مثلاً دو گدا بر در شخصی آمدند یکی مطلوب و محبوب و آن دیگر عظیم مبغوض
است خداوند خانه گوید بغلام زود بی تاخیر بآن مبغوض نان پاره بده تا از در ما آواره شود و
آن دیگر را که محبوب است وعده بده که هنوز نان نه پخته اند صبر کن تا نان برسد و بپزد،
که دوستان را بیشتر خاطرم خواهد که ببینم و در ایشان سیر سیر نظر کنم و ایشان نیز در من
تا چون اینجا بسیار دوستان صاحب گوهر همدیگر را نیک دیده باشند چون در آن
عالم حشر شوند، آشنائی قوت گرفته باشد، زود همدیگر را باز شناسند، و بدانند که ما در دار دنیا
بهم بوده ایم، و بهم خوش پیوندند زیرا که آدمی یار خود را زود گم می کند، نمی بینی که درین
عالم که با شخصی دوست شدهٔ جانانه تو در نظر تو یوسفیست بیک فعل قبیح از نظر تو پوشیده
می شود، او را گم می کنی، و صفت یوسفی بگرگی مبدل می شود که همان را که یوسف میدیدی
اکنون بصورت گرگش می بینی، هرچند که صورت او مبدل نشده است و همان ست که

---

۱ مثنوی، دفتر چهارم، حکایت آن زاهدی که در سال قحط خندان و شاد بود الخ

از پدر بر تو جفایی چون رود — آن پدر در چشم تو سگ می شود،

می دیدی، باین یک حرکت عارضی گمش کردی، فردا که حشر دیگر ظاهر شود و این ذات بذات دیگر مبدل شود چون نیک او را نشناخته باشی، و در ذات او نیک فرو نرفته باشی، چونش خواهی شناختن حاصل آنکه همدیگر را نیک می باید دیدن و از اوصاف بد و نیک که در آدمی مستعارست از آن گذشتن و در عین ذات او رفتن، و نیک نیک دیدن که این اوصاف که مردم همدیگر را می دهند اوصاف اصلی ایشان نیست،

حکایت گفته اند که شخصی گفت که من فلان مرد را نیک می شناسم و نشان او بدهم گفتند فرما گفت مکاری من بود و دو گاو سیاه داشت، اکنون همه همچنین برین مثال ست که خلق می گویند که فلان دوست را دیدیم و می شناسیم، و هر نشانی که دهند در حقیقت همچنان باشد، که حکایت دو گاو سیاه داده باشند آن نشان او نباشد، و آن نشان هیچ کاری نیاید اکنون از نیک و بد آدمی باید گذشتن و فرو رفتن در ذات او که چه ذات و چه گوهر دارد که دیدن و دانستن او آن ست،

عجم می آید از مردمان که گویند اولیا، و عاشقان بعالم بیچون که او را جای نیست وصورت نیست و مکان نیست و بے چون چگونه است، چگونه عشق بازی می کنند، و مدد وقوت می گیرند، و متاثر می شوند، آخر شب و روز در آنند، این شخص که شخصے را دوست میدارد و ازو مدد می گیرد، آخر این مدد از لطف و احسان و علم و ذکر و فکر و از شادی وغم او می گیرد، و این جمله در عالم لامکان ست، و او دمبدم ازین معانی مدد می گیرد ومتاثر می شود عجبش نمی آید و عجبش می آید که بعالم لامکان چون خوش شوند و ازوی چون مدد گیرند

حکیمی منکر می بود این معنی را روزی رنجور شد و از دست رفت و رنج برو دراز

کشید، حکیم الٰہی بزیارت او رفت، گفت آخر چه می طلبی، گفت صحت، گفت صورت این صحت را بگو که چگونه است تا حاصل کنم، گفت صورتے ندارد، و او بی چون ست چونش می طلبی، گفت آخر بگو که صحت چیست، گفت "این می دانم که چون صحت بیاید، قوتم حاصل می شود، و فربه می شوم، و سرخ و سفید می گردم، و تازه و شگفته می گردم"، گفت من از تو نفسِ صحت را می پرسم که ذات صحت چه چیز ست، گفت نمی دانم بیچون ست، گفت اگر مسلمان شوی و از مذهب اول بازگردی ترا معالجه کنم و صحت را بتو رسانم،

از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کردند که هر چند که این معانی بی چونند اما بواسطهٔ این صورت آدمی از آن معانی منفعت می توان گرفتن، فرمود اینک صورت آسمان و زمین بواسطهٔ این صورت منفعت می گیرند از آن معنی کل، چون می بینی تصرف چرخ و فلک را، و باریدن ابر ها بوقت و تابستان و زمستان، و تبدیلهای روزگار را، می بینی همه بر صواب و بر حکمت آخر این ابر جماد چه داند که بوقت می باید باریدن، و این زمین را می بینی چون نبات را می پزیرد و یکی را ده می دهد آخر این را کسی می کند او را می بین بواسطهٔ این عالم مدد می گیر همچنانکه از قالب آدمی مدد می گیری از معنی آدمی از معنی عالم مدد می گیر بواسطهٔ صورت عالم،

چون پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم مست شدی و بےخود گشتی سخن گفتی قال اللہ آخر از روی صورت زبان او می گفت اما او در میان نبود گوینده در حقیقت حق بود[1] چون

---

[1] مثنوی، دفتر ششم، عنوان، تمثیل حریص بر دنیا

زین سبب قل گفتهٔ دریا بود	گرچه نطقِ احمدی گویا بود،
گفتهٔ او جمله دُرِّ بحر بود،	که دلش را بود در دریا نفود،

او در اول خود را دیده بود که از چنین سخن جاہل و نادان بود و بے خبر، اکنون از وی
چنین سخن می زاید و اند که او نیست که اول بود این تصرف حقیست چنانکه مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
خبر می دہد پیش از وجود خود چندین ہزار سال از آدمیان و انبیای گذشتہ و تا آخر قرن
در عالم چہ خواہد شدن و از عرش و کرسی و از خلا و ملا وجود او دینہ بود، قطعاً آن چیزہا را وجود
دینہ حادث او نمی گوید حادث از قدیم چون خبر می دہد پس معلوم شد کہ او نمی گوید حق میگوید
کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى[1]،

حق از صوت و حرف منزہ ہست، سخن او بیرون از حرف و صوتست، اما سخن خود را
از ہر حرفی و صوتی و از ہر زبانی کہ خواہد روان کند، چنانک در راہہا و کاروان سراہا ساختہ
اند، بر سر حوض مردے سنگین یا مرغے سنگین، از دہان ایشان آب می آید، و در حوض میریزد، ہمہ
عاقلان دانند کہ آن آب از دہان مرغ سنگین نمی آید، و از جای دیگر می آید، آدمی را
خواہی کہ بشناسی او را در سخن آر، از سخن او را بدانی، و اگر طرار باشد و کسی بوی گفتہ باشد
کہ از سخن مرد را بشناسد و او سخن را نگاہدارد قاصدتا او را در نیابند،

ہمچنان کہ آن حکایت کہ بچۂ در صحرا با مادر گفت کہ مرا در شب تاریک سیاہے ہویے
مانند دیو روی می نماید، و عظیم می ترسم، مادر گفت مترس، چون آن صورت را بینی، دلیر بر وے
حملہ کن پیدا شود کہ خیالست یا حقیقت، گفت ای مادر اگر سیاہ را مادرش چنین وصیت
کردہ باشد من چہ کنم، اکنون او را وصیت کردہ باشد کہ سخن مگو تا پیدا نگردی منش چون نشناسم گفت در حضرت او خاموش کن و خود را بوی دہ و صبر کن باشد کہ کلمۂ از دہان او
بجہد و اگر نجہد باشد کہ از زبان تو کلمۂ بجہد بنا خواست تا در خاطر تو سخنی و اندیشہ سر بر زند از آن

[1] "یہ پیغمبر اپنی خواہش سے نہیں بولتے، بلکہ ہماری وحی ہی کے مطابق کہتے ہیں،، (نجم، ع ۱)

سخن دا از ان اندیشہ حال او را بدانی، زیرا کہ از و متاثر شدہ ای آن عکس اوست و احوال اوست کہ در اندرون تو سر بر زدہ ات،

شیخ سررزی[1] رحمۃ اللہ علیہ میان مریدان نشستہ بود مریدی را سر بریان اشتہا کردہ بود، شیخ اشارت کرد، کہ برای فلانی سر بریان بیارید، گفتند بچہ دانستند کہ او را سر بریان می باید، گفت زیرا کہ سی سالست کہ مرا بایست نماندہ است و خود را از ہمہ بایستہا پاک کردہ ام و منزہم ہمچون آئینہ بی نقش سادہ گشتہ ام چون سر بریان در خاطر من آید، و مرا اشتہا کرد، دانستم کہ آن تقاضائے فلان ست زیرا کہ آئینہ بی نقش است اگر در آئینہ نقش نماید نقش غیر باشد،

عزیزی در چلہ نشستہ بود برائے طلب مقصودی، بوی ندا آمد کہ اینچنین مقصود بلند بچلہ حاصل نہ شود، از چلہ بیرون آئی تا نظر بزرگ بر تو افتد، آن مقصود ترا حاصل شود، گفت آن بزرگ را کجا یابم؟ گفتند در جامع. گفت میان چندین خلق او را چون شناسم کہ کدامست گفتند برو او ترا بشناسد و بر تو نظر کند، نشان آنک نظر او بر تو افتد آن باشد کہ ابریق از دست تو بیفتد و بے ہوش گردی بدانی کہ او بر تو نظر کردہ است، چنان کرد ابریق پر آب در دست گرفت و جماعت مسجد را سقائی می کرد و میان صفوف می گردید ناگہان حالتی بروے پدید آمد و شہقۂ بزد و ابریق از دست او افتاد بیہوش در گوشہ ماند خلق جملہ رفتند، چون بخود باز آمد خود را تنہا دید آن شاہ کہ بروے نظر انداختہ بود آنجا نہ دید اما بمقصود خود برسید،

خدا ای را مردانند کہ از غایت عظمت و غیرت حق روے نمایند اما طالبان را بہ

---

[1] شیخ سررزی کے کچھ حالات مثنوی، دفتر پنجم میں درج ہیں، زیر عنوان، حکایت شیخ محمد سررزی غزنوی قدس اللہ روحہ،

مقصودہا خطیر رسانند و موہبت کنند اینچنین شاہان عظیم نادرند و نازنین،

گفتم پیش شما این چنین بزرگان می آیند گفت مارا پیش نمانده است دیرست که مارا پیش نیست اگر می آیند پیش آن تصور می آیند که اعتقاد کرده اند عیسیٰ را علیہ السلام گفتند بخانۂ تو می آئیم گفت مارا در عالم خانہ کجاست و کے خانہ بود،

حکایت آورده اند که عیسیٰ علیہ السلام در صحرائی می گردید، بارانی عظیم فرو گرفت درخانۂ سیہ گوش در کنج غاری پناه گرفت، لحظه که باران منقطع شد وحی آمد که از خانۂ سیہ گوش بیرون رو که بچگان او بسبب تو نمی آیند، ندا کرد که یارب للابن اوی ماوی ولیس لابن مریم ماوی، گفت فرزند سیہ گوش را پناہیست و جائیست و فرزند مریم را نه پناہست و نه جائیست و نه خانہ است و نه مقام است،

مولانا قدسنا اللہ بسره العزیز فرمود که اگر فرزند سیہ گوش را خانہ است اما چنین معشوقی او را از خانہ نمی راند، ترا چنین راننده ہست، اگر ترا خانہ نباشد چه باک که لطف چنین راننده و بلطف این خلعت تو مخصوص شدی که او ترا می راند، صد ہزاران زمین و آسمان و دنیا و آخرت و عرش و کرسی می ارزد و افزونست و درگذشته است،

فرمود که اینچ امیر آمده ما زود روی ننمودیم نمی باید که خاطرش بشکند زیرا مقصود او ازین آمدن اعزاز نفس ما بود یا اعزاز خود اگر برای اعزاز ما بود چون بیشتر نشست و مارا انتظار کرد اعزاز ما بیشتر حاصل شد، و اگر غرضش اعزاز خود ہست و طلب ثواب چون انتظار کرد و رنج انتظار کشید ثوابش بیش باشد پس علی کلی التقدیرین با آن مقصود که آمد آن مقصود مضاعف شد و افزون گشت پس باید که دل خوش و شادمان گردد،

فصل

اینچہ می گویند کہ ان القلوب علی القلوب شواھد گفتیست و سخنیست کہ می گویند و حکایتیست کہ بر ایشان کشف نشدہ است و اگر نہ سخن چہ حاجت بودی چون قلب گواہی می دہد، گواہی زبان چہ حاجت باشد،

امیر نائب گفت کہ آری دل گواہی میدہد، اما دل را حظیست جدا و گوش را جدا و چشم را جدا و زبان را جدا بہر کی احتیاجے ہست تا فائدہ افزون تر باشد،

مولانا فرمود قدس اللہ سرہ العزیز کہ اگر دل را استغراق باشد ہمہ محو او گردند، محتاج زبان نباشد آخر لیلی را کہ حسن رحمانی نبود جسمانی و نفسی بود و از آب و گل بود عشق او را آن استغراق بود کہ مجنون را چنان فرا گرفت و غرق گردانید کہ محتاج دیدن لیلی بچشم ظاہر نبود و سخن او را بگوش شنیدن حاجت نبود کہ لیلی از خود جدا نمی دید کہ

خیالک فی عینی واسمک فی فمی

وذکرک فی قلبی فکیف تغیب

اکنون چون معشوق جسمانی را آن قوت باشد کہ عشق او وی را بدان حال گرداند کہ خود را از وجد انبیند حسہاے او بکلی در وغرق شوند کہ از چشم و سمع و شم وغیرہ ہیچ عضوی حظی دیگر نطلبد ہمہ را جمع بیند و حاضر داند اگر یک عضوے ازین عضوہا کہ گفتیم حظی تمام یابد ہمہ در ذوق آن غرق شوند و حظی دیگر نطلبند و این طلبیدن حس دیگر دلیل آن می کند، کہ این یک عضو چنانک حق حظست، تمام نگرفتہ است، حظی یافتہ است ناقص، لاجرم دران حظ غرق نشدہ است حس دیگر ش حظ می طلبد عدو می طلبد ہر حسی را حظی جدا، حواس جمعند از روے

معنی وا ز روی صورت متفرقند، چون یک عضو را استغراق حاصل شد، همه در وی غرق شوند چنانک مگس بالا می پرد، و پرش می جنبد و سرش می جنبد و همه اجزاش می جنبد چون چون در انگبین غرق شد و همه اجزاش یکسان شد هیچ حرکت نکند استغراق آن باشد که او در میان نباشد و او را جهد نماند، و فعل نماند و حرکت نماند غرق آن آب باشد هر فعلی که ازو آید آن فعل او نباشد فعل آب باشد، اگر هنوز در آب دست و پای می زند آن را غرق نگویند یا بانگی می زند که آه غرق شدم این را نیز استغراق نگویند،[1]

آخر این انا الحق گفتن منصور هم ازین معنی است مردم پندارند که دعوی بزرگست انا العبد گفتن دعوی بزرگست انا الحق عظیم تواضعست، زیرا آنک می گوید که من عبد خدایم دو هستی اثبات می کند یکی خود را و یکی خدا را اما آنک انا الحق می گوید خود را عدم کرد بباد داد و می گوید که انا الحق یعنی من نیستم همه اوست جز خدا را هستی نیست من بکلی عدم محضم و هیچم[2] تواضع درینجا بیشتر است اینست که مردم فهم نمی کنند،

اینک مردی که بندگی کند حسبة لله آخر بندگی او در میان هست اگرچه برای خدا است خود را می بیند و خدا را می بیند او غرق آب نباشد غرق آنکس باشد که در او هیچ جنبشی و فعلی نماند اما جنبشهای او جنبش آب باشد شیرے آهوے را در پی کرد آهو ازوے می گریخت دو

---

[1] مثنوی دفتر اول عنوان "باز گردانیدن امیر المومنین عمرؓ نظر او را از مقام گریہ الخ"

جست دعوی از دل حال و قال ☆ غرق گشته در جمال ذوالجلال غرقۀ نے کہ خلاصی باشدش ☆ یا بجز دریا کسے بشناسدش

[2] حضرت خواجہ باقی باللہؒ فرماتے ہین،

در معنی عبارت انا الحق نہ آن ست کہ من حقم بلکہ آن ست کہ من نیستم و وجود حق ست سبحانہ

(مکتوبات مجددؒ دفتر اول حصہ ۴ صفحہ ۱۱ مطبوعہ امرتسر)

هستی بود یکی شیر و یکی هستی آهو اما چون شیر بر و رسید و در زیر پنجهٔ قهر او شد و از هیبت شیر بی‌هوش و بی‌خود در پیش شیر افتاد این ساعت هستی شیر ماند تنها هستی آهو محو شد و نماند،

استغراق این باشد که حق تعالی او را غیر آن خوف که خلق دارند از شیر و پلنگ و از ظالم حق تعالی او را از خود خائف گرداند و بر ایشان کشف گرداند که خوف از حقست و امن از حق و عیش و طرب از حق و خورد و خواب از حق حق تعالی او را صورتی بنماید مخصوص و محسوس در بیداری چشم باز صورت شیر و پلنگ یا آتش چنانک او را معلوم شود بحقیقت که آن صورت شیر و پلنگ یا آتش ازین عالم نیست صورت غیب ست که مصوّر شده است و همچنین صورت خویش بنماید بجمال عظیم و بساتین که انوار و انهار و حور و قصور و طعامها و شرابها و خلعتها و براقها و شهرها و منزلها و عجایبهای گوناگون و حقیقت میداند که ازین عالم نیست حق تعالی آنها را بنظر او می نماید و مصوّر می گرداند پس یقین شود که او را خوف از خداست و رجا و همه راحتها و مشاهده اکنون این خوف او بخوف خلق نماند زیرا از آن این مشاهده هست بدلیل نیست چون حق بوی معیّن نمود که همه از وست،

فلسفی نیز آنرا داند اما دلیل پایدار نباشد و آن خوشی که از دلیل حاصل شود آن را بقای نباشد تا دلیل را بوی می گوئی خوش و گرم و تازه می باشد چون ذکر دلیل بگذرد، گرمی و خوشی او نماند چنانک شخصی بدلیل دانست که این خانه را بنّاے هست و بدلیل داند که این بنّا را چشم هست و کور نیست قدرت دارد و عجز ندارد موجود بود معدوم نبود، زنده بود مرده نبود بر بناے خانه سابق بود این همه را داند اما بدلیل داند و دلیل پایدار نباشد زود فراموش شود اما عارفان چون خدمتها کردند بنّا را شناختند و بعین الیقین دیدند، و نان و

نمک بہم خوردند اختلاطہا کردند ہرگز بنا از تصور و از نظر ایشان غائب نہ شود پس چنین کس فانی حق باشد و در حق او گناہ گناہ نبود جرم جرم نبود چون او مغلوب و مستہلک آب است[1]،

بادشاہی غلامان را فرمود کہ ہر یکے قدحے زرین بکف گیرند کہ مہمانے می آید و آن غلام مقرب را نیز فرمود کہ قدحے بگیر چون پادشاہ روے نمود آن غلام خاص از دیدار پادشاہ بیخود و مست شد و قدح از دستش بیفتاد و بشکست دیگران چون از و چنین دیدند گفتند، مگر چنین می باید، قدحہا بقصد می بیداختند بادشاہ عتاب کرد کہ چرا چنین کردید گفتند او مقرب بود چنین کرد بادشاہ گفت ای ابلہان آنرا او نکرد آنرا من کردم، از روے ظاہر ہمہ گناہ بود اما آن یک گناہ عین طاعت بود بلک بالاے ہمہ طاعتہا بود چون مقصود از ہمہ آن غلام او بود باقی غلامان تبع و طفیل ویند زیرا آن غلام بادشاہ بود در حقیقت باین معنی کہ گفتیم و ہمہ غلامان پادشاہند پس تبع او باشند چون او عین پادشاہ ہست و غلامی بروجز صورت نیست از جمال پادشاہ پرست حق تعالیٰ می فرماید، لولاک لما خلقت الافلاک[2] ہم انا الحق است معنیش این ست کہ افلاک را برای خود آفریدم این انا الحق ست بزبانے دیگر در مرنے دیگر،

سخنہای بزرگان اگر بصد صورت زبان مختلف نماید یک باشد چون حق یکیست

---

[1] مثنوی دفتر دوم عنوان آفت تاخیر خیرات بہ فردا، ؎

نان مردہ چون حریف جان شود زندہ گردد نان عین آن شود ہیزم تیرہ حریف نار شد تیرگی رفت و ہمہ انوار شد الخ

[2] "اے پیغمبر اگر تجھے نہ پیدا کرتا، تو میں آسمانوں کو بھی نہ پیدا کرتا"، یہ حدیث قدسی، عام طور پر زبان زد ہے لیکن سند نہیں ملی،

دراہ یکیست سخن دو چون باشد اما بصورت مخالف می نماید معنی یکیست و تفرقہ در صورت ست در معنی ہمہ جمعیت ست چنانک بفرماید کہ خیمۂ بدوزند یکی ریسمان می تابد ویکی میخ می تراشند دیکی می بافد ویکی می دوزد دیکی می درد این صورتہا اگرچہ از روے ظاہر مختلفند ومتفرق اما از روے معنی جمعند ویک کار می کنند وہمچنان احوال این عالم نیز چون در نگری ہمہ بندگی حق می کنند، از فاسق واز صالح واز عاصی واز مطیع از دیو واز فرشتہ مثلاً پادشاہ خواہد کہ غلامان را امتحان کند، وبیازماید، باسباب تا باثبات از بی ثبات پیدا شود ونیک عہد واز بدعہد وبے وفا از باوفا ممتاز شود واو را موسوسے ومہیجے می باید، تا ثبات او پیدا شود، واگر نباشد ثبات او چون پیدا شود؟ پس آن موسوس بندگی بادشاہ می کند، چون خواست پادشاہ این ست کہ چنین کند، باد را فرستاد تا ثابت را از غیر ثابت پیدا کند، پشہ را از درخت و باغ جدا کند تا پشہ برود وآنچ غیر پشہ باشد بماند،

ملکی کنیزکے را فرمود، کہ خود را بیاراے وبر غلامان عرضہ کن، تا امانت وخیانت ایشان ظاہر شود، فعل آن کنیزک اگرچہ بظاہر معصیت می نماید، اما درحقیقت بندگی پادشاہ می کند، این بندگان خود را چون درین عالم دیدند نہ بدلیل و تقلید بل بمعائنہ بی پردہ وحجاب کہ جملہ از نیک وبد بندگی وطاعت حق می کنند کہ وان من شیٔ الا یسبح بحمدہٖ[1] پس در حق ایشان ہمین عالم قیامت باشد، چون قیامت عبارت از آنست کہ ہمہ بندگی خدا کنند وجز بندگی او کاری دیگر نکنند این معنی را ایشان ہمین جا می بینند کہ لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً،

[1] ایسے کوئی شے ایسی نہین، جو حمد خداوندی کی تسبیح مین نہ لگی رہتی ہو،" (بنی اسرائیل، ع ۵)

عالم از روی لغت این باشد که از عارف عالی تر باشد زیرا خدا را عالم گویند اما عارف نشاید گفتن معنی عارف آن ست که نمی دانست و دانست و این در حق خدا نشاید اما از روی عرف عارف بیش است زیرا عارف عبارتست از آنچ بیرون از دلیل داند علم را بمشاهده و معائنه دیده است عرفاً عارف این را گویند،

گفته اند که عالمی به از صد زاهد است عالم به از صد زاهد چون باشد آخر این زاهد بعلم زهد میکند زهد بی علم محال باشد آخر زهد چیست از دنیا اعراض کردن در دے بطاعت و آخرت آوردن آخر می باید که دنیا را بداند و زشتی و بی ثباتی دنیا را بداند و لطف و ثبات و بقای آخرت را بداند و اجتهاد بر طاعت که چون طاعت کنم؟ و چه طاعت کنم؟ این همه علمست پس زهد بی علم محال باشد پس زاهد هم عالمست و هم زاهد این عالم که به از صد زاهد ست چون باشد معنیش را فهم نه کرده اند آن علم دیگرست که بعد ازین علم و زهد که اول داشت حق تعالی بوی دهد که این علم دوم ثمرهٔ آن علم و زهد باشد قطعاً این چنین عالم به از صد زاهد باشد نظیر این همچنان که مردی درختی را نشاند و درخت بار داد قطعاً که آن درخت بار داد به از صد درخت باشد که بار نداده باشد زیرا که آن درختان شاید که بیر نرسد که آفتهائے در راه بسیارست حاجی که بکعبه رسد، به از آن صد حاجی باشد که در بادیهٔ روان ست، که ایشان را خوف ست برسند یا نرسند، اما این بحقیقت رسیده است یک حقیقت به از صد هزار شک است

امیر نائب گفت آنک نرسید هم امید دارد فرمود کو آنک امید می دارد تا آنک رسید از خوف تا امن فرقے بسیارست و چه حاجت ست به فرق این بر همه ظاهر است سخن در امن ست که از امن تا امن فرقهائے عظیم است تفضیل مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

بر انبیای آخر از روی امن باشد و اگر نہ جملہ انبیا بر امنند، و از خوف گذشتہ اند، الا کہ
در امن مقامہاست کہ ورفعنا بعضہم فوق بعض درجات[1] الا کہ در عالم
خوف مقامات خوف را نشان توان داد اما مقامات امن بی نشان است در عالم
خوف نظر کنند ہر کسے در راہِ خدا چہ بذل می کند یکے بذل تن می کند یکے بذل مال
یکے بذل جان یکے روزہ یکے زکوٰۃ یکے نماز یکے دہ رکعت یکے صد رکعت پس منازل ایشان
متصور ست و معین است از ان توان نشان دادن ہمچنان کہ منازل قونیہ تا قیصریہ
معین است اول قیماد و اوبرخ و سلطان وغیرہ اما منازل دریا از انطاکیہ تا مصر بی نشانست
آن را کشتی بان داند باہل خشکی نگویند چون نتوانند فہم کردن،

امیر نائب گفت ہم گفت نیز فائدہ می دہد اگر ہمہ را ندانند اندکے بدانند و بی برند
و گمان برند فرمود ای واللہ کسی کہ در شب تارے نشستہ است بیدار بعزم آنکہ سوے
روز می روم اگرچہ چگونگی رفتن را نمی داند، اما چون روز را منتظر ست بروز نزدیک می شود
یا شخصی در شب تاریک و ابر پس کاروانے میرود نمی داند کہ کجا رسید و کجا می گذرد و چہ قدر
قطع مسافت کرد اما چون روز شود حاصل آن رفتن را بیند سر بجای بر زند ہر کہ حسبۃً للہ
دو چشم برہم زند ہم ضائع نیست، فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ[2]

الا چون اندرون تاریکیست و محجوب ست، نمی بیند کہ چہ قدر پیش رفتہ است آخر بیند کہ
الدنیا مزرعۃ الآخرۃ ہر کہ اینجا بکارد آنجا برگیرد،

عیسیٰ علیہ السلام بسیار خندیدی و یحییٰ علیہ السلام بسیار گریستی، یحییٰ بہ عیسیٰ گفت کہ تو

---

[1] ہم نے بعض کے درجے بعض سے بلند کئے ہیں، (زخرف، ع ۳)

[2] جس نے رائی کے دانہ کے برابر بھی نیکی کی ہے وہ اسے دیکھ لے گا، (سورۂ زلزال)

از مکرہای دقیق حق قوی ایمن شدی کہ چنین می خندی علیسیٰؑ گفت کہ تو از عنایتہا و لطفہای غریب پنہان حق قوی غافل شدی کہ چندین می گریی دلیے از اولیا درین ماجرا حاضر بود از حق تعالیٰ پرسید کہ ازین ہر دو مقام کرا عالی ترست جواب رسید کہ انا عند ظن عبدی بی (من آنجام کہ ظن بندۂ منست) ہر بندہ مرا صورتیست و خیالیست ہر چہ او مرا خیال کند من آنجا باشم من بندۂ آن خیالم کہ حق آنجا باشد بیزارم از آن حقیقت کہ حق آنجا نباشد خیالہا را ای بندگان من پاک کنید کہ جایگاہ و مقام منست[1]، اکنون تو خود را می آزما کہ از گریہ و خندہ و صوم و نماز و خلوت و جمعیت و غیرہ ترا کدام نافع تراست و احوال تو بکدام طریق راست تر می شود و ترقی افزون تر آن کار را پیش گیر استفت قلبک و ان افتاک المفتون[2]، ترا معنی ہست در اندرون فتوی مفتیان بروعرضہ دار تا آنچ او را موافق آید آن را گیرد ہمچنان کہ طبیب نزد بیماری می آید از طبیب اندرون می پرسد زیرا ترا طبیبیست در اندرون و آن مزاج تست، کہ دفع کند، و می پذیرد، و لہذا طبیب بیرونی از وے می پرسد، کہ فلان چیز کہ خوردی چون بود، سبک بودی و یا گران بودی، جوابت چون بود از آنچ طبیب اندرون خبر دہد، کہ طبیب بیرون

---

[1] مثنوی، دفتر اول، عنوان، دل نہادن مرد عرب بر التماس الخ

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است	من نگنجم ہیچ در بالا و پست
بر زمین و آسمان و عرش نیز	من نگنجم این یقین دان ای عزیز
در دل مومن بگنجم اے عجب	گر مرا جوئی در آن دلہا طلب

[2] اپنے دل سے فتویٰ لو، اگرچہ مفتی لوگ فتوی دیتے ہیں، محدثین نے حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے افتاك الناس و افتوك (المقاصد الحسنہ، سخاوی، حرف ہمزہ)

بدان حکم کند، پس اصل طبیب اندرون ست و آن مزاج اوست، چون این طبیب اندرون
ضعیف شود و مزاج فاسد شود از ضعف ہمہ چیز ہا بالعکس بیند و نشانہای کژ دہد، شکر را
تلخ گوید و سرکہ را شیرین، پس محتاج شدیم بطبیب بیرون کہ او را امدو دہد، تا مزاج بر قرار
اول آید، بعد از آن او باز بطبیب خود نماید و ازو فتوی می ستاند، ہمچنین مزاجی ہست آدمی
را از روی معنی، چون آن ضعیف شود حواس باطنۂ او ہر چہ بیند و ہر چہ گوید ہمہ برخلاف باشد
پس انبیا و اولیا طبیبانند او را امدو کنند، تا مزاجش مستقیم گردد، و دل و دینش قوت گیرد کہ
ارنی الاشیاء کما ہی[1]

آدمی عظیم چیز یست، در وی ہمہ چیز مکتوبست، حجب و ظلمات نمی گذارد کہ او
آن علم را در خود بخواند، حجب و ظلمات این مشغولیہای گوناگون ست، و تدبیر ہای گوناگون
دنیا و آرزو ہاے گوناگون با اینہمہ کہ در ظلمات است و محجوب پردہاست ہم چیزے
می خواند و از آن واقف است، بنگر کہ چون این ظلمات و پردہا و حجب برخیزد چہ سان
واقف گردد از خود چہ علمہا پیدا کند، آخر این حرفتہا از خیاطی و بنائی و نجاری و زردگری
و زرگری و علم نجوم و طب وغیرہ و انواع حرف الی مالایعد و لایحصی از درون آدمی پیدا
شدہ است، از سنگ و کلوخ پیدا نشدہ، آنکہ می گویند زاغ آدم را تعلیم داد مردہ را در
گور کردن، آن ہم از عکس آدمی بود بر مرغ زد، تقاضای آدمی او را بر آن داشت آخر
حیوان جزو آدمی ست، جزو کل را چسان آموزد، ہمچنانکہ آدمی خواہد کہ بدست چپ بنویسد
قلم بدست گیرد اگرچہ دل قویست اما دست در نبشتن می لرزد و دست بامر دل بنویسد
امیر گفت کہ مولانا وانم سخنہاۓ عظیم و عالی می فرمائد، فرمود کہ سخن منقطع نیست

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا،

از آن کسی کہ اہل سخن ست دائما سخن بوی می رسد، و سخن بوی متصلست، در زمستان اگر درختان برگ و بر ندہند تا نپندارند کہ در کار نیستند، ایشان دائما در کارند،

زمستان ہنگام دخلست، تابستان ہنگام خرجست، خرج را ہمہ بینند ہمہ دخل را نہ بینند چنانک شخصے مہمانی کند، و خرجہا کند این را ہمہ بینند، اما آن دخل را کہ اندک اندک جمع کردہ بود، آن را نہ بینند و نہ دانند کہ اصل دخل ست، کہ خرج از دخل می آید، ما را با آنکس کہ اتصال باشد، دمبدم با وے در سخنیم، در خموشی و در غیبت و در حضور، بلک در جنگ ہم بہم و آمیختہ ایم اگر چہ مشت بر ہمدیگر می زنیم، با وے در سخنیم، و یگانہ ایم، و متصلیم آن مشت مبین در آن مشت مویز باشد باور نمی کنی، باز کن و ببین، چہ جای مویز کہ جای گوہر ہائے عزیز آخر دیگران از دقائق و رقائق و معارف می گویند از نظم و نثر، اینک میلِ امیر این طرفست و باماست، از روی معارف و دقائق و موعظہ نیست، چون در ہمہ جائیہا ازین جنس ہست و کم نیست پس اینکہ مرا دوست می دارد و میل می کند، این غیر آنہاست، او چیزے دیگر می بیند، و ورای آنکہ از دیگران دیدہ ست روشنائی دیگر می یابد،

آوردہ اند کہ پادشاہی مجنون را حاضر کرد، کہ ترا چہ بودہ است و چہ افتادہ است کہ خود را رسوا کردی و از خان و مان برآمدی و خراب و فنا گشتی، لیلی چہ باشد و چہ خوبی دارد بیا تا ترا خوبان و نغزان نمائم و فدای تو کنم و بتو بخشم چون حاضر کردند مجنون را در حال خوبان در جلوہ آمدند مجنون سر فرو افگندہ بود و پیش خود می نگریست پادشاہ فرمود آخر سر بر گیر و نظر کن، گفت می ترسم عشق لیلی شمشیر کشیدہ است، اگر سر بر دارم سرم بیند ازد، غرق عشق لیلی، آخر چنان گشتہ بود و پروای دیگرے نداشت نظر بر غیر لیلی و را شمشیر قاتل بود آخر دیگران را چشم و رخ و لب و بینی بود آخر در وے چہ دیدہ بود کہ بدان ساکن گشتہ بود،

فصل

مولانا، امیر را فرمود مشتاقیم، الا چون می دانیم که شما بمصالح خلق مشغولید، زحمت دور میداریم، امیر گفت این بر ما واجب بود، دهشت برخاست، بعد ازین بخدمت آئیم، مولانا فرمود که فرقی نیست همه یکیست شما را آن لطف هست که همه یکی باشد از زحمتها چه بیند لیکن چون می دانیم که امروز شمایید که بخیرات و حسنات مشغولید، لاجرم رجوع بشما می کنیم، این ساعت بحث درین می کردیم که اگر مردی را عیالست و دیگری را نیست از وی می برند و بوی می دهند اہل ظاہر می گویند که از معیل می بری و بغیر معیل می دہی، چون بنگری خود معیل او نیست، در تحقیق، ہمچنان که اہل دلی را گوہری باشد (برای مصلحتے پنہانی) شخصی را بزنند و بینی و دہان و سر بشکنند همه گویند که مضروب مظلومست، اما بتحقیق مظلوم زننده ہست و آن سر شکسته ظالم چون این زننده صاحب گوہر است و مستہلک حق گردہ او کردہ حق بود خدا را ظالم نگویند، ہمچنان که مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم می کشت و خون می ریخت و غارت می کرد، و با اینہمہ ظالم ایشان بودند و او مظلوم، مثلاً مغربی در مغرب مقیمست و صاحب گوہر نیست و مشرقی بمغرب آمد غریب آن مغربیست، اما این چه غریب که از مشرق آمد، چون ہمہ عالم خانهٔ بیش نیست ازین

---

[1] مثنوی، دفتر اول، عنوان، جواب گفتن علی علیہ السلام، الخ —

من چون تیغم وان زننده آفتاب — مارمیت اذ رمیت در حراب

من چون تیغم پر گہرہاے وصال — زنده گردانم نہ کشتہ در قتال

سایہ ام من کے جدا ایم ز آفتاب — حاجبم من نیستم او را حجاب

گوشہ بدان گوشہ رفت آخر ہم درین خانہ ہست اما آن مغربی کہ آن گوہر دار داز بیرون خانہ آمدہ است غریب ست آخر می گویند کہ الاسلام بدأ غریباً[1] نہ گفت کہ المشرقی بدأ غریباً،

ہمچنان کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم چون شکستہ شد مظلوم بود و چون شکست ہم مظلوم بود زیرا در ہر دو حالت محق او بود و مظلوم آن ست کہ حق بدست او باشد مصطفےٰ را صلی اللہ علیہ وسلم دل بسوخت بر اسیران حق تعالیٰ برای خاطر رسول وحی فرستاد، کہ بگو ایشان را درین حالت کہ شما در بند و زنجیرید اگر نیت خیر کنید، حق تعالیٰ شمار ابر ہا ند، و آنچہ رفتہ است بشما باز دہد و اضعاف آن زعفران و رضوان در آخرت دو گنج یکے آن کز شما رفت و دیگر گنج آخرت امیر سوال کرد کہ چون بندہ عمل کرد آن توفیق خیرا ز عمل می خیزد یا عطای حقست فرمود کہ عطای حقست و توفیق حقست اما حق تعالیٰ از غایت لطف بہ بندہ اضافت می کند ہر دو را و می فرماید کہ ہر دو از تست جزاءً بما کانوا یعملون[2] گفت چون خدای را ازین لطفست پس ہر کہ طلب حقیقی کند بیابد فرمود و لیکن بی سالار نشود ہمچنان کہ موسیٰ را علیہ السلام چون مطیع بودند در دریا راہ ہا پیدا می شد و گرد از دریا بر آمد و بر می گذشتند اما چون مخالفت آغاز کردند در فلان بیابان چہل سال بماندند کہ فرمود اربعین سنۃ یتیہون فی الارض[3] وسالار آن زبان در بند اصلاح ایشان باشد تا سالار بیند کہ در بند او یند، و مطیع و فرمان دار اند مثلاً چندین سپاہی در خدمت امیر چون مطیع و فرمان بردار باشند او نیز عقل در کار ایشان صرف کند و در بند اصلاح ایشان باشد اما چون مطیع نباشند کی در تدارک ایشان کوشد و

---

[1] اسلام کی ابتدا غربت سے ہوئی، حدیث صحیح ان الفاظ میں آئی ہے بدأ الاسلام غریباً [2] جو کچھ کیا اس کا بدلہ (احقاف) ع ۲، [3] وہ چالیس سال تک زمین میں بھٹکتے رہے،، (مائدہ، ع ۴)

عقل خود در اصرف کند،

بدانکہ عقل در تن آدمی ہمچون امیر ست مادام کہ رعایاے تن مطیع او باشد ہمہ کارہا باصلاح باشد اما چون مطیع نباشد ہمہ بفساد آید نمی بینی کہ چون مستی می آید، خمر خوردہ ازین دست و پا و زبان رعایای وجود چہ فساد ہا بر می آید روزی دیگر بعد از ہشیاری می گوید کہ چہ کردم و چرا زدم! و چرا دشنام دادم! پس وقتے کارہا باصلاح باشد کہ در آن دہ سالاری باشد و ایشان مطیع باشند اکنون عقل وقتی اندیشۂ اصلاح رعایای آن اعضا کند کہ بفرمان او باشند مثلاً فکر کرد کہ بروم وقتی فکر کند کہ پای بفرمان او باشد و الا این فکر را نہ کند اکنون ہمچنان کہ عقل در میان تن امیر ست، این وجود ہائی دیگر کہ خلقند، ایشان نیز جملہ با عقل و دانش و نظر و علم خود نسبت بآن ولی جملگی تن صرفند، و عقل اوست در میان ایشان، اکنون آن خلق کہ تنند، مطیع آن ولی نباشند احوال ایشان ہموارہ در پریشانی و پشیمانی گذرد، اکنون چون مطیع شوند چنان باید شدن کہ ہرچہ او کند مطیع باشند و بعقل خود رجوع نکنند زیرا شاید کہ بعقل خود آن را فہم نہ کنند باید کہ او را مطیع باشند بکلی ہمچنان کہ کودکی را در دوکان خیاطی نشانند او را علی الکل مطیع استاد باید بودن اگر تکل دہد کہ بدوزند تکل دوزد و اگر شلال دہد شلال دوزد اگر خواہد کہ پیشہ بیاموزد، تصرف خود را بکلی رہا کند، و محکوم امر استاد شود امید داریم از حق تعالی کہ حالتی پدید آرد کہ آن عنایت اوست و آن بالای صد ہزار جہد و کوشش است کہ لیلة القدر خیرٌ من الف شہر[1] این سخن و آن سخن یکیست کہ جذبة من جذبات الحق خیرٌ من عبادة الثقلین[2] یعنی چون عنایت بیاید کار صد ہزار کوشش کند

---

[1] شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے،، (سورۂ قدر) [2] ذات حق کی ایک کشش دونوں جہان کی عبادتوں سے بہتر ہے،، سپہ سالار (ص ۲۳) میں اس قول کو حدیث نبوی کی حیثیت سے پیش کیا ہے جامی نے نفحات الانس میں اسے ابو القاسم نصر آبادیؒ کی جانب منسوب کیا ہے، (ذکر ابراہیم ادھم)

وافزون کوشش خوب ومفید است، اما پیش عنایت چه باشد،

پروانه پرسید که عنایت کوشش ده گفت چرا ندهد چون عنایت بیاید کوشش هم بیاید،[۱] عیسیٰ علیه السلام چه کوشش کرد که در مهد گفت اِنّی عَبْدُ اللّٰهِ آتانِیَ الْکِتٰبَ[۲] یحییٰ علیه السلام هنوز در شکم مادر بود که وصف او می کرد،

گفت محمدؐ رسول الله را بے کوشش شد فرمود افمن شرح الله صدره للاسلام[۳]،

اوّل فضلست، چون از ضلالت بیداری درو آید، آن فضل حقست وعطای محض ست والاچرا آن یاران دیگر را نشد که قرین او بودند، بعد از آن فضل وجزا همچنان که ستارهٔ آتش جست اوش عطاست، اما چون پنبه نهادی وآن ستاره را می پروردافزون می کنی بعد ازین فضل وجزاست آدمی در اول وهلت خوردست وضعیف که خلق الانسان ضعیفا[۴] همچنان که اول از آهن وسنگ در جامه سوخته درخشی بجهد اول ضعیفست اما آن آتش ضعیف را بپرورند عالمی وجهانی را بسوزاند واو آن آتش خرد بزرگ وعظیم شود که انک لعلی خلق عظیم[۵]،

گفتم مولانا شمار اعظیم دوست می دارد فرمود که نی آمدن من بقدر دوستیست و نی گفتن من آنچ می آیدم گویم اگر خدا خواهد این اندک سخن را نافع کند، وآن را در اندرون سینهٔ شما قائم دارد، ونفعهای عظیم کند واگر نخواهد صد هزار سخن گفته گیر، هیچ در دل قرار نگیرد همه بگذرد وفراموش شود، همچنان که ستاره آتش بر جامهٔ سوخته افتاد، اگر حق خواهد، همان یک ستاره بگیرد

---

[۱] مثنوی دفتر سوم، عنوان تمنا کردن هاروت وماروت مقام بشریت،

جز عنایت که کشاید چشم را | جز محبت که نشاند خشم را
جهد بے توفیق جان کندن بود | زار زنے کم گرچه صد خرمن بود

[۲] میں خدا کا بندہ ہوں میرے اوپر کتاب اتری ہے،، (مریم ع ۲) [۳] کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھولدیا،، (زمر ع ۳) [۴] انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے،، (نساء ع ۵) [۵] بیشک تمھارا خلق اعلیٰ درجہ کا ہے،، (قلم، ع ۱،)

وبزرگ شود، واگر نه خواهد صد ستاره بدان سوخته برسد ونماند وهیچ اثر نکند وللّٰہ جنود السموات والارض[۱] این سخنها هم سپاه حقند، قلعهارا بدستوری حق بگشایند، وبگیرند، اگر بفرماید چندین هزار سوار برو ید بفلان قلعه وروی بنمایند امامگیرید چنین کنند، واگر یک سوار را بفرماید که بگیر آن باین قلعه را آسمان بیکسوار بگشاید وبگیرد، پشه را بر نمرود بگمارد وهلاکش کند، چنانک می گوید استوی عند العارف الدانق والدینار والاسد والهرة، اگر حق تعالی برکت دهد دو دانق کار صد هزار دینار کند، واگر از هزار دینار برکت برگیرد کار دانقی نکند، وهمچنین اگر گربه بر کسی گمارد او را هلاک کند، چون پشه نمرود را واگر خواهد شیر را مرکب درویشان کند واز بیم ایشان می لرزد، چنانک بعضی از درویشان بر شیر سوار می شوند وچنانک آتش بر ابراهیم علیه الصلوٰة والسلام برد وسلام شد وسبزه وگلزار گشت، چون دستوری حق نبود که اورا بسوزاند،

فی الجمله چون ایشان دانستند که همه از حقست، پیش ایشان همه یکسان شد از حق امید داریم که شما این سخنهارا هم از اندرون خود بشنوید، که مفید آن ست، اگر هزار دزد بیرونی بیایند در را نتوانند باز کردن تا از اندرون دزدی یار ایشان نباشد که از اندرون باز کند، هزار سخن از بیرون بگوئی تا از اندرون مصدقے نباشد سود ندارد، همچنان که درختی را تا در بیخ او تری نباشد، اگر هزار سیلاب بر در یزی سود ندارد، اول در بیخ او تری بباید تا آن مدد او شود، بیت،

نور اگر صد هزار می بیند، جز که بر اصل نور ننشیند

اگر همه عالم نور گیرد تا در چشم نوری نباشد هرگز آن نور را نبیند،

---

[۱] آسمان وزمین میں خدا ہی کے لشکر ہیں،، (فتح ع ۱)

اکنون اصل آن قابلیت ست کہ در نفس است، نفس دیگر ست، و روح دیگر، نمی بینی کہ نفس در خواب کجا ہا می رود، و روح در تن ست، اما این نفس می گردد، و چیزی دیگر می شود پس آنچ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ گفت، مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ[1] این نفس را گفت، روح را نگفت، و اگر گوئیم کہ این نفس را گفت ہم خرد کاری نیست و اگر آن نفس را شرح دہیم او ہمین نفس را خواہد فہم کردن، چو او آن نفس را ندیده اند، مثلاً آئینہ کوچک در دست گرفتہ اگر در آئینہ نیک و بد و یا خورد و بزرگ نماید آن باشد بگفتن محال است، کہ فہم شود، بگفت ہمین قدر باشد کہ در و خار خاری پدید آید کہ بیرون آن کہ ما می بینیم عالمی ہست تا لطلبیم این دنیا و خوشیہا کہ در وست نصیب حیوانیت آدمی ست، این ہمہ قوت حیوانیت او می کند و آنچ اصل است کہ انسان ست در کاہش است، آخر می گوید کہ اَلْاِنْسَانُ حَیَوَانٌ نَاطِقٌ پس آدمی دو چیز ست، اینچ درین عالم قوت حیوانیت اوست شہوانیست و آرزو ہا اما آنچ خلاصۂ اوست غذای آن علم و حکمت و دیدار حقست، آدمی را آنچ حیوانیتش ہست از حق گریزان است و انسانیتش از دنیا گریزان فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ[2] و دو شخص درین وجود در جنگند،

"تا بخت کرا بود کرا دارد دوست"

درین شک نیست کہ این عالم ہاست و جماد ست ما جملہ را جماد می گویند زیرا کہ ہمہ منجمدند این سنگ و کوه و این جامہ کہ پوشیدۂ وجود ہمہ منجمد ست اگر نہ دی ہست، عالم چرا منجمد ست عالم معنی بسیط است، در نظر نیاید اما بتاثیر توان دانستن، کہ باد و سرما ہست،

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا [2] پس تم ہی مین کافر بھی مین، اور تم ہی مین مومن بھی،" (تغابن، ع ۱)

این عالم همه چون فصل دے ست که همه منجمد اند اما دے عقلی نه دے حسی چون آن هوای الٰهی بیاید کوه ها گداختن گیرد عالم آب شود همچنان که چون گرمای تموز بیاید، همه منجمدان در گداز ند روز قیامت چون آن هوا بیاید، همه بگداز ند حق تعالی این کلمات ها لشکرها کند گرد شما، تا از اعدا اشمار اسد سے شود و سبب قهر اعدا باشند یعنی اعدای اندرون، آخر اعدای بیرونی چیزی نیستند، چه چیز باشند؟ نمی بینی چندین هزار کافر اسیر یک کافر ند که پادشاه ایشان ست، وآن کافر اسیر اندیشه، پس دانستیم که کار اندیشه دارد، چون بیک اندیشهٔ ضعیف مکدر چندین هزار خلق و عالم اسیر ند، آنجا که اندیشه های بی پایان باشد بنگر که آنرا چه عظمت و شکوه باشد و چگونه قهر اعدا کنند، و چه عالم ها مسخر کنند، چون می بینیم معین که صد هزار صورت بی حد و سپاه بی پایان صحرا در صحرا اسیر شخصی اند، و آن شخص اسیر اندیشهٔ حقیر، پس این همه اسیر یک اندیشه باشند، تا اندیشهای بی پایان عظیم خطیر قدسی و علوی چون باشند پس دانستیم که کار اندیشها دارند صورت همه تابعند، و آلتند و بی اندیشه معطلند و جماد ند پس آنک صورت بیند او نیز جماد باشد، و در معنی راه ندارد، و طفلست و نابالغ، اگرچه بصورت پیر است و صد ساله است،

رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر[1]، یعنی با نفس مصاف کردن جهاد اکبر است در جنگ صورتها بودیم و بخصمان صوری مصاف می کردیم این ساعت بلشکرهای اندیشه مصاف می زنیم تا اندیشهای نیک اندیشهای بد را بشکنند، و از ولایت تن بیرون کنند، پس اکبر این جهاد باشد و این مصاف اکنون کار فکرها دارد، که بی واسطه تن در کار ند، همچنان که عقل فعال

[1] ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف آگئے، مثنوی، دفتر اول، عنوان تفسیر رجعنا من الجهاد الاصغر

چونکه واگشتم ز پیکار برون   روے آوردم به پیکار درون

قد رجعنا من جهاد اصغریم   با نبی اندر جهاد اکبریم

بی آلت چرخ را می گرداند، آخر می گوید که بآلت محتاج نیست، بیت،

گوهر که از عرض طلبی هست ناپسند — تو جوهری و هر دو جهان مر ترا عرض

چون عوضست پر عوض نباید ماندن، زیرا این جوهر چون نافهٔ مشک است، و این عالم و خوشیهای او همچو بوی مشک این بوی مشک نماند، زیرا عوض ست، هر که ازین بوی مشک را طلبید، و بر بوی قانع نشد، نیکست، اما هر که بر بوی مشک قرار گرفت، آن بدست، از یرا دست بچیزی زده است که آن در دست او نماند، بوی صفتِ مشکست، چندانکه مشک را روی درین عالمست، بوی می رسد، چون در حجاب رود، و روی در عالم دیگر آرد، آنها که به بوی زنده بودند بمیرند، زیرا بوی ملازم مشکست، آنجا رود که مشک جلوه می کند، پس نیک بخت آن ست که از بوی بر وی رسد، و عین او شود، بعد ازان او را فنا نماند، و در عینِ ذاتِ مشک باقی باشد، و حکم مشک گیرد[1] بعد ازان او خود بعالم بوی برساند، و عالم از وی زنده باشند و برو از آنچ بود جز نامی نه ماند، همچنان که حیوانی در نمکسار، نمک شده باشد، برو از حیوانی جز نام نمانده باشد، همان دریای نمک باشد، در فعل و در تاثیر[2]، آن اسم او را چه زیان دارد، از نمکیش برون نخواهد کردن، و اگر این کان نمک را نام دیگر نهی از نمکی بیرون نیاید،

پس آدمی را ازین خوشیها و لطفها که پرتو و عکس حقیست بباید گذشتن و بدین قدر نباید قانع شدن، هر چند این قدر هم از لطف حقست، و پرتو جمالِ اوست، اما نسبت به ما باقی نیست، نسبت بحق باقیست، و نسبت بخلق فانیست، چون شعاع آفتاب که در خانها می تابد

[1] مثنوی دفتر دوم عنوان. گمان بردن کاروانیان، الخ

گرمیان مشک تن را جا شود — روز مردن گند ها پیدا شود

مشک را بر تن مزن بر دل بمال — مشک چه بود اسم پاک ذوالجلال

[2] مثنوی دفتر دوم، عنوان، آفت تاخیر خیرات به فردا

در نمکسار ار خر مرده فتاد — آن خری و مردگی یکسو نهاد،

هر چند که شعاع آفتاب است و نور ست، اما ملازم آفتابست، چون آفتاب غروب کند، روشنائی نماند، پس آفتاب باید شدن، تا خوف جدائی نماند، اصل باختست و شناخت بعضی را داد و عطا هست اما شناخت نیست و بعضی را شناخت هست، اما باخت نیست اما چون این هر دو باشد عظیم موفق کسے بود، اینچنین کس بی نظیر باشد، نظیر این مثلا مرد ے را میرود اما نمیداند که این راه است یا بی راه است میرود علی العمی بوک آواز خروسی یا نشان آبادانی پدید آید، کو این، و کو آن که راه را میداند، و میرود، محتاج نشان نیست، کار او دارد پس شناخت وراء همه است،

فصل

اللیل طویل فلا تقصره بمنامك والنهار مضیٔ فلا تکدره باثامك

شب درازست از بهر راز گفتن، و حاجات خواستن، بی تشویش خلق و بی زحمت دوستان و دشمنان خلوتے و سلوتے حاصل شده، و حق تعالیٰ پرده فرو کشیده، تا عملها از ریا مصون و محروس باشد خالصاً للّٰه تعالیٰ، و در شب نیز مرد ریائی از مخلص پیدا شود، در شب همه چیزها مستور شوند بروز رسوا شوند، مرد ریائی بشب رسوا شود، گوید چون کسی نبیند، از بهر که کنم، می گویندش کسی می بیند ولیکن تو کسی نیستی تا کسی را ببینی، آنکس که می بیند همه کسان در قبضهٔ قدرت ویند و بوقت درماندگی او را می خوانند، و بوقت درد دندان و درد گوش و درد چشم و تهمت و خوف همه او را خوانند، و بر و اعتماد دارند، که می شنود و حاجت ایشان روا خواهد کردن و پنهان صدقه می دهند از بهر دفع بلا و از صحت رنجور ے را، و اعتماد دارند

که آن دادن صدقه را قبول می کند، چون صحت نشان داد، و فراغت آمد، از یشان آن یقین باز رفت وخیال اندیشی باز آمد، می گویند خداوندا آن چه حالت بود که بصدق ترا می خواندم در آن کنج زندان، با هزار قل هو اللہ تا لابہ وزاری بے ملالت، که حاجات روا کردی، اکنون ما بیرون زندان همچنان محتاجیم، که اندرون زندان بودیم، تا ما را ازین زندانِ عالم ظلمانی بیرون آوری، بعالم انبیا که نورانیست در آری، اکنون ما را چرا همان اخلاص بیرون زندان و بیرون حالت دردنی آید هزار خیال فرد می آید که عجب فائده کند یا نکند و تا ثیر این خیال هزار کاهلی و ملالت می دهد آن یقین خیال سوز کو

خدای تعالیٰ جواب می فرماید کا نچه گفتم نفس حیوانی شما عدوست شمار او یار لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ[1] همواره این عدو را در زندانِ مجاهده دارید که چون او در زندانست و در رنج و بلاست، اخلاص تو روی نماید، و قوت گیرد، هزار بار آزمودی که از رنج دندان واز درد سر واز خوف تن ترا اخلاص پدید آمد چرا در بند راحت تن گشتی و در تیمار او مشغول شدی سر رشته را فراموش مکنید، و پیوسته نفس را بی مراد دارید، تا بمراد ابدی برسید، و از زندان تاریکی خلاص یابید کر وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ[2]

فصل

شیخ ابراهیم گفت که سیف الدین فرخ چون یکی را بزدی، خود را با کسی مشغول کردی بحکایت، تا ایشان را بزدندی، و شفاعت کسی باین طریق و شیوه پیش نرفتی،

---

[1] میرے اور اپنے دشمن کو اپنا دوست نہ بنانا، (ممتحنہ، ع، ۱) [2] جس نے نفس کو خواہش سے روکا، پس جنت اس کا ٹھکانا ہے، (نازعات، ع، ۱)

مولانا فرمود کہ ہرچہ در این عالم می بینی، در آن عالم ہم چنان ست، بلکہ این ہا ہمہ نموذج آن عالم اند، و ہرچہ درین عالم ست، ہمہ ازان عالم آوردہ اند وان من شیءٍ اِلّا عِندَنَا خَزَائِنُہ وما ننزلہ اِلّا بِقَدَرٍ مَعلُومٍ،[1]

طواقان بر سر طبلہاے ادویہ مختلف می نہند از ہر انبارے مشتے از فلفل مشتے مصطگی مشتے انبارہا بی نہایتند، لیکن در طبلہ او بیش ازین نمی گنجد، پس آدمی بر مثال طواقے است یا دکان عطاریست، کہ دروی از خزائن صفات حق مشت مشت و پارہ پارہ در حقہا و طبلہا نہادہ اند، تا درین عالم تجارت میکنند لائق خود، از سمع پارہ، و از بصر پارہ، و از نطق پارہ، و از عقل پارہ و از کرم پارہ، و از علم پارہ اکنون پس مردمان طواقان حقند، طواقی می کنند، و روز و شب طبلہا پر می کنند، و تو تہی می کنی، یا ضائع میکنی، یا بآن کسب میکنی بروز تہی میکنی و شب باز پر می کنند و قوت می دہند، مثلاً روشنی چشم را می بینی در آن عالم دیدہاست و چشمہا ست و نظرہاست مختلف از آن نموذجی بتو فرستادہ اند، تا بدان تفرج عالم می کنی، دید این قدر نیست، ولیکن آدمی بیش ازین تحمل نکند وَاِن مِن شَیءٍ اِلّا عِندَنَا خَزَائِنُہ[2] این صفات ہم پیش ماست بی نہایت، بقدر معلوم بتو فرستیم پس تأمل می کن کہ چندین ہزار خلیقہ کہ قرناً بعد قرنٍ آمدند و ازین دریا پر شدند، و باز تہی شدند، بنگر کہ آن چہ انبارست اکنون ہر کرا بر آن دریا وقوف بیشتر، دل او بر طبلہ سرد تر،

پس پنداری کہ ہمہ عالم از ضراب خانہ بدر می آیند، و باز بدار الضرب رجوع می کنند، کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ[3] انا للہ یعنی جمیع اجزای ما از آنجا آمدند، و نموذج

---

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا، [2] ایضاً [3] بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں، اور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں، (البقرع ۱۹)

آنجا اند و باز آنجا رجوع می کنند از خرد و از بزرگ و از حیوانات اما درین طبله زده ظاهر می شوند،
و بی طبله ظاهر نمی شوند، از آن ست که آن عالم لطیفست، و در نظر نمی آید، چه عجب می آید،
نه می بینی نسیم بهار را، چون ظاهر می شود در اشجار، و سبزها و گلزارها و ریاحین، جمال بهار را بواسطه
اینها تفرج می کنی، و چون در نفس نسیم بهار بنگری، هیچ ازینها نه بینی، نه از آنست که در وی این
تفرجها و گلزارها نیست، آخر نه اینها از پرتو اوست، بلک در او موجهاست از گلزارها و ریاحین
لیکن موجهاے لطیفند، و در نظر نمی آیند، الا بواسطهٔ از لطف پیدا نمی شوند همچنین در آدمی نیز اوصافها
نهانست، ظاهر نمی شود الا بواسطهٔ اندرونی یا بیرونی، از گفت کسی، و آسیب کسی، جنگ
کسے و صلح کسے پیدا می شود صفات آدمی نمی بینی در خود تامل می کن هیچ نمی یابی و خود را تهی میدانی ازین صفات
نه از آن ست که تو از آنچه بوده متغیر شده الا این ها در تو نهانند بر مثال آب اندر دریا، از دریا بیرون نیایند الا بواسطه
ابری، و ظاهر نه شوند الا بموجے موج جوشے باشد که از اندرون تو ظاهر گردد بے واسطهٔ بیرونی و لیکن مادام که دریا ساکن است
هیچ نمی بینی، و تن تو بر لب دریاست، و جان تو دریائیست، نمی بینی در و هزار گونه ماران
و ماهیان و مرغان و خلائق گوناگون و عجب بدر می آیند و خود را می نمایند، و باز بدریا می روند،
صفات تو مثل خشم و حسد و شهوت و غیره ازین دریا سر بر می آرند، پس گوئی صفات
تو عاشقان حقند از لطیفی ایشان نتوان دیدن الا بواسطهٔ جامهٔ لفظی ازینان چون برهنه می شوند
از غایت لطیفی در نظر نمی آیند،

فصل

در آدمی عشقے و دردے و خارخارے و تقاضائے هست، که اگر صد هزار عالم ملک او
شود او نیاساید، و آرام نیابد، این خلق بتفصیل در هر حرفتی و هر پیشه و صنعتے و منصبے و تحصیل علوم

و نجوم و غیره می کوشند، و هیچ آرام نمی گیرند، زیرا که آنچ مقصود است بدست نیامده، آخر معشوق را دلارام می گویند یعنی دل بدو آرام یابد، پس بغیر چون آرام و قرار گیرد، این جمله خوشیها و مقصودها چون نردبانیست و چون پایهای نردبان، جای اقامت و باش نیست، از بهر عبور ست خنک آنکس که زودتر بیدار و واقف گردد، تا راه دراز بر و کوتاه شود، و درین پایهای نردبان عمر خود را ضائع نکند،

سوال کردند مغلان مال هائے ما را می ستانند و ایشان نیز ما را گاه گاهے مالها می بخشند عجب حکم آن چون باشد،

فرمود هرچه مغل بستاند همچنان ست، که در قبضه و خزینهٔ حق در آمده است همچنان که از دریا کوزه را یا خمی را پر کنی و بیرون آری آن ملک تو گردد، مادام که در کوزه یا خمست، کس را در آن تصرف نرسد و هر که از آن خم ببرد بی اذن تو غاصب باشد اما چون باز بدریا ریخته شد بجمله حلال گردد، و از ملک تو بیرون آید پس مال ما بر ایشان حرامست و مال ایشان بر ما حلال،

لا رهبانیة فی الاسلام[1] الجماعة رحمة[2]، مصطفی صلی الله علیه وسلم کوشش در جمعیت نمود که مجمع ارواح را اثرهاست بزرگ و خطیر، در وحدت و تنهائی آن حاصل نشود، و سرّ این که مسجدها را نهاده اند، آنست تا اهل محله آنجا جمع شوند تا رحمت و فائده افزون باشد،

---

[1] اسلام مین رہبانیت نہین،، حدیث معنیً صحیح ہے، لیکن ان الفاظ کے ساتھ سند نہین ملی مولانا نے مثنوی دفتر پنجم مین اس کی شرح ایک مستقل عنوان کے ماتحت کی ہے،

[2] جماعت رحمت ہے،، حدیث بہ سند ضعیف (المقاصد الحسنه، سخاوی، حرف جیم، اور الفوائد المجموعه شوکانی، صـ۱۹۱)

وخانہائے جداگانہ برائے تفرقیت و ستر عیبہا فائدہ آن ہمین ست و جامع را نہادند تا جمعیت اہل شہر آنجا باشد، و کعبہ را واجب کردند تا اغلب خلق عالم از بلاد و اقالیم آنجا جمع گردند،

امیر گفت کہ مغلان اول درین ولایت آمدند عور و برہنہ بودند، مرکوب ایشان گاؤ بود، و سلاحہاشان چوبین بود، این زمان محتشم و سیر گشتہ اند، و اسپان تازی ہرچہ بہتر و سلاحہای خوب پیش ایشان ست،

مولانا فرمود کہ آن وقت کہ دل شکستہ و ضعیف بودند و قوتے نداشتند خدا ایشان را یاری داد و نیاز ایشان را قبول کرد، درین زمان کہ چنین محتشم و قوی شدند، حق تعالیٰ با ضعف خلق ایشان را ہلاک کند، تا بدانند کہ آن عنایت حق بود کہ عالم را گرفتند نہ بقوت خود، اوّل ایشان در صحرائے بودند، دور از خلق، بے نوا و مسکین و برہنہ و محتاج مگر بعضی از ایشان بطریق تجارت بولایت خوارزم شاہ می آمدند و خرید و فروختے می کردند کرباس می خریدند، جہت جامۂ خود خوارزمشاہ آن را منع کرد و تجار ایشان را می فرمود کشتن و از ایشان نیز خراج می ستد و بازرگانان را نمی گذاشت کہ آنجا بروند تاتاران دباز بہ پیش بادشاہ خود بتضرع رفتند کہ ہلاک شدیم بادشاہ از ایشان مہلت طلبید، و ده روز در غارے رفت، و روزہ داشت خضوع و خشوع کرد و مسکینی پیش گرفت از حق تعالیٰ ندا آمد کہ قبول کردم زاری ترا، خروج کن ہر جا کہ روی منصور باشی آن بود کہ چون برون آمد بامر حق منصور شدند و عالم را گرفتند،

امیر گفت تاتار نیز حشر را مقرست و می گویند کہ فردا یرغوی خواہد بودن و خواستے و حسابی البتہ روزے خواہد بودن،

مولانا فرمود کہ دروغ می گویند خواہند کہ خود را با مسلمانان مشارک کنند یعنی کہ ما

نیز مقریم و می دانیم، اشتری را گفتند از کجا می آئی، گفت از حمام، گفتند از پاشنه ات پیداست، اکنون اگر ایشان مقر حشر ند کو علامت و نشان آن؟ این معاصی وظلم وبدی همچون برفهاست و یخهاست، توی بر توی جمع گشته چون آفتاب انابت و پشیمانی وخبر آن جهان وترس خدای در آید آن برفهای معاصی جمله بگداز ند همچنان که آفتاب برفها و یخهارا می گدازاند اگر برفی و یخی بگوید، که من آفتاب را دیده ام، و آفتاب تموز برمن تافت، و او بر قرار است هیچ عاقل آن را قبول نکند محالست که آفتاب تموز بتابد برف ویخ نگدازد

حق تعالی اگرچه وعده داده است که جزای نیک و بد روز قیامت خواهد بودن، اما نموذج آن بقدر در دار دنیا و مبدم ولحه بلحه میرسد اگر آدمی را شادی در دل می آید جزای آنست که کسی را شاد کرده است و اگر غمگین می شود کسی را غمگین کرده است، آن ارمغان آن عالمست، ونمودار روز جزاست، تا بدین اندک آن بسیار را فهم کنند چنانکه از انبار گندم مشتی بنمایند،

مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم با آن عظمت و بزرگی که داشت شبی دست او درد کرد الهام آمد که از تاثیر درد دست عباس است که او را اسیر گرفته بود و با جمع اسیران دست او بسته اگرچه بستن بامر حق بود، هم جزا رسید، تا بدانی که این قبضها و تیرگیها و ناخوشیها که بر تو می آید از تاثیر آزارے و معصیتے است که کردۀ، اگرچه تفصیل ترا یاد نیست اما از جزا بدان که کارهای بد بسیار کردۀ که ترا معلوم نیست، که آن بدست از جهل یا از غفلت یا از همنشینی بی دینی که گناهان را بر تو آسان کرده است، که آن را گناه نمی دانی در جزا می نگر که چه قدر گشاد داری و چه قدر قبض داری قطعاً قبض جزای معصیت ست، و بسط جزای طاعتست آخر مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم برای آنک انگشتری در انگشت خود بگردانید عتاب

ؔ مثنوی دفتر پنجم عنوان مثل آوردن اشتر الخ
آن یکی می گفت اشتر را که ہے ۔ از کجا می آئی اے اقبال پے
گفت از حمام گرم کوئے تو ۔ گفت خود پیداست از زانوی تو

آمد که ترا برای بازی و تعطیل نیافریدم که اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا [۱] ازینجا قیاس کن روز در چه می گذرد در خیر می گذرد یا در شر و معصیت می گذرد و یا در طاعت موسیٰ را علیه السلام بخلق مشغول کرد، جهت مصلحت و خضر را علیه السلام بکلی مشغول خود کرد مصطفی صلی اللہ علیه وسلم را اوّل بکلی مشغول خود کرد، بعد ازان امر کرد که خلق را دعوت کن و نصیحت ده و صلاح کن مصطفی صلی اللہ علیه وسلم در فغان و زاری در آمد، که آه یارب چه گناه کردم مرا از حضرت چرا می رانی من خلق را نخواهم حق تعالیٰ گفت ای محمدؐ هیچ غم مخور، که ترا نگذارم که بخلق مشغول شوی، در عین آن مشغولی با من باشی، و یک سرموی از آنچ این ساعت با منی، چون بخلق مشغول شوی هیچ از آن از تو کم نه گردد، در هر کاری که ورزی در عین وصل باشی،

سوال کردند که حکمهای ازلی، و آنچ حق تعالی تقدیر کرده است هیچ بگردد؟

فرمود که حق تعالی آنچ حکم کرده ست در ازل که بدی را بدی باشد و نیکی را نیکی آن حکم هرگز نگردد، زیرا که حق تعالی حکیم ست گگوید بدی کن تا نیکی یابی، هرگز کسی گندم کارد و جو بردارد و یا جو کارد و گندم بردارد، این ممکن نباشد و همه انبیا و اولیا چنین گفته اند که جزای نیکی نیکیست، و جزای بدی بدیست، که فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ اگر از حکم ازلی آن می خواهی که گفتیم و شرح کردیم هرگز آن نگردد، و معاذ اللہ و اگر این میخواهی که جزای نیکی و بدی کم و افزون شود و بگردد، چندانکه نیکی بیش کنی نیکیها بیش آید و چندانکه ظلم بیش کنی بدیها پیش آید، این بگردد اما اصلِ حکم نگردد،

امیر سوال کرد که ما می بینیم که شقی سعید می شود و سعید شقی می شود،

فرمود آخر آن شقی نیکی کرد یا نیکی اندیشید که سعید شد، و آن سعید که شقی شد بدی اندیشید،

---

[۱] کیا تم اس خیال میں ہو، کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کر دیا ہے، (مومنون ع ۶) [۲] سے حاشیہ اوپر گذر چکا،

همچنان که ابلیس در حق آدم اعتراض کرد که خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ [۱]، بعد از آن که استاد ملائکه بود، ملعون ابد گشت و راندهٔ درگاه ما نیز همچنین می گوئیم که جزای نیکی نیکیست وجزای بدی بدیست پس آن کسی که در ازل از سعداء نبود شقی گردد، همچو ابلیس، و نعوذ بالله مومن که کافر گردد، هرگز از سعداء نباشد ولیکن آن که در ازل سعیدست، اگرچه کافرست مومن گردد،

پس امیر سوال کرد یکی نذر کرد که روزی روزه دارم اگر آن را بشکند کفارت باشد یا نی،

فرمود که در مذهب شافعی رحمة الله علیه بیک قول کفارت باشد جهت آنکه نذر را یمین میگیرد و هر که یمین را بشکند بر او کفارت باشد، اما پیش ابو حنیفه رحمة الله علیه نذر بمعنی یمین نیست پس کفارت نباشد و نذر بر دو جهت، یکی مطلق و یکی مقید، مطلق آن ست که گوید عَلَیَّ اَنْ اَصُوْمَ یَوْمًا، مقید آنست که گوید عَلَیَّ کَذَا اِنْ جَاءَ فُلَانٌ گفت یکی را خری گم شده بود سه روز روزه داشت به نیت آنکه خر خود را بیابد بعد از سه روز خر را مرده یافت برنجید و از سر رنجش روی بر آسمان کرد و گفت که اگر عوض این سه روزه که داشتم شش روز از رمضان نخورم مرد نباشم از من صرفه خواهی بردن،

یکی سوال کرد که معنی التحیات چیست والصلوات والطیبات،

جواب فرمود یعنی این پرستشها و خدمتها و بندگیها همه بخشش و ملک حقست زیرا که اگر حق ما را صحت ندهد این پرستشها و فراغتها هم از ما نیاید، و بدان ما را فراغت نباشد پس حقیقت شد که صلوات و طیبات و تحیات لله است از آن ما نیست، همه از آن اوست

[۱] "مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اُسکو خاک سے"، (اعراف، ع ۲)

و ملک اوست همچنان که در فصل بهار خلقان زراعت می کنند و بصحرا برون آیند و سفرها کنند و عمارتها کنند این همه بخشش و عطای بهارست و اگرنه ایشان همه چنان که بودند محبوس خانها و غارها بودندی پس به حقیقت آن زراعت و تفرج و تنعم همه از آن بهارست و ولی نعمت اوست،

مردم را نظر باسباب ست و کارها را از آن اسباب می دانند اما پیش اولیا کشف شده است که اسباب پرده بیش نیست تا مسبب را ببینند و بدانند که پرده طلسمی بیش نیست همچنان که کسی از پس پرده سخن میگوید، پندارند که پرده سخن میگوید و ندانند که پرده بکار نیست و حجاب است چون او از پس پرده برون آید معلوم شود که پرده بهانه بود[۱]، اولیا حق برون اسباب کارها دیده اند که گزارده شد و بر آمد همچنان که از کوه اشتر بر آمد، و عصای موسیٰ ثعبان شد، و از سنگ خاره دوازده چشمه روان شد و همچنان که مصطفیٰ صلی اللہ علیه وسلم ماه را بے آلت باشارت بشگافت، و همچنان که آدم علیه السلام بی پدر و مادر در وجود آمد و عیسی علیه السلام بی پدر، و برای ابراهیم علیه السلام از نار گلزار رست، و همچنین الی مالانهایة پس چون این را دیدند و دانستند که اسباب بهانه، کارساز دگرست، اسباب جز روپوشی نیست، تا عوام بآن مشغول شوند، ذکریا را علیه السلام حق تعالی وعده کرد که ترا فرزند خواهم دادن، او فریاد کرد که من پیرم و زن پیر، و آلت شهوتم ضعیف شده است و زن بجالتی

[۱] مثنوی دفتر ۴، عنوان بیان آنکه مورے بر کاغذی رفت الخ ؎

صورت آمد چون لباس و چون عصا،	جز به عقل و جان نه جنبد نقشها،
یک زمان لاذی عنایت بر کند	عقل زیرک ابلهیها می کند
بیخبر بود آن که در عقل و فواد	بے ز تقلیب خدا باشد جماد

رسیده است که امکان حمل نیست یارب از چنین زن فرزند چون شود قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ الآية؛

جواب آمد که هان ای زکریا باز سررشته گم کردی صد هزار بار تو نمودم که کارها برون اسباب است آنرا فراموش کردی نمیدانی که اسباب بهانه است من قادرم که درین لحظه در پیش نظرِ تو صد هزار فرزند از تو پیدا کنم بی زن و بی حمل بلکه اگر اشارت کنم عالم در عالم خلقی پیدا شوند تمام و بالغ و دانا ترا نه بے مادر و پدر در عالم ارواح هست کردم و از من بر تو لطفها و عنایتها سابق بود پیش ازان که درین وجود آئی آنرا چرا فراموش میکنی احوال انبیاء و اولیاء و خلایقِ نیک و بد علی قدر مراتبهم و جوهرهم مثال آنست که غلامان را از کافرستان بولایت مسلمانان می آورند و می فروشند بعضی را پنج ساله می آرند و بعضی را ده ساله و بعضی را پانزده ساله آن را که طفل آورده باشند چون سالها ی بسیار در میان مسلمانان پرورده شود و پیر شود احوال آن ولایت را بکلی فراموش کند و هیچ از آنش اثری یاد نباشد و چون پاره بزرگ تر باشد اندکیش یاد آید و چون قوی بزرگتر باشد بیشترش یاد باشد همچنین ارواح در آن عالم در حضرت حق بودند که أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ و غذا و قوت ایشان کلام حق بودی بی حرف و بی صوت چون بعضی را بطفلی آورند چون آن کلام را بشنود، از آن احوال یادش نیاید، و خود را از آن کلام بیگانه بیند و آن فریقِ محجوبانند، که در کفر و ضلالت بکلی فرو رفته اند، و بعضی را پاره یاد می آید و جوش و هوسِ آن طرف در ایشان سر می کند، و آن مومنانند، و بعضی چون آن کلام بشنوند

ل؎ عرض کی اے پروردگار میرے کیونکر اولاد ہوگی، میری بیوی عقیم ہے، اور میں بوڑھا ہو چکا، (آل عمران ع ۴) ٢؎ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ عرض کیا کہ ضرور ہیں، (اعراف، ع ۲۲)

آن حالت در نظرِ ایشان چنانکه در قدیم بود پدید می آید، وحجابہا بکلی برداشتہ می شود، و در ان وصل می پیوندو و آنہا انبیا، و اولیا اند،

وصیت میکنم یاران را کہ چون شمار ا عروسان معنی در باطن روی نمایند، و اسرار کشف گردد، ہان، آنرا با غیار نگو یئد، و شرح مکنید، و این سخن مارا کہ می شنوید، بہر کس مگوئید، کہ لا تعطوا الحکمۃ غیر اہلہا فتظلموہا ولا تمنعوہا عن اہلہا فتظلموہم ترا اگر شاہدی و یا معشوقہ بدست آید، و در خانہ تو پنہان شود، وبگوید کہ مرا بکس منمائی، کہ من از آنِ توام، ہرگز روا بود و سزد کہ او را در بازارہا گردانی، و ہر کس را گوئی کہ بیا این را ببین، آن معشوقہ را ہرگز این خوش آید، از تو برود و روے پنہان کند، و خشم گیرد، حق تعالے این سخنہا را بر ایشان حرام کردہ است،

ہمچنان کہ اہل دوزخ با اہل بہشت افغان کنند کہ آخر کو کرم شما از آن عطاہا و بخششہا کہ حق تعالیٰ بشما کردہ است، از روے صدقہ و بندہ نوازی بر ما نیز اگر چیزے ریزید و ایثار کنید، چہ شود،

و للارض من کأس الکرام نصیب

کہ ما درین آتش می سوزیم، و می گدازیم از ان میوہ و یا از ان آبہای زلال قطرۂ بر جان ما ریزید چہ شود و ونادی اصحاب النار اصحاب الجنۃ ان افیضوا علینا من المآء او مما رزقکم اللہ قالوا ان اللہ حرمہا علی الکافرین[1] بہشتیان جواب دہند کہ

[1] "اہل دوزخ، اہل جنت کو پکار کر درخواست کریں گے، کہ ذرا ہمیں بھی پانی عنایت کرو، یا اللہ نے اپنے فضل سے جو رزق تمھیں دے رکھا ہے، اسی میں سے عنایت کرو، اہل جنت جواب دین گے، کہ خدا نے یہ نعمتیں کافرون پر حرام کر دی ہیں،، (اعراف ، ع ۶)

آن را خدا بر شما حرام کرده است، تخم این نعمت در دار دنیا بود، چون آنجا نکشتید و نورزیدو آن ایمان وصدق بود وعمل صالح، اینجا چه برگیرید، واگر ما از روی کرم بر شما ایثار کنیم، چون خدا آن را بر شما حرام کرده است، حلقتان را بسوزاند، ودگلو فرو نرود واگر در کیسه نهید کیسه دریده شود وبیفتد،

بخدمت مصطفی صلی الله علیه وسلم، جماعتی از منافقان آمدند، واصحاب در شرح اسرار بودند ومدح مصطفی صلی الله علیه وسلم میکردند، پیغامبر بر منبر به صحابہؓ فرمود که خَمِّرُوْا اٰنِيَتَكُمْ[1] یعنی سرهای کوزها وکاسها ودیگها وسبوها وخمها را بپوشانید که جانورانی هستند پلید وزهرناک، مبادا که در کوزهای شما افتد، و بنادانی از آن کوزه آب خورید، شما را زیان دارد، بااین صورت ایشان را فرمود که از اغیار حکمت را نهان دارید ودهان را وزبان را پیش اغیار بسته دارید که ایشان موشانند، لائق این حکمت ونعمت نیستند،

فرمود که آن امیر که از پیش ما بیرون رفت اگر سخن ما را بتفصیل فهم نمی کرد اما اجمالاً میدانست که ما او را بحق دعوت می کنیم آن نیاز وسرجنبانیدن ومهر وعشق او را بجای فهم گیریم آخر این روستائی که در شهر می آید بانگ نماز می شنود، اگر معنی بانگ نماز را بتفصیل نمی داند اما مقصود را فهم می کند،

فصل

فرمود که هرکه محبوب ست خوب ست، ولا ینعکس، لازم نیست که هرکه خوب باشد محبوب باشد، خوبی جزو محبوبیست، ومحبوبی اصلست، چون محبوبی باشد البته خوبی باشد

---

[1] "اپنے برتنوں کو ڈھک لو،، (بخاری کتاب بدء الخلق، باب خمس من الدواب فواسق)

بچه و چنبرے از گلش جدا نباشد، و ملازم گل باشد، نے در زمان مجنون خوبان بودند؟ از لیلیٰ خوبتر بودند، اما محبوبِ مجنون نبودند، مجنون را گفتند که از لیلیٰ خوبتران هست، بر تو بیاریم او می گفت آخر من لیلیٰ را بصورت دوست نمی دارم، و لیلیٰ صورت نیست، لیلیٰ بدست من همچون جامیست، من از آن جام شراب می نوشم، پس من عاشق آن شرابم، که ازو می نوشم، و شمارا نظر بر قدحست از شراب آگاه نیستید، اگر مرا قدح آید زرین و مرصع بجوهر و درو سرکه باشد یا غیر شراب در وچیزی دیگر باشد، مرا آن بچه کار آید؟ کدوی کهنه شکسته، که در و شراب باشد، نبرد من بهترست از آن قدح و از صد چنان، و این را عشقی و شوقی می باید، تا شراب را از قدح بشناسد،

همچنانکه گرسنه، ده روز چیزی نخورده باشد، و دیگر بروزی پنج بار خورده است، هر دو در نان نظر می کنند، آن سیر صورتِ نان می بیند، و گرسنه صورت جان می بیند زیرا این نان همچون قدحست، و لذتِ آن چون شیرست، جز بنظر اشتها نتوان دیدن، اکنون اشتها و شوق حاصل کن[1] تا صورت بین نه باشی، و در کون و مکان همه معشوق بینی،

صورت این خلقان همچو جامهاست، و این علمها و هنرها و دانش ها نقشهاے جامست، نمی بینی که چون جام شکسته می شود آن نقشها نمی ماند پس کار آن شراب دارد که در جامست، و آن کسی که آن شراب را می بیند و می نوشد، که والباقیات الصالحات خیرًا[2]

سائل را دو مقدمه می باید که تصور کند، و در ذهن بگرداند، تا او سائل باشد، یکے

---

[1] مثنوی دفتر سوم، عنوان دربیانِ آنکه حق تعالیٰ هرچه داد و آفرید الخ،

هر کجا دردے دوا آنجا رود، | هر کجا فقرے نوا آنجا رود،
آب کم جو، تشنگی آور بدست | تا بجوشد آبت از بالا و پست

[2] "اور باقی رہنے والے اچھے عمل بہتر ہیں" (کہف ع ۶)

آنکه جازم باشد که من درینکه می گویم محظم، غیر ازین چیزی هست، دوم آنکه اندیشد که برازین و بالای این، گفتی و حکمتی هست که من نمی دانم، پس دانستیم که حسن السؤال نصف العلم ازین روست، که هر کسی که روی بکسی آورده است و همه را مطلوب حق است، و بآن امید عمر خود را صرف می کند، اما درین میان ممیزی می باید، که تا بداند که ازین میان کیست که او مصیب ست و بروی نشان زخم چوگان پادشاهست تا یکی گوئی باشد و موحد،

مستغرق آنست که آب در او تصرف می کند، و او را در آب تصرفی نیست، سباح و مستغرق هر دو در آبند، اما این را که آب می برد محمولست، و سباح حامل بقوت خویش است و باختیار خود ست، پس هر جنبشی که مستغرق کند و هر قولی و فعلی که از و صادر شود، آن از آب باشد او در میانه بهانه است، همچنانکه از دیوار سخنی بشنوی دانی که از دیوار نیست، کیست که دیوار را در گفت در آورده است، اولیا همچنانند که پیش از مرگ مرده اند و حکم در و دیوار گرفته در ایشان یک سر موی از هستی نمانده است، در دست قدرت حق سپری اند، سپر را جنبش از خود نباشد، و معنی انا الحق این بود، سپر می گوید من در میان نیستم حرکت از دست حقست، این سپر را حق بینید باحق پنجه مزنید که آنها که بر چنین کس زخم زدند در حقیقت بحق جنگ کرده اند، و خود را بر خدا زده اند، از دور آدم تا اکنون می شنوی که بر ایشان چها رفت از فرعون و شداد و نمرود و عاد و ثمود، الی ما لانهایه و آنچنان سپر تا قیامت قائمست دوراً بعد دورٍ، بعضی بصورت انبیا که از پیش رفته اند، و بعضی بصورت اولیا که بودند و هستند و خواهند بود، تا اتقیا از اشقیا ممتاز گردند، و اعدا از اولیا هر ولی حجتست بر خلق، خلق را بقدر تعلق که بوی کردند مرتبه و مقام باشد، اگر دشمنی کنند دشمنی بحق کرده باشند، و اگر دوستی ورزند بحق ورزیده باشند که من رآه فقد رانی و من قصده فقد قصدنی،

بندگانِ خدا محرمِ حرمِ حق اند ہمچون خادمانِ حق تعالی ہمہ رگہای مستی و شہوت و بیخہای خیانت زا از ایشان بکلّی بریدہ است، تالاجرم مخدوم عالم شدہ اند، و محرمِ اسرار گشتند کہ لا یمسہ الا المطھرون[1]،

فصل

فرمود کہ اگر بشپت بہ تربیت یاران و عزیزان کردہ ام اما از انکار و غفلت نکردہ ام وہی بہ روح ایشان دارم زیرا آن سخن کہ از دہان ما بیرون می آید، جان ایشان است اگر بشپت بتن کنند ورد ہی بجان آرند زیان ندارد،

مرا خوئے ہست کہ نخواہم ہیچ دلے از من آزردہ شود، اینک جماعتی در سماع خود را بر من می زنند، و بعضی یاران ایشان را منع می کنند، مرا آن خوش نمی آید، و صد بار گفتہ ام برای من کسی را چیزے مگوئید، من بآن راضیم، آخر من تا این حد دل دارم، کہ این یاران کہ نزد من می آیند، از بیم آنکہ ملول نشوند، شعر می گویم، تا بدان مشغول شوند و اگر نہ من کجا شعر از کجا، و اللہ کہ من از شعر بیزارم، و پیش من ازین بتر چیزی نیست، ہمچنانست کہ یکے دست در شکنبہ کردہ است و می شوید برای آرزوی مہمان، چون اشتہای مہمان بدانست، مرا لازم شد، آخر آدمی بنگرد کہ خلق را در فلان شہر چہ کالا می باید آن خرد و آن فروشد اگرچہ دون ترین متاعہا باشد من تحصیلہا کردم در علوم و رنجہا بردم کہ نزد من فضلا و محققان و زیرکان آیند تا برایشان چیزی غریب و نفیس و دقیق، عرض کنم حق تعالی خود چنین خواست، آن ہمہ علمہا را این جا جمع کرد، و آن سعیہا را اینجا آورد، کہ من باین

---

[1] "بجز پاکوں کے اور کسی کی دسترس اس تک نہیں،، (واقعہ، ع ۳)

کار مشغول شوم، چہ توانم کرد، در ولایت ما از شاعری ننگ‌تر کاری نبود، اما اگر در آن ولایت می ماندیم، موافقِ طبعِ ایشان می زیستیم و آن می ورزیدیم کہ ایشان خواستندی مثل درس گفتن، و تصانیفِ کتب، و تذکیر، و زہد و عمل ظاہر ورزیدن[1]،

امیر پروانہ گفت کہ اصل عملست؟

مولانا گفت کو اہل عمل و صاحب عمل، تا با ایشان عمل نمائیم، حالی تو طالب قولی، گوش نہادہ تا چیزی بشنوی، اگر نگوئیم ملول شوی، طالب عمل شو تا بنمائیم، ما در عالم مردی می طلبیم، کہ بوی عمل بنمائیم، چون مشتریِ عمل نمی یابیم، و مشتری گفت می یابیم، بگفت مشغولیم و تو عمل را چہ دانی چون عامل نیستی بعمل عمل را توان دانستن، و بعلم علم را توان فہم کردن، و بہ صورت، صورت را، و بمعنی معنی را، چون درین راہ راہ رو نیست و خالیست، اگر در راہیم (و در عملیم) چون خواہند دیدن،

آخر این عمل نماز و روزہ نیست، و اینہا صورت عمل ست، عمل معنی ایست در باطن آخر از دور آدمؑ تا بدور مصطفیٰؐ نماز و روزہ باین صورت نبود، و عمل بود، پس این صورتِ عمل باشد عمل معنی ایست در آدمی، ہمچنانکہ میگویند دارو عمل کرد، و آنجا صورتِ عمل نیست، الا معنی ایست در و، چنانک گویند آن مرد در فلان شہر عاملست، چیزی بصورت نمی بینند، کارہا کہ باو تعلق دارد او را بواسطۂ آن عامل میگویند، پس این عمل غیر آن ست کہ این خلق فہم کردہ اند، ایشان می پندارند کہ عمل این ظاہر ست اگر منافق آن صورتِ عمل بجای آرد ہیچ اثر سود ندارد، چون درو معنی صدق و ایمان نیست،

---

[1] "مرا خوی ہست کہ نہ خواہم" سے لیکر یہاں تک کی ساری عبارت مع بعض اشعار زائد کے، رسالۂ سپہ سالار (ص ۳۴ تا ۳۵) میں بھی درج ہے،

اصل همه چیز ها گفت ست و قولست، تو از گفت و قول خبر نداری، آن را خوار می بینی گفت میوهٔ درختِ علم ست که از عمل می زاید، حق تعالیٰ عالم را بقول آفرید، گفت کن فیکون و ایمان در دلست اگر بقول نگوئی سود ندارد، نماز را که فعلست اگر قرآن نخوانی درست نباشد، و درین زمان که گوئی قول معتبر نیست این هم بقول می گوئی،

یکی سوال کرد که چون ما خیر کنیم و عمل صالح، اگر از خدا امیدوار باشیم و متوقع جزا باشیم ما را آن زیان دارد،

فرمود ای وَ اللّٰه امید باید داشتن، و ایمان همین خوف و رجاست، یکی مرا پرسید که رجا خود خوش ست، این خوف چیست؟ گفتم تو مرا خوفی بنما بے رجا یا رجا بنما بے خوف، چون از هم جدا نیستند و بے همدیگر نیستند چون می پرسی مثلاً یکے گندم کاشت رجا دارد البتہ که گندم بر آید و در ضمن آن خائفست که مبادا مانعے و آفتے پیش آید؟ پس معلوم شد که رجا بے خوف نیست، و هرگز نتوان تصور کردن خوف بے رجا یا رجای بے خوف اکنون اگر امیدوار باشد و متوقع جزا و احسان (و قطعاً) در آن کار گرم تر و مجد تر باشد آن توقع پر اوست هر چند پرش قوی تر پرو ازش بیشتر، و اگر ناامیدی باشد کاہل گردد، و از وے کارے و بندگے نیاید، همچنان که بیمار دارو ے تلخ را می خورد و ده لذت شیرین را ترک می کند اگر او را امیدِ صحت نباشد آن را کے تواند کردن اَلْاِنْسَانُ حَیْوَانٌ نَاطِقٌ آدمی مرکبست از حیوانی و نطق همچنانک حیوانی در و دائمست، و منفک نیست، نطق نیز همچنین است، و در و دائم ست، اگر بظاهر سخن نگوید در باطن گویاست دائماً ناطق ست بر مثال سیلابست که در و گل آمیخته باشد آب صافی نطق اوست، و گل تیره حیوانی اوست، اما گلِ در و عارضی است، نمی بینی که آن گلها و قالبها رفتند و پوسیدند

ونطق وحکایت وعلوم ایشان مانده است از نیک وبد،

صاحب دل کل ست چون او را ویدی همه را دیدی الصید کله فی جوف الفرا، خلقان عالم اجزای اویند او کلست،

جزو درویشند جمله نیک و بد — ور نباشد اینچنین درویش نیست

اکنون چون او را دیدی که کلست قطعاً همه عالم را دیده باشی و هر کرا بعد از و بینی مکرر باشد، و قول ایشان در اقوال کلست، چون قول ایشان را شنیدی هر سخنی که بعد از ایشان شنوی مکرر باشد،

ممن یرها فی منزل فکانما — رأی کل انسان و کل مکان

ای نسخهٔ نامهٔ الٰهی که توئی — وی آئینه جمال شاهی که توئی

بیرون ز تو نیست هرچه در عالم هست — در خود بطلب هرآنچه خواهی که توئی

فصل

نائب گفت پیش ازین کافران بتان می پرستیدند، و سجود می کردند، ما درین زمان همان می کنیم اینجا می رویم و مغول را سجده می کنیم، وخود را مسلمان می دانیم، و چندین بتان دیگر در باطن داریم از حرص وحسد و کبر و ما مطیع این جمله ایم، پس ما نیز ظاهراً و باطناً همان کار می کنیم، وخود را مسلمان می دانیم،

فرمود اما اینجا چیزی دیگر هست، چون شما را این در خاطر می آید که این بدست و ناپسند ست، قطعاً دیده دل شما بیچون وچگونه چیزی عظیم دیده است، که او را این قبیح می نماید، که آب شور کسے را شور نماید که او آب شیرین دیده

وخورده باشد،

وبضدها تتبین الاشیاء

پس حق تعالیٰ در جانِ شما نورِ ایمان نهاده است، که این کارها را زشت می بینید آخر در مقابلهٔ نغزی این زشت می نماید و اگر نه دیگران را چرا این درد نیست؟ در آنچه هستند شادند، می گویند خود کار این وارد، حق تعالیٰ شما را آن خواهد دادن که مطلوب شما و نعمت شما است، آنجا که هست، آن خواهد دادن، الطیر یطیر بجناحیه والمؤمن یطیر بهمته،

خلق سه صنف اند بعضی ملائکه که ایشان عقل محض اند و بندگی و ذکر ایشان را طبعست و غذا و حیاتست، چنانک ماهی در آب، زندگی او از آبست و بستر و بالین او آب ست آن در حق او تکلیف نیست، چون او از شهوت مجردست و پاک، پس چه منت اگر او شهوت نراند، یا آرزوی هوای نفس نکند چون از ینها فارغ است او را هیچ مجاهده نیست، و اگر طاعت کند آنرا در حساب طاعت نگیرند، چون طبعش آنست وبی آن نتواند، وصنف دیگر بهائم اند که ایشان محض شهوتند، عقلِ زاجر ندارند بر ایشان تکلیف نیست و یک صنف دیگر آدمی مسکین، که مرکبست از عقل و شهوت نیمش فرشته، نیمش حیوان، نیم مار نیم ماهی، ماهیش سوی آب کشد، مارش سوی خاک در کشاکش و جنگست من غلب عقله علی شهوته فهو اعلی من الملائکة ومن غلبت شهوته علی عقله فهو ادنی من البهائم،

فرشته رست بعلم و بهیمه رست بجهل   میان این دو منازع بماند مردم زاد

اکنون بعضی از آدمیان متابعت عقل چندان کردند، که کلی ملک شدند،

و نور محض گشتند، ایشان انبیاء و اولیااند، از خوف و رجا رهیدند که لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ[1]، و بعضے را شهوت بر عقل شان غالب گشت، تا بکلی حکم حیوانی گرفتند، و بعضی در تنازع مانده اند، و آنها آن طائفه اند که ایشان را در اندرون دردے و رنجے و تحسرے و فغانے پدید می آید و بزندگانی خود راضی نیستند اینها مومنانند، اولیا، که ماهیان این بحر اند منتظر ایشانند، که مومنان را در منزل خود رسانند، و آن اعلی علیین است و چون خود کنند و شیاطین که ماران این خاکدان اند نیز منتظر اند که ایشان را بمقام خود کشند و آن اسفل السافلین ست،

مامی خواهیم و دیگران می خواهند تا بخت کرا بود کرا خواهد دوست

فصل

اذا جاء نصر الله الی اخر السورة مفسران ظاهر چنین تفسیر می کنند که مصطفی صلعم همتها داشت که عالمی را مسلمان کنم، و در راه خدا آرم، چون وفات خود را دید گفت آه نزیستم که خلق را دعوت کنم، حق تعالی گفت غم مخور، درین ساعت که تو بگذری ولایتها و شهرها را که به لشکر و شمشیر می کشودی بی لشکر مطیع و مومن گردانم، و اینک نشانش آن باشد، که در آخر وفات تو خلق را بینی از در می آیند گروه گروه و مسلمان می شوند، چون این نشان بیاید، بدانکه وقت سفر تو رسید، اکنون تسبیح کن و استغفار کن که نزد ما خواهی آمدن،

اما محققان می گویند، که معنیش آنست، که آدمی پندارد که اوصاف ذمیمه را بعمل خود وجهاد از خویشتن دفع کند، چون بسیار مجاهده کند و قوتها و آلتها را بذل کند، نومید شود، خدائے تعالی او را گوید که می پنداشتی که بقوت و فعل و عمل تو خواهد شدن، آن سنتی ست که نهادم یعنی آنچه تو داری در راه ما بذل کن، بعد از آن بخشش ما در رسد، درین راه بے پایان، ترا می فرمائیم،

[1] "انھیں نہ کسی طرح کا خوف ہو گا، نہ غم،" (بقر، ع ۵)

که باین دست و پای ضعیف سیر کن، مارا معلوم ست که باین دست و پای ضعیف این راه را نخواهی بریدن، بلکه بصد هزار سال یک منزل ازین نتوانی بریدن، الاچون درین راه بروی چنانکه از پای در آئی و بیفتی و ترا دیگر هیچ طاقتِ رفتن نماند، بعد از آن عنایتِ حق ترا برگیرد، چنانکه طفل را مادام که شیرخواره است اورا برمی گیرند، و چون بزرگ شد اورا بخود رها می کنند تا می رود، اکنون چون قوتهای تو نماند در آن وقت که این قوتها داشتی و این مجاهدها می نمودی، گاه گاهے میانِ خواب و بیداری بتو لطفے می نمودیم، تا بدان در طلب ما قوت می گرفتی، و امیدوار می شدی، این ساعت که این قوت نماند بخششهاے ما و عنایتهای ما را ببینی وقتی که تو خود را در میان نه بینی و دست و پای خود را بی هدایت و ارشادِ ما با قوت ندانی، عنایت و جذبۂ ما در رسد، و ترا برگیرد، و فوج فوج عنایت ما بر تو فرود می آیند، که بصد هزار کوشش از آن ذره نمی دیدی، اکنون فسبح بحمد ربک و استغفره، پس استغفار کن ازین اندیشه و پندار که می پنداشتی، که آن کار از دست و پای تو خواهد بر آمدن، و از ما نمی دیدی، اکنون چون دیدی که از ماست استغفار کن، که إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا،

ما امیر را از برای دنیا و تربیت علم و عملش دوست نمی داریم، دیگرانش برای این دوست می دارند که روی امیر را نمی بینند پشت او را می بینند، امیر همچون آئینه ایست و این صفتها همچون درهاے ثمین که بر پشتِ آئینه نشانده اند، آنها که عاشق زر و جوهر اند نظر شان بر پشتِ آئینه است، و ایشان که عاشق آئینه اند نظر شان بر رُوی و زینت، پیوسته روی با آئینه آورده اند، و آئینه را برای آبگینش دوست میدارند، زیرا که در آئینه جمال خوبی می بینند و از آئینه ملول نمی گردند اما آن کس که روی زشت و معیوب دارد و در آئینه زشتی می بیند زود آئینه

رامی گرداند، و طالب آن جوہر می شود اکنون بر پشت آئینہ ہزار گون نقش سازند جوہر نشانند روی آئینہ را چہ زیان دارد پس حق تعالیٰ حیوانیت را و انسانیت را مرکب کرد تا ہر دو ظاہر گردند و بضدھا تبین الاشیاء چون تعریف چیزی بی ضد او ممکن نیست وحق تعالیٰ ضد نداشت می فرماید کنت کنزاً مخفیا فاحببت ان اعرف[1] پس این عالم را آفرید تا از ظلمت عالم انوار او پیدا شود، و ہمچنین انبیا و اولیا را پیدا کرد کہ اخرج بصفاتی الی خلقی[2] و ایشان مظہر نور حق اند تا دوست از دشمن پیدا شود و بیگانہ از یگانہ ممتاز شود، کہ آن معنی را از روی معنی ضد نیست الا بطریق صورت ہمچنانکہ در مقابلہ آدم ابلیس و در مقابلہ موسیٰ فرعون و در مقابلہ مصطفیٰ صلعم ابوجہل الی ما لانہایہ پس با اولیاء خدا را ضد پیدا شود، اگرچہ در معنی ضد ندارد چنانکہ دشمنی و ضدی می نمودند کار ایشان بالا تر می گرفت و مشہور تر می شدند کہ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ[3]

مہ نور می فشاند و سگ بانگ میکند　　مہ را چہ جرم خاصیت سگ چنین بود

از ماہ نور گیر دار کان آسمان　　خود کیست آن سگی کہ بہ بجا ر زمین بود

بسیار کسان ہستند کہ حق تعالیٰ ایشان را بجاہ و نعمت عذاب می دہد، و جان ایشان از آن گریزانست، فقیرے در ولایت عرب امیرے را سوار بدید

---

[1] میں ایک گنج نہاں تھا، پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں،، یہ حدیث قدسی حضرات صوفیہ میں بہت مشہور ہے، اگرچہ محدثین کی تحقیق میں ثابت نہیں،

[2] میں اپنی صفات سے اپنی خلق میں آتا ہوں،

[3] یہ کافر چاہتے ہیں، کہ اللہ کے نور کو پھونک مار مار کر بجھا دیں سو خدا اپنے نور کو پھیلا کر رہنے والا ہے، خواہ کافروں کو شاق ہی گذرے،، (صف، ع ۱)

در پیشانی او روشنائی انبیاء و اولیا. گفت[1] سبحان اللہ من یعذب العباد بالنعم

گفتند کہ فلان مقری قرآن را درست می خواند،

گفت آرے صورتِ قرآن را درست می خواند، ولکن از معنی بے خبر، دلیل بر آنکہ

حالے کہ مقریِ دیگر را می بیند، رد می کند بنابینائی می خواند، نظیرش مرشے در دست قند

دارد قندے دیگر از آن بہتر آوردند، رد میکند، پس دانستم کہ قند را نمی داند کسی اورا

گفتہ است کہ این قند است، بتقلید بدست گرفتہ است، ہمچون کودکان با گردگان بازی

می کنند چون مغزِ گردگان بایشان دہی رد کنند کہ گردگان آنست کہ چخچخ کند این

را بانگی و چخچخے نیست، آخر خزائن خدا بسیار است و علمہای خدا بسیار[2] اگر قرآن را بدانش

می خواند قرآن دیگر را چرا رد می کند،

با مقری تقریر می کردم کہ در قرآن می گوید قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی

لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی[3]، اکنون بہ پنجاہ درمسنگ مرکب

---

[1] یک نوبت در راہے می رفت، امیری با خیل و حشم بدیشان ملاقی شد، چون نظر بر ہمہ گرافتاد آن امیر از دور سراسپ کشیدہ زمانے بسیار باستاد، بعد از آن اشک ریزان روان گشت حضرت مولانا شمس الدین عظم اللہ ذکرہ برزبان راند، کہ سبحان من یعذب عبادہ بالنعم (سپہ سالار، ص ۶۵-۶۴، مناقب شمس تبریز)

[2] مثنوی، دفتر ۳ عنوان، تفسیر حدیث ان للقرآن ظہرا الخ

حرف قرآن را مدان کہ ظاہر ست ۔ زیر ظاہر باطنے ہم قاہر ست

نور قرآن اے پسر ظاہر مبین ۔ دیو آدم را نبیند غیر طین

[3] اے پیغمبر ان لوگوں سے کہدو کہ اگر سارا سمندر روشنائی بنجائے اور اس سے میرے رب کے کلمات لکھے جائیں تو قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خود یہ سمندر ختم ہو جائیگا، (کہف، ع ۱۲)

این قرآن را توان بنشستن، پس این رمزے ست از علم خدا همه علم خدا این تنها نیست عطارے در کاغذ پارهٔ دارو می نهاد، اگر تو گوئی همه دکان عطار در اینجا ست، این ابلهی باشد، آخر در زمان موسیٰؑ و عیسیٰؑ و غیرهم کلام خدا بود، بعربی نبود، تقریر این میدادم، در آن مقری اثر نمی کرد، ترکش کردم، آورده اند که در زمان رسول علیه السلام هر که یک سوره یا نیم سوره یاد گرفتے اورا عظیم خواندندے و انگشت نما گشتی که سورهٔ یاد دارد[۱]، از بهر آنکه ایشان قرآن را می خوردند، منی نان یا دو من خوردن عظیم باشد الا که در دهان کنند و بخایند و بیند از ند هزار من توان خائیدن

آخر می گوید، رب تالٍ للقرآن والقرآن یلعنه پس این در حق کسی است، که از معنی قرآن خبر ندارد، الاهم نیکست، قومی را خدای تعالی چشمها بغفلت بست تا عمارت این عالم می کنند که اگر بعضے را از آن عالم غافل نه کنند هیچ عالمی آبادان نه گردد غفلت عمارتها و آباد ایشها انگیز اند، آخر این طفل از غفلت بزرگ می شود چون عقل او بکمال میرسد دیگر در از نمی شود، و نمی بالد، پس موجب و سبب عمارت غفلت ست، و سبب ویرانی هشیاریست[۲]،

---

[۱] مثنوی، دفتر ۳، عنوان، دربیان آنکه درمیان صحابه حافظ کسے نبود،

در صحابه کم بدے حافظ کسے | گرچه شوقے بود جان شان را بسی
مغز علم افزود کم شد پوستش | زانکه عاشق را بسوزد دوستش

[۲] مثنوی، دفتر ۴، عنوان، آموختن پیشه گور کنی قابیل، ؎

پس ستون این جهان خود غفلت ست | چیست دولت کین دوادو بالت ست
اولش دودو باآخر لت بخور | جز درین ویرانه نبود مرگ خر
تو بجد کاری که بگرفتی بدست | عیبش این دم بر تو پوشیده شده است

اینک من می گویم از دو بیرون نیست، یا بنا بر حسد می گویم، یا بنا بر شفقت، حاشا
که حسد باشد، برای آنکه حسد را ارز حسد بردن دریغست، تا بآنک نه ارزد چه باشد، الا
از غایت مهر و رحمتست که می خواهم که یار عزیز را بمعنی کشم، و از قرآن خواندن بغفلت بره
آورده اند که شخصی در راه حج در بادیه افتاده بود، و تشنگی بروی عظیم غالب شده
از دور خیمهٔ کوچک کهن دید، آنجا رفت و کنیزکی دید، آواز داد که من مهمانم، المراد
آنجا فرود آمد و نشست، و آب خواست، آبش دادند، خورد از آتش گرمتر بود، و از نمک
شورتر، از لب تا کام تا آنجا که فرو می رفت همه را می سوخت، این مرد از غایت شفقت
در نصیحت آن زن مشغول شد، و گفت شما را بر من حقی است جهت آن قدر آسایش که از
شما یافتم، شفقتم جوشیده است آنچه با شما گویم پاس دارید، اینک بغداد نزدیک ست و کوفه
و واسط و غیرها از شهرهای بزرگ اگر مبتلا باشد تشنه تشنه غلطان غلطان می توان
رفتن، تا آنجا که آنجا آبهای شیرین و خنک بسیارست، و طعامهای گوناگون و حمامها
و تنعمها و لذتهای آن شهرها برشمرد لحظهٔ دیگر آن عرب بیامد که شوهرش بود تائی چندین
از موشان دشتی صید کرده بود زن را فرمود، که آن را بپختند و چیزی از آن به مهمان
دادند، مهمان چنانک بود کور و کبود از آن تناول کرد، بعد از آن در نیمشب بیرون
خیمه خفت زن به شوهر می گوید هیچ شنیدی که این مهمان چه صفتها کرد، قصهٔ مهمان تمام
بر شوهر بخواند عرب گفت هان ای زن مشنو ازین خبرها که حسودان در عالم بسیارند
چون بینند که بعضی به آسایش و دولتی رسیده اند، حسدها کنند، و خواهند که ایشان را
آنجا آواره کنند و از آن دولت محروم کنند،

اکنون این خلق چنین اند، چون کسی از روی شفقت پندے دهد حمل بر حسد کنند

الا چون دروی اصل باشد یا صلیے باشد، عاقبت روی بمعنی آرد، چون بردی از روز الست قطرۂ چکانیده باشند، عاقبت آن قطره اورا بدریای اصل کشد و از تشویشها و محنتها برهاند بیا، آخر چند از ما دوری و بیگانہ در میان سودا ہیے‘ ما با قومی کسی چہ سخن گوید چون جنس آن نہ شنیدہ اند، از کسی، و نہ از شیخ خود، مگر بوی بردہ باشد ولیکن کسی کہ بوی نہ بردہ است قطعاً قبول نکند،

چون اندر تبارش بزرگی نبود ۔۔۔ نیارد حدیث بزرگان شنود

روی بمعنی آوردن اگرچہ اوّل چندان نفرت نماید الّا ہرچند کہ رود شیرین تر نماید، بخلاف صورت اول نغز نماید، اما ہرچند کہ باوی پیشتر نشینی سرد شوی کو صورت قرآن و کجا معنی قرآن، در آدمی نظر کن کو صورت او کو معنی او، اگر معنی از صورت آدمی می برود در خانہ اش لحظۂ رہا نمی کنند

حکایت

فرمود مولانا شمس الدین قدس اللہ سرہٗ کہ قافلۂ بزرگ بجای می رفتند آبادانی نمی یافتند، و نہ آبی، ناگہان چاہی پیش آمد سطلی بدست آوردند و ریسمان بستند این سطل را بزیر چاہ فرو آویختند و کشیدند، سطل بریدہ شد، دیگر را فرستادند، ہم بریدہ شد، بعد از آن از قافلہ یکی را بریسمان بستند و در چاہ فرو کردند تا چند کسی برنیامد عاقلی گفت من بروم او را فرو کردند نزدیک آن بود بقعر چاہ رسد، سیاہی باہیبتی ظاہر شد، این عاقل گفت من نخواہم رہیدن، بارے عقل را جمع کنم، تا بینم کہ بر من چہ خواہد رفتن، آن سیاہ گفت قصہ دراز مگو، تو اسیر منی، نرہی الا بجواب صواب گفت فرما، گفت از مقامہا کجا بہتر، عاقل گفت اگر بگویم بغداد یا مصر وغیرہ چنان باشد کہ در مقام او طعنہ زدم و نفی کردم، گفت جایگاہ آن بہتر کہ کسی را آنجا مونسی و انسی باشد اگرچہ قعر زمین بود، بہتر آن باشد، و اگر در سوراخ موشی بود خوشتر آن بود گفت ہزار احسنت رہیدی

آدمی در عالم توئی، اکنون ترا رها کردم، و دیگران را برکت تو آزاد کردم، بعد ازین هیچ خوئے نکنم، عالم را بمحبت تو بتو بخشیدم، بعد ازآن اہل قافله را سیراب کرد،
اکنون غرض ازین حکایت ہم این معنی را توان در صورت دیگر گفتن الّا مقلدان ہمین نقش را می گیرند دشوار است با ایشان گفتن اکنون ہم این سخن را در مثال دیگر گوئی نشنوند،

فصل

فرمود که تاج الدین قبائی می گفت که این دانشمندان درمیان ما می آیند و ما را بے اعتقاد می کنند و الّا ایشان حاشا که از ما باشند، مثلاً سگے را طوق زرین ببندند، آنرا که بآن طوق سگ شکاری نخوانند شکاری معنی ایست در وخواه طوق زرین باشد و خواه پشمین، این عالمی بجبّه و دستار نباشد، عالمی ہنریست در ذات وے، اگر آن ہنر در قبا و عبا باشد تفاوتے نکند، ہمچنانکه در زمان پیغمبر علیه السلام منافقان قصد رہ زنی دین می کردند، وجامه نماز می پوشیدند تا مقلدی را در راہ دین سست کنند، و این نتواند کردن، تا خود را از مسلمانان نسازند، اگر فرنگی یا جہودی طعن کند، وی را کی شنوند، فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساہون و الذین ہم یراؤن ویمنعون الماعون[1]، سخن کلی این ست، نور داری آدمیتے نداری آدمیتے طلب کن مقصود این ست باقی دراز کشیدن ست، سخن را چون بسیار آرایش میکنند مقصود فراموش میشود
بقالے زنے را دوست می داشت با کنیزک خاتون پیغامہا

[1] کم بختی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز میں سستی کرتے ہیں اور ریا و نمائش کرتے ہیں اور چھوٹی چیزوں تک میں بخل کرتے ہیں، (ماعون، ع ۱)

کرد که من چنینم و چنانم، عاشقم، می سوزم، و آرام ندارم، بر من ستمها می رود، دی چنین بودم و دوش بر من چنین [illegible] گذشت قصهای دراز فرو خواند چون کنیزک بخدمت خاتون آمد گفت بقال [illegible] ترا اسلام رساند و میگوید که بیا تا با تو چنین و چنان کنم، گفت باین سردی [illegible] گفت او دراز کشید، اما مقصود این بود، اصل مقصودست باقی دردسرست

فصل

می فرمود که شب و روز جنگ می کنی و طالب تهذیب و اخلاق زن می باشی و نجاست زن را بخود پاک می کنی، خود را در وپاک کنی، بهترست که او را در خود و خود را بوے مهذب کن، سوی وی رو، و انچه او گوید تسلیم کن، اگرچه نزد تو آن سخن محال باشد، و غیرت را ترک کن، اگرچه وصف رجالست، ولیکن بدین وصف نیکو وصفهای بد در تو در می آید از بهر این پیغامبر علیه السلام فرمود لا رهبانیة فی الاسلام[1] که رهبانان را طریق خلوت بود و کوه نشینی، و زن ناستدن، و دنیا ترک کردن، خداوند عز و جل راهی باریک و پنهان نمود پیغامبر را (و آن چیست) زن خواستن تا جور زنان می کشند، و محالهای ایشان می شنوند و برد می دوانند و خود را مهذب می گردانند و انک لعلی خلق عظیم[2] جور کسان بر تافتن و تحمل محال چنان ست که نجاست خود را در ایشان مالیدن است خلق تو نیک می شود از بردباری و خلق ایشان بد می شود از سبکساری و تعدی کردن پس چون این را دانستی خود را پاک می گردان و ایشان را همچون جامه دان که پلیدیهای خود

---

[1] حاشیہ گذر چکا، [2] حاشیہ گذر چکا،

را ابدان پاک می کنی و تو پاک می گردی و اگر بنفس خود بر نمی آئی از روے عقل بجود
تقریر دہ کہ چنان انگارم کہ عقدے نرفتہ است معشوقہ الیست خراباتی ہر گہ کہ شہوت غالب
می شود پیش وی می روم باین طریق حمیت وحسد را از خود دفع می کن تا ہنگام
آن کہ ورای این تقریر ترا لذت مجاہدہ و تحمل روی نماید و از محالات ایشان
ترا حالہا پدید شود بعد از آن بی این تقریر، مزید تحمل و مجاہدہ وحیف بر خود گرفتن
کردی چون سود خود معین در آن بینی،

آوردہ اند کہ پیغامبر صلعم با صحابہؓ از غزا آمدہ بود فرمود کہ طبل را بزنید کہ امشب بر در
شہر بخسپیم فردا در آئیم گفتند یا رسول اللہ بچہ مصلحت؟ گفت شاید کہ زنانِ شما با مردانِ
بیگانہ جمع بینید و متالم شوید و فتنہ برخیزد یکے از صحابہ نشنید در رفت، زنِ خود را با بیگانہ
یافت، اکنون راہ پیغمبر این ست، کہ می باید رنج کشیدن، از دفع غیرت، وحمیت و
رنج انفاق و کسوۂ زن، صد ہزار زہر مشقت چشیدن، تا عالم محمدیؐ روی نماید،

راہ عیسیٰؑ خلوت و شہوت ناراندن، راہِ محمدیؐ غصہای زن و مردم کشیدن
چون راہ محمدیؐ نمی توانی رفتن، باری راہ عیسیٰ برو، تا بیکبارگی محروم نمانی اگر صفا می
داری کہ صد سیلی می خوری، و بر اثر او یا حاصل آن را می بینی، یا بالغیب معتقدی، چون
فرمودہ اند و خبر دادہ، پس چنین چیزی ہست، صبر کنم تا زمانی، تا آن حاصل کہ خبر دادہ
اند بمن نیز برسد، بعد از آن بینی، چون دل برانیہا نہادہ باشی کہ من ازین رنجہا اگر چہ این
ساعت حاصلے ندارم عاقبت بگنجہا خواہم رسیدن، بگنجہا رسی و افزون کہ توقع و امید داشتی
این سخن اگر این ساعت اثر کند، بعد از مدتے کہ پختہ تر گردی عظیم اثر کند، زن چہ باشد
عالم چہ باشد، اگر گوئی و اگر نہ گوئی او خود ہمانست، و کار خود نخواہد کردن بلکہ بہ گفتن

بتر می شود، مثلاً نانے بگیر، و زیر بغل نہ، و از مردم منع کن، کہ این را البتہ بکسی نخواہم دادن چہ جای دادن بلکہ نخواہم نمودن اگرچہ آن نان بر درہا افتادہ است و سگان نمی خورند از بسیاری اما چون منع آغاز کردی ہمہ خلق رغبت کنند، و در بندِ آن نان گردند، و در شفاعت و شناعت درآیند کہ البتہ خواہیم کہ آن نانِ پنہان را کہ منع می کنی ببینیم علی الخصوص کہ آن نان را اگر سالی در آستین نہی و مبالغہ و تاکید می کنی در نادادن و نانمودن رغبتِ شان از حد و اندازہ بگذرد کہ اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ عَلٰی مَا مُنِعَ،

ہرچند کہ زن را امر کنی کہ پنہان شو، او را دغدغہ خود را نمودن بیشتر گردد، و خلق را از پنہان شدنِ او رغبت با آن زن افزون تر شود، پس تو نشستہ و رغبت را از دو طرف تیز میکنی، و می پنداری کہ اصلاح کارے می کنی، و آن خود عینِ فساد است، و اگر او را گوہری باشد کہ نخواہد فعلِ بد کند و اگر منع کنی و اگر نہ کنی او بر آن طبعِ نیکِ خود و سرشتِ پاکِ خود خواہد رفتن، فارغ باش و تشویش مدار، و اگر برعکسِ این باشد باز ہم چنین بر طریق خود خواہد رفتن، منع جز رغبت کردن نیست علی الحقیقت،

این مردمان می گویند کہ ما شمس الدین تبریزیؒ را دیدیم ای خواجہ ما او را دیدیم ای عز خواہر کجا دیدی یکی بر سر بام شتری را نمی بیند، می گوید کہ من سوراخ سوزن را دیدم و رشتہ گذرانیدم،

خوش گفتہ اند آن حکایت را کہ خندہ ام از دو چیز می آید یکی آن کہ زنگی سر انگشتان سیاہ کند، یا کورے سر از دریچہ بیرون کند، ایشان ہمانند اندرونہا و باطنہای کور سر از دریچہ جسمِ قالب بدر می کنند، چہ خواہند دیدن از تحسین ایشان و تقبیح ایشان چہ نزد عاقل ہر دو یکیست چون ہر دو ندیدہ اند ہرزہ می گویند بینائی می باید حاصل کردن بعد از آن نظر کردن

ونیز چون بینائی حاصل شود هم کی تواند دیدن تا ایشان را یابد،

در عالم چندین اولیاء اند بینا و واصل، و اولیای دیگر اند وراء ایشان که ایشان را مستوران حق گویند، و این اولیا زاریها می کنند که ای بار خدا از مستورانِ خود یکی با بنما تا ایشانش نخواهند و تا ایشان را نیابند، هرچند که چشم بینا دارند نتوانند شان دیدن، هنوز خراباتیان که قحبه اند تا ایشان را نیابند، کسی نتواند بدیشان رسیدن و ایشان را دیدن، مستوران حق را بی ارادت ایشان کی توانند دیدن و شناختن این کار آسان نیست که فرشتگان فرو ماندند که نحن نسبح بحمدک و نقدس لک[1] ما همه عشق پاکیم و روحانیانیم و نور محضیم، و ایشان که آدمیانند مستِ شکم و خوار و خون ریز و یسفک الدماء[2]،

اکنون این همه برای آنست، تا آدمی بر خود لرزان شود، که فرشتگانِ روحانی که ایشان را نه مال و نه جاه و نه حجابست نور محض، غذا شان جمال خدا و عشق محض و دور بینانِ تیز چشم ایشان میانِ اقرار و انکار بودند، تا آدمی بر خود بلرزد که وه من چه کسم و کجا شناسم، و نیز اگر بروی نوری بتابد، و ذوقی روی نماید، هزار شکر کند خدای را که من چه لایق ام،

این بار شما از سخن شمس الدین بیشتر ذوق خواهید یافتن، زیرا که بادبانِ کشتی وجودِ آدمی اعتقاد ست، چون بادبان باشد باد وی را بجای عظیم برد، و چون بادبان نباشد، سخن باد باشد، خوش ست عاشق و معشوق میان ایشان بی تکلفی محض، این همه

---

[1] ہم تیری حمد میں تسبیح پڑھتے رہتے اور تیری ہی تقدیس کرتے رہتے ہیں،، (البقرہ ع ۴)

[2] اور وہ خون بہائیگا،، (البقرہ، ع، ۴،)

تکلفها برای غیرست، هرچیز که غیر عشق ست بر وحرامست،

این سخن را تقریر دادمی عظیم، ولیکن یکی است، و بسیار می باید کندن و جویها ساختن تا بحوض دل برسد، الاقوم ملولند، یا گوینده ملولست و بهانه می آورد، واگر نه آن گوکه از قوم ملالت ببرد و پول نیرزد، هیچ کس را عاشق دلیل نتواند گفتن بر حسن معشوق و هیچ کس نتواند در دل عاشق نشاندن دلیلی که بر نقص معشوق دال باشد، پس معلوم شد که اینجا دلیل کار ندارد، اینجا طالبِ عشق باید شد، اکنون اگر در بیت مبالغه کنیم در حق معشوق آن مبالغه نباشد، و نیز می بینیم که مرید معنی خود را بذل کرد برای صورت،

کان نقش تو از هزار معنی خوشتر،

زیرا هر مرید که بر شیخ آید، اوّل از سرِ معنی برخیزد و محتاج شیخ می شود،

بهاؤالدین سوال کرد که برای صورتِ شیخ از معنی خود، برنمی خیزد، بلکه از معنی خود برمی خیزد برای معنی شیخ

فرمود نشاید که چنین باشد، پس هر دو شیخ باشند، اکنون جهدی باید کردن که در اندرون نورے حاصل کنی، تا ازین نارِ تشویشات خلاص یابی و ایمن شوی، آنکس که چنین نورے در اندرون حاصل شد که احوالهای عالم که بدنیا تعلق دارد مثل منصب امارت و وزارت در اندرون او می تابد، مثالِ برقے می گزرد همچنانکه اهل دنیا را احوالهای عالمِ غیب از ترس خدا و شوق بعالم اولیا در ایشان می تابد و چون برقے می گزرد، اهل حق کلی خدا را گشته اند و روی بحق دارند و مستغرق حق اند و هوسهای دنیا همچون شهوتِ عنین روی نماید و قرارے نمی گیرد و می گزرد، اهل دنیا در احوال عقبی بالعکس این اند،

فصل

شریف پاسوختہ گوید،

آن منعم قدس کز جہان مستغنیست — جان ہمہ اوست او ز جان مستغنیست

ہر چیز کہ وہم تو بدو گشت محیط، — او قبلۂ آن کست از آن مستغنیست

این سخن سخت رسواست نہ مدح شاہ ست و نہ مدح خودائے مردک آخر ترا ازین چہ ذوق باشد، کہ از تو مستغنیست، این خطاب دوستان را نباشد، این خطاب دشمنان ست، کہ بدشمن گویند کہ من از تو فارغم و مستغنیم اکنون این مسلمانِ عاشق و گرم رو را ببین کہ در حالت ذوق از معشوق او را این خطاب ست کہ از تو مستغنیست مثال این آن باشد کہ تونئے در تون نشستہ بود و میگوید کہ سلطان از من تونیم فارغست و از ہمہ تونیان مستغنیست این تونی مردک را چہ ذوق باشد کہ پادشاہ ازو فارغست آری سخن این بود کہ تونی گوید من بر بام تو بودم سلطان گذشت او را ثنا گفتم در من نظر بسیار کرد و از من گذشت و ہنوز در من نظر می کرد این سخن باشد ذوق دہندہ الا این کہ پادشاہ از تو نیان فارغست این چہ مدح باشد پادشاہ را و چہ ذوق دہد تونی را ہر چیز کہ وہم تو بدو گشت محیط، ای مردک خود زوہم تو چہ خواہد گشتن جز نیکی مردمان از حال تو و از وہم تو مستغنی اند و اگر از وہم بالیشان حکایت می کنی ملول می شوند می گریزند چہ باشد وہم کہ خدا از آن مستغنی نباشد خود آیت استغنا برائے کافران آمدہ است حاشا کہ بمومنان این خطاب باشد ای مردک استغنائے او

تا تبست، الا اگر حالی باشد ترا که چیزے ارز داز تو مستغنی نباشد بقدر عزت تو،

شیخ محلہ می گفت که اول دیدہ ست بعد از آن گفت وشنو وچنانکه سلطان را ہم می بینند ولیکن خاص آن کس ست که با پادشاہ سخن گوید،

فرمود که این کژ ورسوا است وباز گونه است موسی علیه السلام گفت وشنود و دیدار می طلبید مقام گفت از آن موسیٰ ومقام دیدار آن مصطفےٰ صلعم بود پس این سخن چون راست آید؟ می فرمود یکی پیش مولانا سلطان المحبوبین شمس الدین تبریزی گفت که من بدلیل قاطع ہستی خدا را ثابت کردم بامداد مولانا شمس الدین فرمود که دوش ملائکه آمده بودند وآن مرد را دعا می کردند که الحمد الله که خدای ما را ثابت کرد، خدااش عمر دهاد، درحق عالمیان تقصیر نکرد ای مردک خدا ثابتست اورا چه دلیل می باید اگر کاری می کنی خود را بمرتبه ومقامی پیش او ثابت کن واگر نه بی دلیل تو او ثابت است، وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ[1]،

درین شک نیست که این فقیهان زیرک اند، ووه اندر ده می بینند ورفن خود، ولیکن میان ایشان وآن عالم دیواری کشیده اند برای نظام یجوز ولا یجوز، که اگر آن دیوار حجاب شان نشود، ہیچ آن را نخوانند، واز کار معطل مانند ونظیر این مولانا بزرگ مثال فرمود که آن عالم مثال دریای است واین عالم مثال کف وخدای عزوجل خواست که کفک را معمور دارد، قومی را پشت بدریا کرد، برای عمارت کفک، اگر ایشان باین مشغول نشوند، خلق ہمدیگر را فنا کنند، واز آن خرابی لازم آید، پس خیمه ایست که زده اند برای شاه، قومی را برای عمارت این خانه وخیمه مشغول کرده اند، یکی می گفت اگر من میخ نه سازم طناب را کجا بندند آن دیگر می گوید که من اگر طناب نساختمی خیمه چون

---

[1] حاشیه اوپر گذر چکا،

ایستادے چون همه کس دانند که این همه بندگان آن شاهند، که در خیمه خواهند نشستن، و تفرج معشوق خواهد کردن، پس اگر جولاهه ترک جولاهگی کند برای طلب وزیری، همه عالم برهنه و عور بمانند پس او را در آن شیوه ذوقی بخشیدند، که بدان خرسند شده است، پس این قوم را برای نظام عالم کفک آفریده اند، و عالم را برای نظام آن ولی خنک آن که عالم را برای نظام او آفریده باشند، نه او را برای نظام عالم، پس هر یکی را در آن کار خدای عزوجل خرسندی و خوشی می بخشد که او را صد هزار سال اگر عمرش باشد همان کار می کند، و هر روزی عشق او در آن کار بیشتر میشود و ویرا در آن پیشه دقیقها می زاید و لذتها از آن می گیرد که وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ[1] طناب گر را تسبیحے دیگر و میخ ساز را تسبیحے دیگر، عمود ساز را و جامه باف را تسبیحی دیگر و اولیا را که در خیمه نشسته اند و عشرت می کنند تسبیحی دیگر،

اکنون قوم بر ما می آیند، اگر خاموش می کنیم ملول می شوند و می رنجند و اگر چیزی می گوئیم لایق ایشان می باید گفتن، پس می رنجند میروند و مرا تشنیع می زنند که از ما ملولست و می گریزد، هیزم از دیگ کی گریزد الا دیگ می گریزد و طاقت ندارد، پس گریختن آتش و هیزم گریختن نیست بل او را چون دید که ضعیف است از وے دور می شود، پس در حقیقت علی کل حال دیگ می گریزد پس گریختن ما گریختن ایشان ست، ما آئینه ایم اگر در ایشان گریز نیست در ما ظاهر می شود ما برای ایشان می گریزیم، آئینه آن ست که خود را در وی بینند، اگر یار ا ملول می بینند از ملالت ایشان ست، بهر آنکه ملالت صفت ضعف است، اینجا ملالت نگنجد، و ملالت چه کار دارد،

مرا در گرمابه افتاد که شیخ صلاح الدین را تواضعی زیادت می کردم، و شیخ صلاح الدین تواضعی بسیار می کرد و در مقابلهٔ آن تواضع شکایت کردم، در دلم آمد

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا،

که تو تواضع را از حد می بری، تواضع بتدریج باید، اوّل دستش بمالی، بعد از ان باندک اندک بجای برسانی که آن ظاهر نه شود و ننماید، و خو کرده باشد، لاجرم بنمایدش و زحمت افتادن و عوض خدمت را خدمت کردن چون بتدریج او را خو گر آن تواضع کرده باشی، دوستی را چنین و دشمنی را چنین باید کردن، اندک اندک بتدریج مثلاً دشمنی را اندک اندک اول نصیحت بدهی و اگر نشنود ویرا از خود دور کنی و اگر هم نه شنود آنگه ویرا بزنی در قرآن می گوید فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ[1]،

و کارهای عالم بدین سان می رود نبینی صلح و دوستی بهار را در آغاز اندک اندک گرمی نماید و آنگه بیشتر و در درختان نگر اندک اندک پیش می آیند، اول تبسمی آنگه رختها از برگ و میوه پیدا می کنند و صوفیان همه را در میان می نهند و هرچه دارند جمله را در می بازند پس کارهای عالم را و عقبی را جمله راهر که شتاب کرد و در اوّل کار مبالغه نمود آن کار میسر او نشد اگر ریاضتست طریقش چنین گفته اند که اگر منی نان می خورد هر روزی درم سنگی کم کند بتدریج چنانکه سالی دو برو بگزرد، تا منی را نیم من رساند چنان کم کند که تن را کمی آن ننماید و هم چنین عبادت و خلوت در و آوردن بطاعت و نماز اگر بکلی نماز نمی کرد چون در راه حق در آید اول تی پنج نماز را نگه دارد و بعد از آن زیادت می کند، تا فی صلوتهم دائمون[2].

فصل

و الله هل ان یحفظ ابن چاوش حق الشیخ صلاح الدین حفظاً فی الغیب لانه

[1] "پس ان کو سمجھاؤ، پھر ان کے ساتھ سونا بھی ترک کر دو، پھر انہیں مارو،" (نساء، ع ۶)

[2] "وہ نمازمین ہمیشہ رہتے ہین،" کلام مجید کے الفاظ یون ہین، علیٰ صلوٰتھم دائمون (معارج ع ۱)

ربما ينفعه، ويندفع منه هذه الظلمات والغشاوة، هذا ابن چاوش، اما يقول في نفسه؟ ان خلقا من الناس قد تركوا بلادهم وآباءهم وامهاتهم واهليهم وقراباتهم وعشيرتهم، وسافروا من الهند الى السند، وعملوا نعال من الحديد حتى تقطعت ربما التقى استجاد له رايحة من ذالك العالم، وكم من اناس ما توافى هذه حسرة وما فاز وا وما لاقوا مثل هذا الرجل، اما انت فقد الفيت في بيتك حاضرا مثل هذا الرجل وتولى عنه، ما هذا الا بلاء عظيم وغفلة،

ولم يزل مولانا ينصحني في حق شيخ المشائخ صلاح الحق والدين خلد الله ملكه انه رجل عظيم، واقل الاشياء اني ما سمعت مولانا قط انه يوم دخلت في خدمته يسميه الى الآن من الايام الا باسم سيدنا ومولانا وعارف ربنا وخالقنا وغيرها من العبارة،

.... اليس

ان اغراضه الفاسدة قد حجبه عن هذا، فاليوم يقول في الشيخ صلاح الدين انه ما هو بشئ ايش عمل الشيخ صلاح الدين من الاساءة في حقه غير انه يراه يقع في الجب فيقول له لا تقع في الجب، لشفقته عليه وعلى سائر الناس، وهو يكره ذالك لشفقته، لانك اذا فعلت شيئاً لا يرضى به صلاح الدين كنت في وسط قهره واذا كنت في قهره فكيف يتجلى، بل كلما رحت تغشى وتسود من دخان جهنم ينصحك، ويقول لك لا تسكن في قهري وانتقل من دار قهري وغضبي الى دار لطفي ورحمتي لانك اذا فعلت شيئاً يرضيني دخلت في لطفي فمنه يتجلى فوادك، وتصير نورانيا انما ينصحك لاجل غرضك وخيرك وانت تاخذ تلك الشفقة والنصيحة من علة وغرض، ايش يكون لمثل ذالك الرجل اليك

(ممن) غرض او عداوة، الیس انک اذا حصل لک ذوق تاما من خمر حراما
او من حشیش او من سماع او من سبب من الاسباب فی تلک الساعة
ترضی عن کل عدوٍ لک وتعفو عنهم وتمیل ان تبوس ارجلهم وایدیهم والکافر
والمؤمن کلاهما یستویان من تلک الساعة فی نظرک ویحمدان،

فالشیخ صلاح الدین انما هو اصل هذا الذوق وابحر الذوق (کلها) عنده فکیف
یکون له بغض الی احد، او غرض، معاذ اللّٰہ انما یقول هذا شفقة
علی العباد ومرحمة علیهم، ولولا ذلک فایش مایکون منه غرض الی
هؤلاء الجرد والضفادع لمن یکون له ذالک الملک وتلک العظمة، الیس
یستوی هؤلاء المساکین، الیس ان ماء الحیوة کما قالوا انه فی الظلمات، انما هی
اجسام الاولیاء وماء الحیوة فیهم ولا تقدران تلتقی ماء الحیوة الا فی الظلمات
فان کنت تکره هذه الظلمات وتنتفر منها فکیف یصل الیک ماء الحیوة
الیس انک اذا طلبت ان تتعلم الخناث من المخنثین او التجربیة من القحاب
ماتقدر ان تتعلم ذلک الا ان تتحمل الف مکروه، وضرب وخلاف ما ترید
حتی تفوت بما ترید، وتتعلم ذلک فکیف ترید تحصیل حیاةٍ باقیةٍ
سرمدیةٍ وهی مقام الانبیاء والاولیاء ولا یجیٔ الیک مکروه
ولاتترک بعض ماعندک، کیف یصیر هذا، لایحکم علیک الشیخ
مثل ماحکمت مشایخنا الاولون ان اترک المرأة والاولاد والمال
والمنصب بل کانوا یحکمون علیهم ویقولون اترک امرأتک حتی
ناخذ نحن وکانوا یتحملون ذالک، وانتم، اذا نصحکم بشیٔ یسیرما لکم

لا تحملوا وعسیٰ ان تکرهوا اشیاء وهو خیر لکم، الیش یقول هؤلاء الناس، قد غلب علیهم العمی والجهل، وما یتاملون ان الرجل اذا عشق صبیا او امراۃً فکیف یختضع لها ویتذلل، ویفدی المال حتی یجد عما ببذل مجهوده فتتردد الیه لطیب قلبها لیلاً ونهاراً الا یمل من هذا وتمل من غیر هذا، فان کانت محبته للشیخ ومحبته للّٰه، اقل من هذا، ویترک الشیخ لادنی حکم او نصیحة او دلال ویعرض عنه. فاعلم بانه لیس بعاشق ولا طالب، ولو کان عاشقاً وطالباً لتحمل اضعاف ما قلنا وکان علی قلبه، الذمن العسل والسکر،

فصل

فرمود که جانب توقات می باید رفتن، که آن طرف گرم سیر است، انطاکیه اگرچه گرم سیر است، اما آنجا غلب رومیانند، سخن ما را فهم نه کنند، اگرچه درمیان رومیان نیز کسان هستند که فهم می کنند، روزی سخن می گفتم میان جماعتی، هم جماعتی از کافران بودند، درمیان سخن می گرلیستند، ومتذوق می شدند، وحالت می کردند،

یکی سوال کرد که ایشان چه فهم کنند، این جنس سخن را از مسلمانان گزیده از هزار یکی فهم کند ایشان چه فهم کردند که می گرلیستند،

فرمود لازم نیست که نفس این سخن را فهم کنند آنچه اصل این سخن ست آن را

فهم می کنند آخر همه مقرّند بیگانگیٔ آن خدا که خالق است و رزاق است و در همه متصرف و
رجوع بوی است و عقاب و عفو از وست، چون این سخن را شنیدند این سخن وصف حق است و ذکر اوست
پس جمله را اضطراب و ذوق و شوق حاصل شد، که ازین سخن بوی مطلوب و معشوقِ ایشان
می آید، اگر راهها مختلف است اما مقصود یکیست، نمی بینی که راه بکعبه بسیارست، بعضی از روم
و بعضی از شام و از بر و بحر پس اگر در راهها نظر کنی اختلاف عظیم و مباینت بی حدست، اما چون
بمقصود نظر کنی همه متفقند، و درون همه را بکعبه ارتباطی عظیم است که آنجا خلافی نمی گنجد، آن تعلق
نه کفرست و نه ایمان، یعنی آن تعلق مشوب نیست بآن راههای مختلف که گفتیم چون آنجا
رسیدند آن مباحثه و جنگ و اختلاف که همدیگر را باطل و مبطل می گفتند منقطع شد چون بکعبه رسیدند
معلوم شد که آن جنگها در راه بود و دیدند که مقصد یکیست،

مثلاً اگر کاسه را جان بودی بندهٔ کاسه گر بودی، و با وی عشقها باختی، اکنون این کا
را که ساخته اند بعضی می گویند که این را چنین می باید بر خوان نهادن، و بعضی می گویند اندرون
او را می باید شستن، و بعضی بیرون او را، و بعضی مجموع کاسه را، بعضی می گویند حاجت نیست شستن
اختلاف درین چیزهاست، اما آنک داند که کاسه را صانعی هست و از خود نشده است
متفق علیه هست، و کس را درین هیچ خلاف نیست، اکنون آدمیان در اندرونِ دل
از روی باطن محب حق اند و طالب او و بنده و نیاز بدو دارند و چشم داشت هر چیزے از و
دارند و غیر حق را متصرف و قادر بر اشیاء نمی دانند این چنین معنی نه کفرست و نه ایمان
و آن را در باطن نامی نیست اما چون از باطن سوی ناودان زبان آبِ آن معنی روان
شود و افسرده شود و نقش و عبارت گردد و حا و خا و دال گردد اینجا نامش کفر و ایمان
و نیک و بد می شود و هم همچنان که نباتات که از زمین می رویند در ابتدای خود صورتی ندارند

وچون روی باین عالم می آرند در آغاز کار لطیف و نازک می نمایند وسپید رنگ چندانکه درین عالم قدم پیش می نهند، وسوی عالم می آیند کثیف و غلیظ تر می گردند، ورنگی دیگر می گیرند اما چون مومن و کافر بهم نشینند چون بعبارت چیزی نگویند یگانه اند و بر اندیشه گرفت نیست و درون عالم آزادیست زیرا اندیشها لطیف اند بر ایشان حکم نتوان کردن نحن نحکم بالظاهر والله یتولی السرائر آن اندیشهارا که حق تعالیٰ پدید می آرد در تو، تو نتوانی آنرا بصد هزار لاحول وجهد از خود دور کردن، پس آنچه می گویند خدارا آلت حاجت نیست، راستست، نمی بینی آن تصورات و اندیشهارا در تو چون پدید می آرد بی آلتی وبی قلمی ورنگی آن اندیشها هم چون مرغان هوائی و آهوان وحشی اند که ایشان را پیش از آن که بگیری و در قفس محبوس کنی وفروختن ایشان از روی شرع روا نباشد زیرا که مقدور نیست مرغ هوائی را فروختن زیرا که در بیع تسلیم شرطست وچون مقدور تو نیست چه تسلیم کنی پس اندیشها مادام که در باطن اند بی نام و نشان و بر ایشان حکم نتوان کردن نه بکفر و نه باسلام هیچ قاضی گوید که تو اندرون چنین اقرار کردی یا چنین بیع یا سوگند بخور که در اندرون چنین اندیشه کردی نگوید زیرا کس را بر اندرون حکمی نیست،

اندیشها چون مرغان هوا اند چون در عبارت آمدند بعد از آن توان حکم کردن بکفر و باسلام و بنیک و بد همچنان که اجسام را عالمیست و تصورات را عالمیست وتخیلات و توهمات را عالمیست، وحق تعالیٰ ورای همه عالمهاست، نه داخل و نه خارج، اکنون تصرفات حق در نگر درین تصورات، که چون این هارا بیچون وچگونه بی قلم و آلت مصور می کند آخر آن خیال و تصورات را اگر بطلبی وسینه را بشگافی و ذره ذره کنی آن اندیشه را نیابی درخون نیابی و در رگ نیابی، بالا و زیر در هیچ جزوے نیابی بے جهت وبے چون

وچگونه وهم چنین بیرون نیز نیابی چون تصرفات او درین تصورات بدین لطیفی است که بی نشان ست، پس او که آفریننده این همه ست، بنگر که چگونه بی نشان باشد وچه لطیفِ لطیفِ لطیف خواهد بودن، چنانکه آن قالبها نسبت بمعنی اشخاص کثیف اند این معانی لطیف بیچون وچگونه نسبت به باری تعالیٰ اجسام وصور کثیف اند، بیت

زیر ده ها اگر آن روح قدس بنمودی عقول وروحِ بشر را بدن شمردندی

وحق تعالیٰ در عالم مصورات نگنجد، ونه در هیچ عالمی، که اگر در عالم تصورات بگنجد، لازم آید مصور بر او محیط باشد، پس او خالق تصورات نباشد پس معلوم شد که او ورای همه تصورهاست لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُولَہُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ[1] همه می گویند که در کعبه درآئیم بعضی گویند که انشاء الله درآئیم ایشان استثنا می کنند عاشقانند زیرا که عاشق خود را بر کار و مختار نه بیند در کار معشوق را داند پس می گویند، اگر معشوق خواهد درآئیم اکنون مسجد حرام پیش اهل ظاهر کعبه است، پیش عاشقان وخاصان وصال حقست، پس می گویند اگر خدا خواهد بوی برسیم، وبدیدار مشرف شویم اما آنکه معشوق گوید ان شاء الله آن نادر است وحکایت آن غریب است، غریبی باید تا حکایت غریب بشنود وتواند شنیدن،

خدا را بندگانند که ایشان معشوق ومحبوبند حق تعالیٰ طالب ایشان ست، وهرچه وظیفه عاشقان ست، او برای ایشان می کند، ومی نماید، همچنان که عاشق می گفت انشاء الله برسیم حق تعالیٰ برای آن عزیز انشاء الله می گوید اگر بشرح آن مشغول شویم، اولیای واصل سر رشته گم کنند، پس چنین اسرار بخلق چون توان گفتن،

قلم این جا رسید وسر بشکست

[1] خدا نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا کہ اگر خدا چاہیگا، تو مسجد حرام مین داخل ہونگے (فتح ع ۴)

یکی که شتر را بر مناره نمی بیند تار موی در دهن شتر چون بیند آمدیم بحکایت اول اکنون عاشقان که انشاء الله می گویند یعنی بر کار معشوق است اگر معشوق خواهد بکعبه در آئیم ایشان غرق حق اند آنجا غیر نمی گنجد و یا د غیر حرام است چه جای غیر ست که خود را تا محو نکرد آنجا نگنجید، لیس فی الدار غیر الله

اکنون این که می فرماید رسوله الرؤیا خوابهای عاشقان و مشتاقان وصادقانست و تعبیرش در آن عالم پیدا شود بلکه احوال جمله عالم خواب ست تعبیرش در آن جهان پیدا شود همچنانک خوابی می بینی که سواری بر اسپ بمراد رسی اسپ بمراد چه نسبت دارد اگر بینی که که بتو درمها درست دادند تعبیرش سخنهای نیک از عالمی بشنوی درم بسخن چه ماند همچنین که گفتم احوال همه عالم خواب است الدنیا حلم النائم تعبیرها ش در آن عالم دگرگون باشد که که باین نماند آن را معبّر الهی تعبیر کند زیرا برو همه مکشوفست همچنان که باغبانی در باغ در آید بر درختان نظر کند بی آنک بر شاخها میوه بیند حکم کند که این خرماست و آن انجیر و آن انارست وغیره چون علم آن را دارسته است حاجت قیامت نیست که تعبیرها را بیند که چه شد و آن خواب چه نتیجه داد او دیده است پیشین که چه نتیجه خواهد داد همچنین که باغبان پیشین می بیند که البته این درخت چه میوه خواهد داد همه چیزهای عالم از مال و زن و جامه (و املاک و اسباب) مطلوب بغیره است مطلوب لذاته نیست نمی بینی که اگر صد هزار درم ترا باشد و گرسنه باشی و نان نیابی هیچ درم آن درم را خوردن و غذای خود کردن و زن برای فرزندست و قضای شهوت و جامه برای دفع سرماست و همچنین جمله چیزها مسلسل است تا بحق جل شانه اوست که مطلوب لذاته است او را برای او خواهند نی برای چیزی دگر که چون او ورای همه است و به از همه و شریفتر و لطیفتر از همه پس او را برای کم از و چون خواهند پس الیه المنتهی

و چون بحق رسیدند بمطلوب کلی رسیدند از آنجا درگذر نیست،

این نفس که آدمی محل شبه و اشکالست هرگز بهیچ وجه از و نتوان شبه و اشکال را
[بیرون کرد]ن مگر که عاشق شود بعد از آن در وی اشکال نماند حبک الشیء یعمی و یصم ابلیس چون
آدم را سجود نکرد و مخالفت امر نمود گفت خلقتنی من نار و خلقته من طین[1] ذات من از نار است
و ذات او از طین چون شاید که اعلی ادنی را سجود کند، چون ابلیس را بدین جرم و مقابلگی
نمودن و با خدا جدال کردن لعنت کرد و دور کرد گفت یارب آه همه را تو کرده و فتنه
تو بود مرا لعنت می کنی و چون آدم گناه کرد حق تعالی از بهشتش برون آورد و با آدم گفت
ای آدم چون من بر تو گرفتم بگناهیکه کردی و ترا زجر کردم چرا با من بحث نکردی آخر ترا
حجت بود با من می گفتی همه از تست و تو کردی هرچه تو خواهی آن شود هرچه نخواهی خود بوجود
نیاید این چنین حجت راست مبین واقع داشتی چرا نگفتی گفت یارب می دانستم لیکن
ترک ادب نتوانستم کردن در حضرت و عشق نگذاشت که مواخذه کنم،

فرمود که این شرع مشرع است یعنی آبشخوار، مثالش همچنان ست که در دیوان
پادشاه و در احکام پادشاه از امر و نهی و عدل و سیاست عام را و خاص را و احکام دیوان
پادشاه بی حد ست در شمار نتوان آوردن و عظیم خوب ست و بر فائده قوام عالم بدانست
اما احوال درویشان که فقر و مصاحبت است با پادشاه دانستن علم احکام کو و دانستن علم حاکم
کو از دانستن علم حاکم تا مصاحبت پادشاه فرقی عظیمست اصحاب و احوال ایشان همچون مدرسه
است که در او فقیهان باشند هر فقیهی را مدرس بر حسب استعداد او جامگی می دهد یکی را ده
یکی را بیست یکی را سی ما نیز سخن را بقدر هرکس و استعداد او می گوییم کلموا الناس علی قدر عقولهم

[1] حاشیه اوپر گذر چکا،

فصل

ہر کسی این عبادت را نیتے کند، یا برای اظہار کرمے، یا برای نامے، یا برای ثواب وحق تعالیٰ را مقصود رفع مرتبۂ اولیا و تعظیم تربت ومقابر ایشان ست، ایشان بخود تعظیم محتاج نیستند، و در نفسِ خود معظمند، چراغ اگرمی خواہد کہ اورا بلندمی نہند، برای دیگران می خواہد، نہ برائے خود، اورا چہ زیر چہ بالا، ہر جاکہ ہست چراغ منورست، الا می خواہد کہ نور او بہ دیگران برسد این آفتاب کہ بالای آسمان ست، اگر زیر باشد ہمان آفتاب ست، الا عالم تاریک ماند پس او بالا برای خود نیست، برای غیرست، حاصل ایشان از بالا و زیر و تعظیم خلق منزہ اند، ترا کہ ذرہ ذوق ولمعۂ لطف آن عالم بروی می نماید آن لحظہ از بالا و زیر و خواجگی وبندگی واز خویشس نیز کہ ازہمہ نزدیک ترست بیزار می شوی، ویادت نمی ماند، ایشان کہ معدن و اصلِ آن نور و ذوق اند، مقیدِ زیر و بالا کے باشند، مفاخرت ایشان بحق است وحق از زیر و بالا مستغنیست، این زیر و بالا مارا ست کہ پا و سر داریم،

رسول علیہ السلام می فرمود کا تفضلونی علی یونس بن متیٰ بان کان معراجہ فی بطن الحوت ومعراجی کان فی السماء علی العرش[1] یعنی مرا اگر تفضیل نہید برو، ازین رو منہید کہ عروج او در بطن حوت بود، و مرا بالاے آسمان، کہ حق تعالیٰ نہ بالاست و نہ زیر، تجلّی بالا ہمان باشد، و در زیر ہمان، و در بطن حوت ہمان اواز بالا و زیر منزہ است

---

[1] مجھے یونس بن متے پر برتری نہ دو، کہ ان کی معراج بطن ماہی میں ہوئی اور میری معراج آسمانِ عرش پر ہوئی،، حدیث نبوی میں صرف اتنا ملتا ہے کہ مجھے یونس پر برتری نہ دو،، آگے مولانا نے غالباً اس کی شرح کردی ہے،

بر او ہمہ یکیست[1]

بسیار کسان ہستند کہ کارہا می کنند، غرضشان چیزے دیگر، و مقصود حق چیزے دیگر چون خدا خواست کہ دین محمدؐ معظم باشد و ظاہر شود و تا ابد الدہر بماند، بنگر کہ برای قرآن چند تفسیر ساختہ اند، دہ دہ مجلد، و ہشت ہشت مجلد و چار چار مجلد، غرضشان اظہارِ فضل خویشتن، کشاف را زمخشری بچندین دقائقِ نحو و لغت و عبارتِ فصیح تصنیف کردہ است، برائے اظہار فضل خود تا مقصودِ حق حاصل می شود و آن تعظیم دین محمدؐ ست، پس ہمہ گان نیز کارِ حق می کنند، و از غرضِ حق غافل، و ایشان را مقصود دیگر، حق می خواہد کہ عالم بماند، ایشان بشہوات مشغول می شوند، و بزنے شہوت می رانند برای لذت خود، از آنجا فرزندے پیدا می شود، و آن سببِ قوام عالم می گردد، پس بہ حقیقت بندگی حق بجا می آرند، اِلّا ایشان بآن نیت نمی کنند، و ہمچنین مساجد می سازند، و چندین خرجہا کہ می کنند، در صحن و سقف آن بالا عتبار قبلہ راست و مقصود معظم قبلہ است و تعظیم آن افزون می شود، ہر چند کہ مقصود ایشان آن نبود،

این بزرگی اولیا از روی صورت نیست ای و اللہ ایشان را بالائی و بزرگی ہست ابایچون و چگونہ آخر این درم بالائے پولست، بالای او از روی صورت نیست، بلکہ تقدیراً اگر نقرہ بربام نہی و زر را زیر قطعاً زر بالا باشد علی کل حال، و لعل و دُر بالای زر، خواہ زیر خواہ بالا، و سبوس بالای غربالست و آرد زیر، بالا چہ باشد؟ قطعاً آرد باشد، اگرچہ زیرست

[1] مثنوی، دفتر ۳ تفسیر حدیث کہ لا تفضلونی علی یونس بن متّیٰ ے

گفت پیغمبر کہ معراج مرا　　نیست بر معراج یونس اجتبا،

آن من بالا، و آن او نشیب،　　زانکہ قرب حق برون ہست از حسیب،

قرب حق نز زیر و بالا رفتن ہست،　　قرب او از حبس ہستی رستن ست،

پس بالائی از روی صورت نیست، در عالم معانی، چون آن گوهر در اوست، علی کل حال
او بالاست،

فصل

شخصی در آمد فرمود که او محبوب ست و متواضع و این از گوهر اوست، همچون شاخی که
میوه اش بسیار باشد، آن میوه او را فرو کشد، و آن شاخ را که میوه نباشد سر بالا دارد همچون
سپیدار چون میوه از حد بگذرد، ستونها نهند تا بکلی فرو نیاید پیغامبر علیه السلام عظیم متواضع بود
زیرا میوه های عالم اول و آخر بر وی جمع بود لاجرم از همه متواضع تر بود ما سبق رسول الله احد فی
السلام هرگز کسی هرگز پیش از پیغامبر سلام نگفت زیرا او پیش دستی کردی از غایت تواضع و اگر تقدیراً سلام پیشین ندادی
هم متواضع او بودی و سابق در سلام او بودی زیرا اسلام را از و آموختند و از و شنیدند هرچه
دارند اولیان و آخریان همه از عکس او دارند و سایه اویند اگر سایه یکی در خانه پیش از وی در
آید در حقیقت پیش او باشد اگر چه سایه سابقست بصورت آخر سایه که از و سابق شد فرع اوست
و این اخلاق از اکنون نیست، از آن وقت در ذرهای آدم در اجزای او، این ذرها بودند
بعضی روشن بعضی نیم روشن بعضی تاریک این ساعت آن پیدا می شود اما این تابانی و روشنی
سابقست و ذرۀ او در آدم از همه صافی تر و روشن تر و متواضع تر بود،

بعضی اول نگرند و بعضی آخر این ها که آخر نگرند عزیز ترند و بزرگند زیرا نظر شان بعاقبت
است و بآخرت و آنها که باول نظر می کنند خاص ترند می گویند چه حاجت است که بآخر نظر
کنیم چون گندم کشته اند در اول جو نخواهد رستن و آن را که جو کاشته اند گندم بر نیاید پس نظر
ایشان در اولست و قومی دیگر خاص ترند که نه باول نظر دارند و نه به آخر ایشان را از اول
و آخر یاد نمی آید غرق حقند، و قومی دیگرند که ایشان غرقند در دنیا باول و آخر نمی نگرند از غایت

غفلت ایشان علف دوزخ اند پس معلوم شد که اصل محمدؐ بوده است که لولاک لما خلقت الافلاک[1]
و هر چیزی که هست از شرف و تواضع و حلم و مقامات بلند همه بخشش اوست و سایهٔ اوست زیرا
از و پیدا شده است همچنانکه هر چه این دست کند از سایهٔ عقل کند زیرا که سایهٔ عقل بر اوست،
هر چند که عقل را سایه نیست اما او را سایه هست بی سایه همچون که معنی را هستی هست بی هستی
اگر سایهٔ عقل بر آدمی نباشد همه اعضای او معطّل شوند دست بهنجار نگیرد، پا راست رفتن نتواند
چشم چیزی نبیند، گوش کژ شنود، پس بسایهٔ عقل این اجزا کارها بهنجار می کنند و لائق بجای می آرند
و در حقیقت آن همه کارها از عقل می آید اعضا آلت اند همچنین آدمی باشد عظیم خلیفهٔ وقت همچون
عقل کل ست عقول مردم همچون اعضای وی اند هر چه کنند از سایه او باشد و اگر از ایشان کژئی
بیاید از آن باشد که آن عقل کل سایه از ایشان برداشته باشد چنانکه مردی چون دیوانگی آغاز
کند و کارهای ناپسندیده پیش گیرد همه را معلوم گردد که عقل از سر او رفته ست و سایه بر وی نمی
افگند و از سایه و پناه عقل دور افتاده است،

عقل جنس ملک است اگر چه ملک را صورت هست و پر و بال هست و عقل را نیست
اما در حقیقت یک چیزند یک فعل می کنند یک طبع دارند بصورت نظر نمی باید کردن چون
در این معنی یک فعلند مثلاً صورت ایشان را اگر بگدازانی همه عقل شود و هیچ از پر و بال چیزی
بیرون نماند پس دانستیم که همه عقل بودند اما مجسم شده و ایشان را عقل مجسم گویند همچنان از موم
مرغی سازی با پر و بال اما آن همان موم باشد چون می گدازانی همان موم می شود و بے سر و پا
و پر و بال پس دانستیم که موم همان ست و مرغی که از موم سازند همان موست مجسم نقش گرفته
و همچنین یخ آب ست اگر بگدازد آب محض باشد اما پیش از آن که یخ نه شده بود کس آن را

---

[1] حاشیه اوپر گذر چکا،

در دست نتوانستی گرفتن پس فرق بیش ازین نیست که آب نامصور مصور شده است،

احوال آدمی همچنان ست که پر فرشته را آورده اند و بر دم خری بسته تا باشد که آن از صحبت فرشته فرشته شود زیرا ممکن ست که خر هم برنگ او شود و ملک گردد،

از خرد پرواشت عیسیٰ بر فلک پریدا گر خرش را نیم پر بودی نماندی در خری

وچه عجب است که آخر آدمی شود خدا قادر است بر همه چیزها آخر این طفل که اول می زاید از خر بتر ست دست در نجاست می کند و بدهان می برد خر را باری نوعی تمیز هست وقتی که بول می کند پا ها را باز می کند تا بول بر او نچکد چون آن طفل را که از خر بتر ست حق تعالیٰ آدمی با فهم و ادراک می کند خر را اگر آدمی کند چه عجب پیش خدا هیچ چیزی عجب نیست،

در قیامت همه اعضای آدمی یک یک جدا جدا سخن گویند،

فلسفیان این را تاویل می کنند، دست سخن چون گوید، مگر بر دست علامتی و نشانی پیدا شود که، آن بجائے سخن باشد، آنچنان که ریشی یا دملی بر دست بر آید، توان گفتن که دست خبر می دهد، که گرمی خورده ام، یا دست مجروح باشد و سیاه گشته گویند دست سخن می گوید که بر من کار در رسیده است تا بر دیگی سیاه رسیده است، سخن گفتن اعضا بدین طریق باشد سنیان گویند که حاشا و کلا بلک آن دست، و پا محسوس در سخن آیند چنانک زبان گوید در روز قیامت آدمی منکر شود که من نه دزدیده ام دست گوید آری دزدیدی من بستدم بزبان فصیح آن شخص رو بدست و پای خود کند که شما سخن گوی نبودید سخن چون می گوئید گویند که انطقنا الله الذی انطق کل شیءٍ[1] مرا آنکس در سخن آورد که همه چیزها را در سخن می آرد، در و دیوار و سنگ و کلوخ را آن خالقی که همه را نطق می بخشد مرا نیز نطق بخشید چنانک زبان ترا او نطق آورد و زبان تو گوشت

[1] «ہم کو اس خدانے گویا کر دیا، جو ہر شئے کو گویائی بخشتا ہے»، (حم سجدہ، ع ۳)

پاره و دست من گوشت پاره سخن گفتن زبان که گوشت پاره است چون معقول است اما از آنک بسیار دیده ترا محال نمی نماید، واگرنه نزد حق زبان بهانه است، چون فرمودش سخن گوی سخن گفت و هرچه امر کند سخن گوید سخن بقدر آدمی می آید،

سخن ما همچون آبیست، که میزاب آن را روان می کند، آب چه داند که اورا میزاب کجا و بکدام دشت روان کرده است، در گلزاری و یا سبزه زاری، این دانم که چون آب بسیار آید آنجا زمینهای تشنه بسیار باشد و اگر اندک آید دانم که زمین اندک ست باغچه است یا چاردیواری کوچک یلقن الله الحکمة علی لسان الواعظین بقدر همم المستمعین من کفش دوزم چرم بسیارست الا بقدر پا برم و دوزم،

سایهٔ شخصم و اندازهٔ او | قامتش چند بود چندانم

حیوانکیست که آن در زمین می زید و در ظلمت می باشد اورا چشم و گوشت نیست زیرا در آن مقام که او باشد محتاج چشم و گوش نیست چون باین احتیاج ندارد نیست که خدا را چشم و گوش کمست یا بخلی هست الا چیزی به حاجت دهد چیزی که بی حاجت دهد بر و بار باشد حکمت و لطف و کرم حق بار بر می گیرد بکسی بار کی نهد مثلاً آلت نجار بخیاط دهی که بدین کار کن بر و بار گردد چون با آن کار نتواند کردن پس چیزی را بحاجت دهد،

همچنان که آن کرمان در زیر زمین در آن ظلمت زندگانی می کنند، خلقانند در ظلمات این عالم قانع و راضی اند و محتاج آن عالم و مشتاق دیدار نیستند آن چشم بصیرت و گوش و هوش ایشان را بچه کار آید کار این عالم باین چشم حس که دارند بر می آید و عزم آن طرف ندارند آن بصیرت بایشان چون دهند بکارشان نمی آید،

تا ظن نبری که ره روان نیز نیند | کامل صفتان بی نشان نیز نیند

زین گونه که تو محرم اسرار نهٔ — می پنداری که دیگران نیز نیند

اکنون عالم بغفلت قائم ست و اگر غفلت نباشد این عالم نماند شوق حق و یاد آخرت و سکر و وجد، معمار آن عالم ست، اگر همه رو نماید بکلی به آن عالم رویم و اینجا نمانیم و حق میخواهد که اینجا باشیم تا دو عالم باشد پس دو کدخدا را نصب کرد یکی غفلت و یکی بیداری تا هر دو خانه معمور بماند،

فصل

فرمود لطفها ی شما و سعیها و تربیتها که می کنید حاضر اً و غائباً من اگر در شکر و تعظیم و عذر خواستن تقصیر می کنم ظاهراً بنا بر کبر نیست یا بر فراغت یا نمی دانم حق منعم را که مجازات می باید کردن بقول و فعل، ولیکن دانسته ام از عقیده پاک شما که شما آن را خالص برای خدا می کنید من بخدا حواله می کنم تا عذر آن را هم او خواهد چون برای او کرده که اگر من بعذر آن مشغول شوم و بزبان اکرام کنم و مدح گویم چنان باشد که بعضی از آن اجر که حق خواهد دادن بشما رسید و بعضی مکافات رسید این تواضعها و عذر خواستن و مدح کردن حظ دنیاست چون در دنیا رنجی کشیدی مثل بذل مال و بذل جاهی آن به که کلی عوض آن از حق باشد جهت این عذر نمی خواهم بیان آنکه عذر خواستن حظ دنیاست زیرا مال را نمی خورند مطلوب لعینه نیست بمال ست و غلام و کنیزک می خرند، و منصب می طلبند تا ایشان را مدحها و ثناها گویند پس دنیا خود آن ست که او بزرگ باشد و محترم، و او را ثنا و مدح گویند

شیخ نساج بخاری مردی بزرگ بود و صاحب دل دانشمندان و بزرگان نزد او شدندی بزیارت و بدو زانو نشستندی شیخ اُمّی بود، می خواستند که از زبان او تفسیر قرآن

و معنی حدیث بشنوند، می گفت من تازی نمی دانم ترجمهٔ آیت و یا حدیث را بگویید تا من معنی آن را بگویم ایشان ترجمهٔ آیت می گفتند او تفسیر و تحقیق آن بیان می کرد و می گفت رسولؐ در فلان مقام بود که این آیت را گفت و احوال آن مقام چنین ست و مرتبهٔ آن مقام را و راهها و عروج آن را تفصیل بیان می کرد،

روزی علوی معرف قاضی را بخدمت او مدح کرد وی گفت چنین قاضی در عالم بنا شد رشوت نمی ستاند بی میل و بی محابا خالص و مخلص جهت حق میان خلق عدل می کند گفت اینک می گوئی او رشوت نمی ستاند این یک باری دروغست تو مرد علوی از نسل مصطفیؐ او را مدح می کنی و ثنا می گوئی این رشوت نیست و ازین بهتر چه رشوت باشد که در مقابله او را شرح می کنی

فصل

شیخ الاسلام ترمذی گفت که سید برهان الدین سخنهای تحقیق خوب می گوید از آن ست که کتب مشایخ و مقالات و اسرار ایشان را مطالعه می کند یکی گفت آخر تو نیز مطالعه می کنی چون ست که چنان سخن نمی گوئی گفت او را درد و مجاهده و عملی هست، گفت آن را چرا نمی گوئی و یاد نمی آری و از مطالعه حکایت می کنی[1]،

---

[1] سپه سالار نے سید برهان الدین ترمذی کے حالات ذیل میں، یہ واقعہ یوں درج کیا ہے:-

"نقل ست، که شیخ الاسلام ترمذی می گفته ست، که سید برهان الدین سخنهای تحقیق خوب می فرماید، از آن ست که کتب مشائخ و مقالات ایشان را مطالعه کرده است، یکی گفت آخر تو نیز مطالعه می کنی چه حکمت ست که چنان سخن نمی گوئی، گفت او درد و مجاهده و عمل ست، گفت تو نیز در آن چرا نمی گوئی،" (رساله سپه سالار، صد ۶۲)

اصل آن نیست و ما آن را می گوئیم تو نیز آن بگو ایشان را و روی آن جهان بنود بکلی دل بر این جهان نهاده بوده اند بعضی برای خوردن نان آمده اند و بعضی برای تماشای جهان می خواهند که این سخن را بیاموزند و بفروشند این سخن همچون عروسی است و شاهدی است کنیزک خوب را که برای فروختن خرند این کنیزک بروی چه مهر نهد و بروی چه دل بندد، چون لذت آن تاجر در این فروخت ست او عنین است کنیزک را برای فروخت می خرد او را آن رجولیت و مردی نیست که کنیزک را برای خود خرد و مخنث را اگر شمشیر هندی خاص بدست افتد آن را برای فروختن ستاند یا کمان پهلوانی بدست او افتد هم برای فروختن باشد چون بازوی آن ندارد شصت او لایق آن زه نیست او عاشق زهی است و چون بفروشد بهای آن را به گلگونه و وسمه دهد دیگر چه خواهد کردن، عجب چون آن را به فروشد به از آن چه خواهد خریدن؟

این سخن سریانیست زنهار مگوئید که فهم کردیم هرچند بیش فهم و ضبط کرده باشید از فهم عظیم دور باشید فهم این بی قیمت ست خود بلا و مصیبت تو از آن فهمست ترا آن فهم بند ست از آن می باید رهیدن تا چیزی شوی، تو می گوئی که من مشک را از دریا پر کردم و دریا در مشک من گنجید این محال باشد آری اگر گوئی مشک من در دریا گم شد این خوب باشد و اصل اینست عقل چندان خوب است و مطلوب که ترا بر در پادشاه آورد چون بر در او رسیدی عقل را طلاق ده که این ساعت عقل زیان تست، و راه زن تست چون بوی رسیدی خود را بوی تسلیم کن ترا با چون و چرا کار نیست مثلاً جامهٔ نابریده خواهی که آن را قبا یا جبه برند عقل ترا پیش خیاط آورد عقل تا این ساعت نیک بود که جامه را بدرزی آوردی اکنون عقل را طلاق باید دادن و پیش درزی تصرف خود و دانش خود را ترک باید کردن

وہمچنین بیمار را عقل او چندان نیک ست که او را بر طبیب آرد بعد ازین پس عقل او دیگر بر زکاست و خود را بطبیب باید تسلیم کردن،

نعرہای پنہانی ترا گوش اصحاب نعرہ می شنوند آنکس که چیزے دارد یا دیدہ گو ہرے و درنے ہست پیدا است آخر میان قطار شتران اشتر سرمست پیدا باشد از چشم و از رفتار و از کفک او سیماهم فی وجوههم من اثر السجود[1]،

ہرچہ بن درخت می خورد، بر سر درخت از برگ و میوہ پیدا شود و آنکہ نمی خورد پژمردہ است کی پنہان ماند این ہاے ہوی بلند که می کنند، سرش آن ست که از سخنی سخنہا فہم می کنند و از حرفی اشارتہا معلوم می گردانند ہمچنان کہ وسیط و کتب مطول خواندہ باشد از تنبیہ چون کلمۂ شنود چون شرح آن را خواندہ است از آن یک مسئلہ اصلہا و مسئلہ ہا فہم کند بر آن یک حرف تنبیہ ہاے وہوے می کند یعنی کہ من زیر این چیز ہا می بینم، و این آنست کہ من آن جا رنجہا بردہ ام و شبہا بروز آوردہ، و گنجہا یافتہ الم نشرح لك صدرك[2] شرح دل بے نہایتست، چون آن شرح خواندہ باشد، از رمزے بسیار فہم کند، و آنکس کہ ہنوز مبتدی است از آن لفظ ہمان معنی آن لفظ معلوم کند، او را چہ خبر و ہا ی و ہا ی باشد، سخن بقدر مستمع می آید چندانکہ می کشد و مستفید می شود حکمت فرو می آید چون نکشد حکمت نیز برون نیاید، ور وے نناید، گوید ای عجب چرا سخن نمی آید جوابش گوید کہ ای عجب چرا سخن نمی کشی، آنکس کہ ترا قوت استماع نمی دہد گوینده را ہم داعیۂ گفتن نمی دہد،

درزمان مصطفےٰ علیہ السلام کافرے را غلامے بود مسلمان صاحب گوہر سحرے خواجہ اش

---

[1] ان کی پیشانیوں پر سجدہ کے نشان پڑے ہوئے ہیں۔ (فتح، ع ۴) [2] کیا ہم نے تمہارے سینہ کو نہیں کھول دیا،، (سورہ انشراح)

فرمود که طاسها برگیر تا بحمام رویم در راه مصطفیٰؐ در مسجد با صحابہؓ نماز می کرد غلام گفت ای خواجہ
بلله تعالی طاسها را لحظه بگیر تا دوگانه بگزارم بعد از آن بخدمت روم، در مسجد رفت نماز کرد، مصطفیٰؐ
بیرون آمد با جمله اصحابؓ غلام تنها در مسجد بماند خواجه تا چاشت منتظر بود، بانگ می زد که اے
غلام بیرون آئی می گفت مرا نمی هلند چون کار از حد رفت، خواجه سر در مسجد کرد تا بیند که کیست
اثر کس ندید گفت آخر کیست که ترا نمی هلد که بیرون آئی، گفت آنکس که ترا نمی گزارد که
اندرون آئیؐ خود کس اوست که تو او را نمی بینی و آدمی همیشه عاشق آن چیز ست که ندیده است
و نشنیده است و فهم نه کرده است و شب و روز آن را طلبد،

بندهٔ آنم که نمی بینمش،

و از آن چه فهم کرده است و دیده است ملول ست و گریزان از این روست که
فلاسفه رویت را منکرند زیرا می گویند که چون به بینی ممکن ست که سیر و ملول شوی و این روا
نیست سنیان می گویند این وقتی باشد که او یک لون نماید چون بهر لحظه صد گونه لون می نماید
که کل یوم هو فی شانؐ اگر صد هزار سال تجلی کند هرگز یکی بیکی نماند آخر تو نیز این ساعت
حق را می بینی در آثار و افعال و هر لحظه گوناگون می بینی که فعلے به فعلے دیگر در وقت شادی
تجلی دیگر و در وقت گریه تجلی دیگر و همچنین در وقت خوف تجلی دیگر و در او وقت) رجا تجلی
دیگر چون تجلی صفات حق در افعال و آثار او گوناگون است (و یکی بیکی نماند پس) تجلی ذات
او نیز چنین باشد مانند تجلی افعال او آن را قیاس کن و تو نیز که جزو از قدرت حقی در یک
لحظه هزار گونه می شوی، و بر یک قرار نیستی بعضی از بندگان هستند که از قرآن بحق میروند
و بعضے هستند خاص تر که از حق می آیند قرآن اینجا می یابند می دانند که آن را حق فرستاده

لہ مثنوی دفتر سوم، حکایت غلام امیر که انس عظیم داشت او بمناجات و نماز با حق، سے

همذ مانے بود امیرے از کرام — بود سنقر نام او را یک غلام
میر شد محتاج گرمابه سحر — بانگ زد سنقر هلا بر دار سر

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون [۱]

مفسران می گویند کہ در حق قرآن ست این ہم نیکوست اما حقیقت این ست کہ در تو گوہری و طلبی و شوقی نہادہ ایم نگہبان آن مائیم آن را ضائع نگزاریم، و بجاے برسانیم تو یکبار بگو خدا و آنگاہ پای دار کہ جملہ بلاہا بر تو بیارد،

یکے آمد بمصطفےؐ گفت انی احبک گفت ہش دار کہ چہ می گوئی گفت انی احبک گفت اکنون پای دار کہ باز بدست خودت خواہم کشتن وای بر تو،

یکے دیگر در زمان مصطفےؐ آمد گفت کہ من این دین ترا نمی خواہم واللہ نمی خواہم، این دین را باز بستان، چندان کہ در دین تو آمدم روزے نیا سودم، مال رفت، زن و فرزند رفت، حرمت نماند، گفت حاشا کہ دین ما ہر جا کہ رفت باز نیامد تا او را از بیخ و بن بر نکند و خانہ اش را نروبد و پاک نکند کہ لا یمسہ الا المطہرون [۲]،

چگونہ معشوق ست کہ تا در تو موی مہر خودت باقی باشد روے خود را بتو ننماید و لایق وصل او نشوی و بخویشتن راہت ندہد، بکلی از خود و از عالم بیزار باید شدن و دشمن خود شدن تا دوست روے نماید، اکنون دین ما در آن دلے کہ قرار گرفت تا او را بحق نرساند، و آنچہ نا بایستست از وجد انکند از دوست باز ندارد پیغامبر فرمود بر ای آن نیا سودی و غم میخوردی کہ غم خوردن استفراغست از آن شادیہای اول تا در معدہ چیزے باشد بتو چیزے ندہند، بوقت استفراغ کسے چیزے نہ خورد چون فارغ شود آنگہ چیزے خورد، تو نیز صبر کن و غم می خور کہ خوردن غم استفراغ ست بعد از استفراغ شادی پیش آید شادی کہ آن را غم نباشد، گلے کہ

---

[۱] "ہم ہی نے اس کتاب نصیحت یعنی قرآن کو نازل کیا، اور ہم ہی اس کو محفوظ رکھنے والے ہین،، (حجر ع ۱)

[۲] حاشیہ گذر چکا،

آن را اخار وطے کہ آن را انحار نباشد آخر در دنیا شب و روز فراغت و آسایش می طلبی وحصول آن در دنیا ممکن نیست، مع ہذا ایک لحظہ بے طلب نیستی، راحتے نیز کہ در دنیا می یابی ہچون برقے است کہ می گزرد و قرار نمی گیرد وآنگہ کدام برقے؟ پر تگرگ، پر باران، پر برف، پر محنت

مثلاً کسی عزم انطاکیہ کردہ است سوے قیصریہ می رود اُمید دارد کہ بانطاکیہ رسد و سعی را ترک نمی کند، مع انہ کہ ممکن نیست کہ ازین راہ بانطاکیہ رسد الا آنک براہ انطاکیہ می رود، اگرچہ لنگ ست وضعیف اما ہم برسد چون منتہائے راہ این ست چون کار دنیا بے رنج میسر نمی شود و کار آخرت ہمچنین بارے این رنج را سوی آخرت صرف کن تا ضائع نباشد تو می گوئی کہ ای محمدؐ دین مرا بستان کہ من نمی آسایم دین ما کسے را کے رہا کند تا اورا بمقصود نہ رساند،

گویند معلمے از بے نوائی ور اعۂ کتان یکتائے در فصل زمستان پوشیدہ بود خرسے را سیلاب می برد سیل از کوہسارے دور بودہ بود می گذایند و سرشں در آب پنہان بود کودکان پشتش را دیدند گفتند ای استاد اینک پوستینی در جوے اُفتادہ است و ترا سرماست آنرا بگیر، استاد از غایت احتیاج و سرما در جست کہ پوستین را بگیرد خرس دروی آویخت، استاد در آب گرفتار خرس شد کودکان بانگ می داشتند کہ ای استاد بگزار و تو بیرون آے گفت من پوستین را رہا کردم، پوستین مرا رہا نکند، شوق حق ترا کے گذارد این جاے شکر ست کہ ما بدست خود نیستیم بدست حقیم چنانک طفل در کودکی جز شیر مادر نداند و لا لہ الا صیحتہ حق تعالیٰ ہیچ اورا آنجا رہا کرد آوردش پیشتر بنان خوردن و بازی کردن وہمچنین از آنجا کشاید تا بہ مقام عقل رساند وہمچنین درین حالت کہ این طفلیست

نسبت با آن عالم و این بستان دیگر ست نگزارد و دیر ا با نجا رساند که دانی که این طفلی بود و چیزی نبود، عجبت من قوم یقادون الی الجنة بالسلاسل والاغلال فقال لهم خذوه فغلوه ثم النعیم صلوه ثم الوصال صلوه ثم الجمال و الکمال صلوهم[1] صیادان ماهی را بیکبار نمی کشند چنگال در حلقوم چون رفته باشد پارهٔ می کشند تا خون رفته باشد پارهٔ می کشند تا خو لشتن می رود و دست و ضعیف می گردد باز ش رها می کنند و همچنین باز ش می کشند تا بکلی ضعیف شود چنگال عشق نیز چون در کام آدمی می افتد حق تعالی او را بتدریج می کشد که آن قوتها و خونهائے باطل که در او ست پاره پاره از او برود که الله یقبض و یبسط[2].

لا اله الا الله ایمان عامست و ایمان خاص آنست که لا اله الا هو، همچنانک کسی در خواب می بیند که پادشاه شده است، و بر تخت نشسته، غلامان و حجاب و امرا بر اطراف او ایستاده، می گوید می باید که من پادشاه باشم و پادشاهی غیر من نیست، این را در خواب می گوید چون بیدار شود و کس را در خانه نه بیند جز خود این بار گوید که منم و جز من کسی نیست اکنون این را چشم بیداری باید چشم خوابناک آنرا نتواند دیدن و این وظیفهٔ او نیست هر طایفه طایفهٔ دیگر را نفی می کنند این ها می گویند که حق ماییم وحی ماراست و ایشان باطلند ایشان نیز اینها را همچنین میگویند همچنین هفتاد و دو ملت نفی یکدگر می کنند پس باتفاق می گویند که همه را وحی نیست پس در نیستی وحی متفق اند و ازین جمله یکی راهست بر این هم متفق اند اکنون ممیزی کیسی مومنی می باید که بداند که آن یک کدام است المومن کیس وطن ممیز[3] ایمان همه تمیز و ادراک هست،

---

[1] مثنوی دفتر سوم بعنوان نظر کردن پیغمبر به اسیران و تبسم کردن و گفتن عجبت من قوم یجرون الی الجنة بالسلاسل و الاغلال

دید پیغمبر یکے جوق اسیر — که همے بردند و ایشان در نفیر

دیدشان در بند آن آگاه شیر — می نظر کردند در وے زیر زیر

[2] «خدا ہی تنگی و کشادگی پیدا کرتا ہی»، (البقرة ع ۳۲) [3] دیلمی اور قضاعی نے یہ حدیث مرفوع الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے المومن کیس فطن حذر وقاف لا یعجل (المقاصد الحسنة سخاوی حرف میم)

سوال کرد که اینها نمی دانند بسیارند، و آنها که می دانند اندک اند، اگر با این مشغول خواهیم شدن که تمیز کنیم، میان اینها که نمی دانند، و گوهری ندارند، و میان آنها که دارند، دراز کشد، فرمود که اینها که نمی دانند اگرچه بسیارند، اما اندکی را چون بدانی همه را دانسته باشی، همچون مشتی گندم را چون دانستی همه انبارهای عالم را دانستی، و همچون پارهٔ شکر را چون چشیدی، اگر صد لون حلوا سازند از شکر دانی که آنجا شکرست، چون شکر را دانسته کسی که یک شاخ از شکر بخورد چون شکر را نشناسد، مگر او را دو شاخ باشد، شما را اگر این سخن مکرر می نماید، از ان باشد که شما درس نخستین را فهم نکرده اید، پس لازم شود ما را هر روز این گفتن چنانک معلمی بود کودکی سه ماه پیش او بود از الف چیزی ندارد، نگذشته بود پدر کودک آمد که ما در خدمت چه تقصیرے کردیم گفت نے از شما هیچ تقصیر نیست اما کودک ازین نمی گذرد، او را پیش خواند گفت بگو "الف چیزی ندارد"، گفت "چیزی ندارد" الف را نمی توانست گفتن، معلم گفت حال این ست که می بینی چون ازین نگذشت وے را سبق نو چون دهم،

گفت الحمد لله رب العالمین اینک الحمد لله رب العالمین گفتیم از آن نیست که نان و نعمت کم شد نان و نعمت بی نهایتست اما اشتها نماند و مهمانان سیر شدند جهت آنکه گفته می شود الحمد لله این ست که نان و نعمت دنیا نماند زیرا که نان و نعمت را بی اشتها چندانکه خواهی بزور توان خوردن چون جمادست هر جاش که کشی با تو می آید روحی ندارد که خود را منع کند از ناجایگاه بخلاف این نعمت الهی که حکمتست نعمتیست زنده تا اشتها داری و رغبت تمام می نمائی سوی تو می آید، و غذای تو می شود، و چون اشتها و میل نماند آن را بزور نتوانی خوردن و کشیدن، روی در چادر کشد، و خود را بتو ننماید،

حکایت کرامات می فرمود گفت یکی از اینجا بروزی یا بلحظهٔ به کعبه رود چندان عجب و کرامات نیست باد سموم را نیز آن هست که بیک لحظه هر جا که خواهد برود کرامات آن باشد که ترا از حال دون بحال عالی آرد از آنجا سفر کنی و از جهل بعقل و از جمادی بحیوة همچنانک اوّل خاکی بودی ترا بعالم نبات آورد و از عالم نبات سفر کردی بعالم علقه و مضغه آنگه بعالم حیوانی و از آنجا بعالم انسانی سفر کردی[1]، کرامات این باشد که حق تعالیٰ این چنین سفر ابر تو نزدیک گرداند درین راهها و منازل آمدی هیچ در خاطر و وهم تو نبود که خواهی آمدن و از کدام راه آمدی و چون آمدی ترا آوردند و معین می بینی که آمدی همچنین ترا با صد عالم دیگر گوناگون خواهند بردن منکر مشو، و اگر از آن اخبار کنند قبول کن،

پیش عمر رضی اللہ عنہ کاسهٔ پر زهر آوردند بارمغانی گفت این چرا شاید گفتن، این برای آن باشد، کسی را که مصلحت نبینند آشکارا کشتن ازین اندکی باو دهند، مخفی بمیرد و اگر دشمن باشد که بشمشیر نتوان کشتن بپاره ازین پنهان اورا بکشند گفت سخت نیکو چیزی آورده اید بمن وهید که این را بخورم که درمن دشمنی هست عظیم شمشیر باوی نمی رسد و در عالم از و دشمن تر مرا کسی نیست، گفتند این همه حاجت نیست که بیکبار بخوری ازین ذرهٔ بس باشد این صد هزار کس را بس است گفت این دشمن نیز یک کس نیست هزار مرده دشمن است و صد هزار کس را نگونسار کرده است بستد و آن همه

---

[1] مثنوی مین متعدد مقامات پر اسی مسئلہ کو بیان کیا ہے مثلاً جلد ۴، عنوان در بیان اطوار خلقت آدم مین ہے،

آمده اوّل به اقلیم جماد   از جمادی در نباتی اوفتاد، الخ

پھر جلد ۳، عنوان جواب عاشق عاذلان و تهدید کنندگان را، مین ہے

از جمادی مردم، و نامی شدم   وز نما مردم بحیوان سرزدم الخ

ملفوظات مین بھی یہی مضمون ایک جگہ پیشتر بیان ہو چکا ہے،

را بیکبار درکشید آن گروه که آنجا بودند جمله بیکبار مسلمان شدند و گفتند که دین تو حقست عمر رضی الله عنه گفت شما همه مسلمان شدید و این کافر هنوز مسلمان نشده است،

اکنون غرض عمرؓ ازین ایمان ایمان عام نبود و او را آن ایمان بود و زیاده بلک ایمان صدیقان داشت اما غرض او ایمان انبیا و خواص و عین الیقین بود و آن توقع داشت چنانکه آوازه شیری بر اطراف عالم شایع گشته بود مردم برای تعجب از مسافت دور قصد آن بیشه کردند برای دیدن آن شیر یکساله راه مشقت کشیدند و منازل بریدند چون در آن بیشه رفتند و شیر را از دور دیدند باز ایستادند و پیش نمی توانستند یک قدم نهادن گفتند آخر چندین راه قدم نهادید برای عشق این شیر و این شیر را خاصیتی هست که هر که پیش او دلیر رود و بعشق دست بر وی مالد هیچ گزندی بوی نرساند و اگر کسی از و ترسان و هراسان باشد این شیر از وی خشم گیرد بلک بعضی را قصد می کند که چه گمان بدست که در حق من می برید، گفتند اکنون چیزی که چنین است یکساله راه قدمها زدید اکنون که نزدیک شیر رسیده اید این ایستادن چیست قدمی پیشتر نهید کس را زهره نبود که یک قدم پیشتر نهد گفتند آن همه قدمها زدیم آن همه سهل بود، قدم این ست که در عین شیر است

اکنون مقصود عمرؓ از آن ایمان این قدم بود که یک قدم در حضور شیر سوی شیر نهد آن قدم نادرست جز کار خاصان و مقربان نیست و قدم خود این ست این ایمان بجز انبیا را نرسد که دست از جان خود شستند یار خوش چیزست زیرا یار از خیال یار قوت میگیرد و بر او می بالد و حیاة نو می یابد چه عجب می آید مجنون را خیال لیلی قوت می داد و غذا می شد جائی که خیال معشوق مجازی را این قوت و تاثیر باشد که یار او را قوت بخشد یار حقیقی را چه عجب می داری که قوتها بخشد خیال او در حضور و در غیبت،

چه جای خیال ست آن خود جان حقایق است آنرا خیال نگویند عالم بر خیال قائمست
واین عالم را حقیقت می گویند جهت آن که در نظر می آید و محسوس ست، وآن معانی را که این
عالم فرع آن ست خیال می گوئی کار برعکس است خود خیال این عالمست که آن
معنی صد چون این پدید آرد و او کهن نگردد منزه است از نوی و کهنگی، فرعهای او متصف
اند به کهنگی و نوی واو محدث اینهاست واز هر دو منزه است ورای هر دو ست
مهندسی خانهٔ در دل خود در انداز د و خیال بند د که عرضش چندین و طولش چندین،
صُفّه اش چندین صحنش چندین این را خیال نگویند که آن حقیقت ازین خیال می زاید و فرع
این خیال ست آری اگر غیر مهندس در دل چنین صورت در خیال آورد آن خیال ست،

فصل

از فقیر آن به که سوال نکند زیرا آنچنانست که او را تحریض می کنی بر اختراع دروغ
زیرا که چون او جسمانی سوال کند او را لازم ست جواب بر وفق عقل او گفتن وچنانکه حقیقت
بوی نتوان گفتن[1] چون او لائق وقابل آن نباشد و حلق و دهان او لایق چنین لقمه نیست پس
او را لائق حوصله او وطبع او جوابی دروغ باید و دروغ اختراع باید کردن تا او دفع
گردد اگرچه هرچه فقیر گوید آن حق باشد دروغ نباشد و سخن آنست وحق آنست اگر دروغ
هم باشد اما بنسبت به شنونده راست باشد و افزون از راست،
درویشی را شاگردی بود برای او دریوزه می کرد روزی از حاصل دریوزه او را

[1] مثنوی، دفتر اول، آغاز کتاب،

در نیابد حال پخته هیچ خام　　پس سخن کوتاه باید والسلام

طعامی آوردہ آن درویش بخورد، آن شب محتلم شد، پرسید کہ این طعام را از پیش کہ آوردی
گفت دختری خوب بمن داد، گفت واللہ بیست سالست تا من محتلم نشدہ ام این اثر
لقمۂ او بود،

ہمچنین درویش را احتراز می باید کردن، و لقمۂ ہرکسی را نباید خوردن، کہ درویش لطیف است
در او زود اثر می کند و چیزہا ظاہر می شود ہمچنانکہ در جامۂ پاک سپید اندکی سیاہی برسد ظاہر گردد
اما بر جامۂ سیاہ پیدا نہ شود، نہ بر جامہ و نہ بر ناظران، پس چون چنین است، درویش را لقمۂ
ظالمان و حرام خواران و جسمانیان نباید خوردن کہ آن لقمہ زود اثر کند و اندیشہای فاسد
از تاثیر آن لقمۂ بیگانہ ظاہر گردد ہمچنانکہ از طعام ان دختر آن درویش محتلم شد،

فصل

اوراد طالبان و سالکان آن باشد کہ باجتہاد و بندگی مشغول شوند و زمان را کہ قسمت
کردہ باشند جہت ہر کاری تا آن زمان موکل شود ایشان را ہمچون رقیبی بحکم عادت مثلاً چون بامداد
برخیزد آن ساعت بعبادت اولی ترکہ نفس ساکن ترست و صافی تر ہرکس بدان نوع بندگی
کہ لائق او باشد و باندازۂ شرف نفس او باشد، می کند، و بجامی آورد و انا لنحن الصافون[1]
و انا لنحن المسبحون[2] صد ہزار صفت ہر چند پاک تر می شوند پیشتر می برند و ہر چند کمتر می شوند
بصف پستر می برند کہ اخروهن من حیث اخرهن اللہ[1] این قصہ درازست و ازین دراز ہیچ
گریز نیست ہر کہ این قصہ کوتاہ کرد عمر خود را و جان خود را کوتاہ کرد الا من عصم اللہ،

---

[1] ہم ہر وقت صف بستہ ہیں،، (صافات، ع ۵) [2] ہم ہر وقت تسبیح کرنے والے ہیں
(صافات ع ۵)

واما او را دو و اصلان بقدر فہم تو می گوئیم آن باشد کہ بامداد ارواح مقدس و ملائکہ مطہرو
آن خلق کہ لا یعلمهم الا اللہ کہ نام ایشان مخفی و انستہ است از غایت غیرت بسلام و زیارت
ایشان بیایند و رأیت الناس ید خلوت فی دین اللہ الملائکة ید خلو علیهم من کل باب
تو بپہلوی ایشان نشستہ و نہ بینی و از آن سخنان و سلامہا نشنوی و این چہ عجب می آید کہ بیمار در حالت
نزدیک مرگ خیالات بیند کہ آنک بپہلوے او بود خبر ندارد و نشنود کہ چہ می گوید آن حقائق ہزار
بار ازین خیالات لطیف لطیف ترند، و این را تا بیمار نشود چنان بیماری نبیند، و نشنود و آن
حقائق را تا نمیرد، پیش از مرگ نبیند، آن زیارت کنندہ کہ احوال تازگی اولیا را می داند و عظمت
ایشان را، الخ کہ در خدمت او از اول بامداد چندین ملائکہ وارواح مطہر آمدہ اند بے شمار توقف
می کنند تا نباید کہ درمیان ایشان او را در آید، شیخ را زحمت باشد، چنانک غلامان بدرسرائے
پادشاہ حاضر شوند، ہر بامداد درد شان آن باشد ہمکہ ہر یکے را مقامے معلوم و خدمتے معلوم و پرستشے
معلوم و بعضی از دو در خدمت کنند، و پادشاہ در ایشان ننگرد، و نادیدہ آرد الا بندگان پادشاہ
بینند، کہ فلان خدمت کرد، و چون پادشاہ در دیوان باشد، کہ بندگان بیایند بخدمت او و از ہر
طرفے، زیر ابندگی نماند، تخلقوا باخلاق اللہ حاصل شد کنت لہٗ سمعاً و بصراً
حاصل گشت و این مقامی ست سخت عظیم،
گفت ہم حیف است کہ عظمت آن بعین و ظا و یائیم در فہم نیامد، اگر اندکی از عظمت
آن راہ یابد نہ عین ماند نہ مخرج حرف عین، نہ ظا ماند نہ مخرج حرف ظا نہ ہست ماند نہ نیست

۱؎ اور لوگوں کو تم دیکھو گے کہ دین میں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں،، (سورۂ نصر) ۲؎ اور ہر دروازہ سے فرشتہ
ان کے پاس آتے رہتے ہیں، (رعد ع ۳) ۳؎ اپنے کو اوصاف خداوندی سے متصف کرو، ۴؎ میں اس
بندہ کا کان اور آنکھ بنجاتا ہوں،

از لشکرہاے انوار شہر وجود خراب شود اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا[1] اگر شترے درخانہ موشے پا نہادہ ورخانہ کوچک در آید خانہ ویران شود ویران شود اما در آن خرابی ہزاران گنج باشد

گنج باشد بہ موضع ویران | سگ بود سگ بجاے آبادان

چون شرح مقام سالکان را دراز گفتیم شرح احوال واصلان را چہ گوئیم، الا آنہا را نہایتے ہست اما این ہا را نہایتے نیست، نہایت سالکان وصالست، نہایت واصلان چہ باشد آن وصلی کہ آن را فراق نتواند بودن ہیچ انگوری باز غورہ نشود، و ہیچ میوۂ پختہ باز خام نگردد[2]

حرام دارم با مردمان سخن گفتن | وچون حدیث تو آید سخن دراز کنم

واللہ دراز نمی کنیم کوتاہ می کنیم،

خون می خورم و تو بادہ می پنداری | جان می بری و تو دادہ می پنداری

ہر کہ این را کوتاہ کرد چنان بود کہ راہ راست را رہا کند و راہ بیابان مہلک گیرد،

فصل

قال الجراح المسیحی شراب عندی طائفۃٌ من اصحاب الشیخ صدرالدین وقالوا لی، انما المسیح عیسی بن مریم، ھو اللہ کما تزعمون ونحن نعترف بان ذالک حق ولکن نکتمہ ونتکرہ قصداً محافظۃً للملۃ قال قائل کذب عدو اللہ وحاشا للہ ھذا کلام من اسکرہ نبیذ من الشیطان وھو الضال المضل الذلیل المذل المطل ودمن جناب الحق وکیف یجی ترا ان یکون تشخصٌ

---

[1] بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اسے ویران کردیتے ہیں، (نمل، ع ۳) [2] مثنوی دفتر دوم عنوان آفت تاخیر خیرات بہ فردا

چونکہ مخلص گشت مخلص باز رست | در مقام امن رفت و برد دست،

ہیچ آئینہ دگر آہن نہ شد | ہیچ نانِ گندمی خرمن نہ شد

ہیچ انگورے دگر غورہ نہ شد | ہیچ میوہ پختہ باکورہ نہ شد

ضعيف يهرب من مكر اليهود من بقعة الى بقعة وصورته اقل من ذراعين حافظاً للسموات السبع ثخانة كل سماء خمسمائة عام، وبين كل سماء الى سماء خمسماية عام وثخانة كل ارض خمسمائة عام بين الارض الى الارض خمساية عام وتحت العرش بحر عمقه هكذا والله ملك ذلك البحر الى كعبه واضعاف هكذا فكيف يعترف عقلك ان يكون مصرفها ومدبرها اضعف عما ذكر ثم قيل ان عيسى كان خالق السموات والارض سبحانه وتعالى عما يقول الظالمون علواً كبيراً، قال المسيحى خاک باخاک رفت وپاک باپاک رفت قال فلو كان روح عيسى هو الله فاين راح روحه وانما يروح الروح الى اصله وخالقه، وان كان الاصل هو فالخالق اين يروح، قال المسيحى نحن وجدنا هكذا فاتخذناه ملة قال فانك لو وجدت او ورثت من تركة ابيك ذهباً قلباً اسود فاسداً اما تبدله بذهب صحيح المعيار صاف عن الغل والغش هل تاخذ القلب وتقول وجدنا هذا او بقيت من ابيك يد شلاء ووجدت دواء وطبيباً لصلح يدك الشلاء ما تقبل وتقول وجدت يدى هكذى شلاء فلا ارغب الى تبديله، او وجدت ماء مالحاً فى ضيعة مات فيها ابوك وتربيت فيها ثم هديت الى ضيعة اخرى ماءها عذب ونباتها حلو واهلها اصحاء اما ترغب الى النقل اليها والشرب من الماء العذب لتذهب عنك الامراض والعلل، بل تقول انا وجدنا تلك الضيعة وماءها المالح المورث للعلل فنمسك بما وجدنا، حاشا لن يفعل هذا ولن يقول هذا من كان عاقلاً

ذا حس صحیح ان اللہ تعالیٰ قد اعطی لک عقلاً علی حدۃ غیر عقل ابیک، ونظراً
علی حدۃ غیر نظر أبیک وتمیزاً علی حدۃ فلم تعطل نظرک وعقلک وتتبع
عقلاً یردیک ولا یھدیک کان رجل ابوہ اسکافاً وصل الی حضرۃ
السلطان وعلمہ اداب الملوک والسلحدارية واعطاہ اعلی المناصب یقول
انا وجدنا آباءنا اسکافة فلا نرید ھذہ المرتبة بل اعطنی ایھا السلطان
دکاناً فی سوق الاسکافة بل الکلب مع کمال خسة اذا علم الصید وصار
صیاد السلطان نسی ما وجدہ من ابیہ وامہ من السلوک الی المھن
والخرابات والحرص علی الجیفة بل یتبع خیل السلطان ویتابع الصید، وکذا لک
البازی اذا ادبہ السلطان لا یقول البتة انا وجدنا من ابائنا فقال الجبال
واکل المیتة، فلا نلتفت الی طبل السلطان ولا الی صیدہ فاذا کان عقل
الحیوان یتشبث بما وجدہ احسن مما ورثہ من ابیہ فمن السمج الفاحش
ان یکون الانسان یفضل علی اھل الارض بالعقل والتمیز وھما قل
فیہ من الحیوان، نعوذ باللہ من ذلک نعم یصح ان یقال ان رب عیسی
اعز عیسی وقرب بہ فمن خدم عیسی فقد خدم الرب، ومن اطاعہ فقد اطاع
الرب فلما بعث اللہ نبیاً افضل من عیسی واظھر علی یدہ ما اظھر علی یدی عیسی مع زیادة یجب متابعة ذالک
النبی لکونہ نبی اللہ لا لعینہ ولا یعبد لعینہ الا اللہ ولا یحب لعینہ الا اللہ وانما یحب غیر اللہ للہ تعالیٰ
وان الی ربک المنتھی یعنی منتھا ان یحب الشیٔ لغیرہ، ویطلب لغیرہ حتی ینتھی الی اللہ، فیحب لعینہ،

کعبہ را جامہ کردن از ہوس است   یادِ بیت جمال کعبہ بس است

(لیس التکحل فی العینین کالکحل)

کما ان خلاقة الثیاب و رثاثتها تکتم لطف الغناء والاحتشام کذلک جدة الثیاب
وحسن الکسوة یکتم سیماء الفقراء وجمالهم وکمالهم اذا تخرق ثوب الفقیر انفتح قلبه
سری هست که بکلاه زرین آراسته شود، و سری هست که بتاج مرصع جمال جعد او پوشیده
شود زیرا جعد خوبان جذاب عشقست و تختگاه دلهاست، تاج مرصع جماد است و پوشندهٔ آن
معشوق فواد است انگشتری سلیمان را در همه چیزها جستیم، در فقر یافتیم، با این شاهد همه تنگیها کردیم هیچ
چیز چنان راضی نه شد که بدین آخر من روسپی پاره ام، از خردگی کار من این بوده است، چون
ندانم ما نهار این بر دار و پرده هار این بسوزد، اصل همه طاعتها این ست باقی فروعست چنانک
حلق گوسفندی ببری در پاچه او دمی چه منفعت کند صوم سوی عدم بردا آخر این خوشیها آنجاست والله مع الصابرین[1]
هر چه در بازار کانیست یا ماکولی یا مشروبی یا اثاثی یا متاعی یا پیشهٔ سر رشته هر یکی از آنها
حاجت است در نفس انسان و آن سر رشته پنهان ست تا بایست نشود و آن چیز را سر رشته
نه جنبد، پیدا نه شود، همچنان هر ملتی و هر دینی و هر کراماتی و معجزه و احوال همه انبیا از هر یکی از آنها سر رشته است
در روح انسانی تا آن بایست نجنبد آن سر رشته نجنبد و ظاهر نه شود و کل شی احصیناه فی امام مبین[2]
گفت عاقل نیکی و بدی یک چیزست یا دو جواب از این رو که وقت تردد و در مناظره اند
قطعاً دو باشد که کس با خود مخالفت نکند و از این رو یکیست که لاینفکست بدی از نیکی زیرا نیکی ترک بدیست و ترک
بدی بی بدی محال ست بیان آن که ترک بدی نیکیست که اگر داعیهٔ نیکی بود ترک میل بدی
نبود و پس شر نبود چنانک مجوس گفتند که یزدان خالق نیکهاست و اهرمن خالق بدیها و مکروهات
جواب گفتیم که محبوبات از مکروهات جدا نیست زیرا محبوب بی مکروه محال ست که محبوب زوال
مکروه محال ست و شادی زوال غم ست و زوال غم بی غم محال ست پس یکی باشد لایتجزی

---

۱ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۲ ہر شے ہم نے ایک کھلی ہوئی کتاب میں محفوظ کر دی ہے،

گفتیم تا چیزی فانی نشود فائده او ظاهر نشود چنانک سخن تا حروف او فانی نشود در نطق فائده آن بمستمع نرسد
هر که عارف را بد گوید آن نیک گفتن عارف ست در حقیقت زیرا عارف از آن صفت
گریزان ست که نکوهش بر وی نشیند عارف عدو آن صفتست پس بد گوینده آن صفت بد گوینده
عدو عارف باشد و ستاینده عارف بود از آنک عارف از چنان مذمومی می گریزد و گریزنده از مذموم
محمود بود و بضدها تتبیّن الاشیاء پس حقیقت عارف می داند که او عدو من نیست و نکوهنده من نیست
که من مثال باغ خرم و گرد من دیوار یست و بر آن دیوار حدثهاست و خارها هر که می گذرد باغ
را نمی بیند آن دیوار و آلایش را می بیند و بد آن را می گوید باغ بکس چه خشم گیرد الا این بد گفتن او را
زیان کار ست که او را با آن دیوار می باید ساختن تا بباغ رسیدن پس نکوهش این دیوار از باغ
دور ماند پس خود را هلاک کرده باشد مصطفیٰ فرمود انا الضحوک القتول[1] یعنی مرا عدو نیست تا در قهر
او خشمگین باشم او جهت آن میکشد کافر را بیک نوع تا آن کافر نکشد خود را الصد لون لاجرم ضحوک باشد درین کشتن

فصل

پیوسته شحنه طالب دزدان باشد و دزدان از وگریزان این طرفه که دزدی طالب شحنه ست
و خواهد که شحنه مرا بگیرد و بدست آرد حق تعالی با بایزید گفت چه خواهی گفت خواهم که نخواهم اسی ید ان
لا ارید اکنون آدمی را دو حالت بیش نیست یا بخواهد یا نخواهد این که همه نخواهد صفت آدمی نیست
این آن ست که از خود تهی شده است و کلی نمانده که اگر او مانده بودی آدمیتی در و بودی که خواهد و
نخواهد پس حق تعالی می خواست که او را کامل کند و شیخ تمام گرداند تا بعد از آن او را حالتی حاصل
شود که آنجا دوئی و فراق نگنجد وصل کلی و اتحاد باشد زیرا همه رنجها از آن می خیزد که چیزی میخواهی

[1] "مین ہنستا ہوا قاتل ہوں" اس حدیث کی سند نہیں ملی،

و میسر نشود چون نخواهی برنج نماند مردمان منقسم اند ایشان را درین طریق مراتبست بعضی به سعی و جهد بجای برسند که آنچ خواهند باندرون و اندیشه بفعل آرند این مقدور بشری ست اما آنک در اندرون و غذا خواست و اندیشه نیاید آن مقدور بشر نیست آن را جز جذبهٔ حق از و نبرد قل جاء الحق وزهق الباطل،[1]

ادخل یا مومن فان نورک اطفأ ناری[2] مومن چون تمام اورا ایمان حقیقی باشد او همه فعل کند که حق خواهد خواه جذبهٔ او باشد خواه جذبهٔ حق اینچ می گویند بعد از مصطفیٰ وحی بر دیگران منزل نشود چرا نشود شود اما آن را وحی نخوانند معنی آن باشد اینک می گوید المومن ینظر بنور الله[3] چون بنور خدا نظر می کند همه را ببیند اول آخر غائب حاضر را از نور خدا چون چیزی پوشیده باشد و اگر پوشیده شود آن نور خدا نبود پس بمعنی وحی هست اگرچه آن را وحی نخوانند،

عثمان رضی الله عنه چون خلیفه شد بمنبر رفت خلق منتظر بود که چه فرماید خاموش کرد و هیچ نه گفت و در خلق نظر می کرد بر خلق حالتے و وجدے نزول کرد چنانک پروای ایشان نماند که برون روند از همدیگر خبر نداشتند که کجا نشسته اند که بصد تذکیر و وعظ و خطبه ایشان را چنان حالتے نیکو نشده بود فایدها و کشفها حاصل شد و سرها معلوم گشت که بچندین عمل و وعظ نشده بود تا آخر مجلس همچنین نظر می کرد و چیزی نمی فرمود چون خواست فرود آمدن گفت ان لکم امام فعال خیر و احسن من امام قوال، راست فرمود چون مراد از گفت حاصل کرده بودند و تبدیل اخلاق بی گفت آن کم از گفت حاصل کرده بودند میسر شد پس آنچ فرمود عین صواب فرمود آمدیم که خود را فعال گفت و در آن حالت فعلی نکرد ظاهر که آن را بنظر توان دید نماز نکرد و حج و صدقه نکرد و ذکر و خطبه هیچ

---

[1] کہہ دو اے پیغمبر کہ حق آیا اور باطل ہلاک ہو گیا (بنی اسرائیل، ع ۹) [2] اے مومن تو دور ہو جا کہ تیرا نور میری آگ کو بجھائے دیتا ہے،، [3] "مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے،، حدیث صحیح (صحیح بخاری کتاب الادب)

ازین ہا نبود پس دانستیم کہ عمل وفعل آن صورت نیست تنہا بلکہ این صورت تہا صورت آن عمل ست و آن عمل جان این،

چنانک مصطفیٰ فرماید اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم[1] این کہ یکی درستارہ نظر میکند وراہ می برد ہیچ ستارہ سخن می گوید باوی؟ نی الا بمجرد آن کہ درستارہ نظری کند وراہ را ازبی راہ ہمی داند وبمنزل می رسند ہمچنین ممکن ست کہ دراولیائے حق نظر کنی ایشان در تو تصرف کنند بی گفتی وبحثی مقصود حاصل شود وترا بمنزل واصل برساند،

نحن شاء فلینظرا الی فمنظری ندیرا الی من ظن ان الھوی سھل

درعالم خدا ہیچ صعبتر از تحمل محال نیست مثلاً تو کتابی را خواندہ باشی وتصحیح ومعرب کردہ یکی آن کتاب را پہلوی تو نشستہ است وکژ می خواند ہیچ توانی آنرا تحمل کردن ممکن نیست واگر آن را نخواندہ باشی ترا ہیچ تفاوت نکند اگر کژ خواند واگر راست چون تو کژ را از راست تمیز نکردہ پس تحمل محال مجاہدہ عظیم است، اکنون انبیأ واولیأ خود از محال نمی رہند اول مجاہدہ کہ درطلب داشتند قتل نفس وترک شہوات وآن جہاد اکبرست وچون واصل شدند ودر مقام امن مقیم شدند وبرایشان کژ وراست کشف شد ودانستند باز درمجاہدہ عظیم است زیرا افعال این خلق ہمہ کژست وایشان می بینند وتحمل می کنند کہ اگر تحمل نہ کنند وبگویند یک کس برایشان ایست نکند وکس سلام مسلمانی برایشان ندہد الاحق تعالی ایشان را وسعی وحوصلہ عظیم بزرگ دادہ است کہ تحمل می کنند ازصد کژی یکی را می گویند تا اورا دشوار نیاید باقی را می پوشاند بلکہ مدحش می کنند کہ کژ راستست تا بتدریج این کژہیا را یک یک ازو دفع می کنند ہمچنانکہ معلم کودکی را خط آموزد،

[1] "میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس ستارہ کی بھی پیروی کروگے، راہ پاجاؤگے،" سند نہیں ملی،

چون بسطر رسد کودک سطر بنویسد و بمعلم می نماید پیش معلم آن همه کژ ست و بد بطریق صنعت و مدارا می گوید که جمله نیک است احسنت احسنت الا این یک حرف را از آن سطر بد می گوید و بوی می نماید که چنین نمی باید نبشتن باقی را تحسین می کند تا دل او نرمد و ضعیف نشود و بآن تحسین قوت می گیرد و همچنان بتدریج تعلیم می کند و مدد می یابد،

انشاء الله امیدواریم که امیر را حق تعالی بمقصودها برساند هر چه در دل دارد و می خواهد و آن چیزها نیز دولتها که در دل ندارد و نمی داند که چه چیز ست که آن را بخواهد و اصل اصل آنست امیدست که میسّر شود که چون آن را ببیند و مطالعه کند و آن بخششها بوی رسد ازین خواستها و تمناهای اوّل شرمش آید که چنین چیزی مرا در پیش بود بوجود چنین دولتی و نعمتی ای عجب من آنها را چون تمنا می کردم شرمش آید عطا آن را گویند که در وهم آدمی نیاید و نگذرد زیرا هر چه در وهم او گذرد اندازهٔ همت او باشد و اندازهٔ قدر او باشد اما عطای حق اندازهٔ قدر حق باشد پس عطای حق آن بود که لایق حق بود نه لایق وهم و همت بنده ما لا عین رأت و لا اذن سمعت و لا خطر علی قلب بشر هر چند که اینچ توقع داشتی چشمها آن را دیده بودند و گوشها جنس آن شنیده و دلها جنس آن مصور شده اما عطای من بیرون آن جمله باشد و ورای آن همه،

فصل

صفت یقین شیخ ست کامل و ظنهای نیکوی راست مریدان اویند علی التفاوت ظن و اغلب الظن و اغلب اغلب الظن و علی هذا همچنین هر ظنی که افزون ترست از یقین نزدیک تر و از انکار دورتر لو وزن ایمان ابی بکر رض همه ظنون راست از یقین شیر می خورند و می افزایند و آن شیر خوردن و افزون شدن نشان آن تحصیل زیادتی ظن ست بعلم و عمل

تا ہر کی یقین شوند و در یقین فانی شوند بکلی زیرا چون یقین شوند ظن نماند این شیخ و مریدان ظاہر در عالم اجسام نقشہای شیخ یقین اند و مریدانش دلیل بر آنک این نقشہا تبدل شود و در آید دور دور قرناً بعد قرنٍ و آن شیخ یقین و ظنون کہ فرزندان وی است او نید قائم اند در عالم علی مر الادوار و القرون و من غیر تبدل باز ظنون غالط ضال منکر راندگان شیخ یقین اند کہ ہر روز از و دور تر شوند و ہر روز پس تر ند زیرا ہر روز می افزانید در تحصیلی کہ آن ظن بد و بیفزاید فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا[1]

اکنون خواجگان خرما می خورند و شتران خار می خورند قال اللہ تعالیٰ افلا ینظرون الی الابل[2] الا من تاب و آمن و عمل صالحاً فاولٰئک یبدل اللہ سیاتہم حسنات[3] تحصیلی کہ کرد و ہست در افساد ظن این ساعت قوت شود در اصلاح ظن ہمچنانک دزدی دانا توبہ کرد و شحنہ شد آن ہمہ طراریہای دزدی کہ می ورزید این ساعت قوت شد در عدل و احسان و فضل وار دبر شحنگان دیگر کہ اول دزد نبودہ اند زیرا کہ این شحنہ دزد و پیشہ شیوۂ دزدان را نیکو داند احوال دزدان ازو پوشیدہ نماند این چنین کس اگر شیخ شود سخت کامل باشد و رہبر عالم و مہدی زمان،

فصل

وقالوا تحیینا ولا تقربن بنا   فکیف و انتم حاجتی اتجنب

معلوم می باید دانستن کہ ہر کسی ہر جا کہ ہست پہلوی حاجب خویش است لاینفک ہر حیوانی پہلوی حاجت خویشتن است ملازم

---

[1] ان کے دلون مین روگ تھا، سو خدا نے ان کے روگ کو بڑھا دیا،، (بقرہ، ع ۲) [2] کیا یہ لوگ اونٹ کی طرف نہین دیکھتے،، (سورہ غاشیہ [3] ،، البتہ جن لوگون نے توبہ کی، اور ایمان لائے، اور نیک عمل کئے، پس خدا ان کی بدیون کو نیکیون سے بدل دیگا،، (فرقان، ع ۷)

صاحبه اقرب الیه من ابیه وامه المنفقتیه وآن حاجت بند اوست که او را می کشد این سو و آن سو همچو مهار و محال باشد که کسی خود را بند کند زیرا او طالب خلاص طالب بند باشد پس ضروری او را کسی دیگر بند کرده باشد مثلاً او طالب صحت ست پس خود را رنجور نکرده باشد زیرا محال بود که هم طالب مرض بود هم طالب صحت و چون پهلوی حاجت خود بود و پهلوی حاجت دهنده خود بود الا آنک نظر او بر مهارست از بهر آن بی عزّ و مقدارست اگر نظر او بر مهار کش بودی از مهار خلاص یافتی مهار او مهار کش او بودی زیرا او مهار برای آن نهاده اند که بی مهار با مهار کننده نمی رود و نظر او بر مهار کننده نیست لاجرم سنسمه علی الخرطوم[1] در بینش کنیم مهار در می کشیم بی مراد خویش چون او بی مهار در پی ما نمی آید،

لیقولون هل بعد الثمانین ملعب فقلت وهل قبل الثمانین ملعب

حق تعالی صبوتی بخشید پیران را از فضل خویش که صبیان از آن خبر ندارند، زیر صبوت بدان سبب تازگی می آرد بر می جهاند، و می خنداند، و آرزوی بازی می دهد، که جهان را نو می بیند ملول نشده است، از جهان چون این پیر همه جهان را نو بیند، همچنان بازیش از و کند، و برجسته باشد و گوشت و خون او بیفزاید،

لقد جل خطب الشیب ان کان کلما بدت شیبة یعد ومن اللهو مرکب

پس جلالت پیری از جلالت حق افزون باشد که بهار جلالت حق پیدا آید و خزان پیری بر آن غالب باشد و طبع خزانه خود را بگزارد و پس ضعیف کننده بهار فضل حق باشد که بهر رنجیدن دندانی خنده بهار کم شود و بهر سپیدئی موی سر سبزی فضل حق باده باشد و بهر گریهٔ باران خزانی باغ حقایق منغص شود، تعالی الله عما یقول الظالمون،

---

[1] "ہم اس کی ناک پر داغ لگائیں گے،" (قلم، ع ۱)

فصل

دیدمش بر صورت حیوان وحشی وعلیه جلد الثعلب، فقصدت اخذه وهو
علی غرفة صغیرة، ینظر من الدرج، فرفع یدیه ویشغر، لکن او لکن ثم رایت
فلان الدین یری عندی علی صورة ذلک ففر، فاخذته وهو یقصد ان یعضنی
فی منت راسه تحت قدمی وعصرته عصرا کثیرا، حتی خرج کل ما کان فیه،
ثم نظرت الی حسن جلده قلت هذا یلیق ان یملأ ذهبا وجواهرا ودرا و
یاقوتا وافضل من ذلک، ثم قلت اخذت ما اردت فانفر یا نافر حیث
شئت، وانفر الی ای جانب رایت، وانما فغرانه خوفا من ان یغلب، و
فی المغلوبیة سعادة، لاشک انه تصور دقائق الشهابیة وغیره،
واشرب فی قلبه وهو یرید ان یدرک کل شیئ وکل احد من ذلک اللطائف
الذی اجتهد فی حفظه، والتذ به ولا یمکنه ذلک، لان العارف حاله لا
یصطاد بتلک الشبکات، ولا یلیق ادراک هذا الصید بتلک الشبکات، وان
کان صحیحا مستقیما فالعارف مختار فی ان یدرکه مدرک، لا یمکن لاحد ان
یدرکه الا باختیاره، انت قعدت مرصادا لاجل الصید، والصید یراک
ویری نیتک وحیلتک وهو مختار، ولا یخص طرق عبوره ولا یعبر
من مرصدک، انما یعبر من طرق، طرقها هو، وارض الله واسعة
ولا یحیطون بشیئ من علمه الا بما شاء ثم تلک الرقائق، لما وقعت فی
لسانک، وادراکک ما بقیت رقائق بل فسدت بسبب الاتصال بک، کما

ان کل فاسدٍ او صالحٍ وقع فی فم العارف ومدرکہ، لا یبقی علی ما ھو، بل
یصیر شیئاً آخر، متدثراً ممتزجاً بالعنایات والکلمات، الا تری العصاء
کیف تدثرت فی ید موسیٰ، ولم یبق علی ما کانت من ماہیۃ العصا وکذا
الاسطوانۃ الحنانۃ والقضیب فی ید الرسول، والدعاء فی فم عیسیٰ، والحدید
فی ید داؤد، والجبال معہ ما بقیت علی ماھیتھا بل صارت شیئاً آخر غیرما
کانت فکذا الرقایق والدعوات اذا وقعت فی ید الظلمانی الجسمانی لا یبقی علی کانت علیہ بیت

تا ترا بود با تو درذات است کعبہ با طاعتت خرابات است

الکافر یاکل فی سبعۃ امعاء، وذلک الحیص الذی یختارہ الفراش، الجاہل یاکل
فی سبعین معی ولو اکل فی معاءٍ واحدٍ، لکان اکلا فی سبعین معیً لان کل شیءٍ
من المبغوض مبغوض، کما ان کل شیءٍ من المحبوب محبوب، ولو کان الفراش
ھاھنا لدخلت علیہ ونصحت ولا اخرج من عندہ حتی یطردہ لا یبعدہ لانہ
مفسد لدینہ وقلبہ وروحہ وعقلہ، یا لیت کان یحملہ علی الفسادات غیرھذا
مثل شرب الخمر والقینۃ کان یصلح ذلک، اذا اتصل بعنایات صاحب العنایۃ
لکنہ ملأ البیت من السجادات لیت یلف فیھا یحرق حتی یتخلص الفراش
منہ، ومن شرہ، لانہ یفسد اعتقادہ عن صاحب العنایۃ ویھمہ لانہ امرہ
وھو یسکت ویھلک نفسہ، وقد اصطادہ بالتسبیحات والتصلیات، لعل
یری ما یفتح اللہ عن الفراش، فیری مماحسہ ولعبدہ عن رحمۃ صاحب العنایۃ
فیضرب عنقہ بیدہ ویقول اھلکتنی حتیّٰ اجتمع علی اوزاری وصور افعالی کما اُرا
فی المکاشفات قبایح اعمالی والحقایق الفاسدۃ الطاغیۃ خلف ظھری فی زاویۃ

البیت مجموعۃ وامّا اکتمہامن صاحب الغایۃ بنفسی و بعدہا خلف غیری وھی یطلع علی ما احفیہ عنہ ویقول لیش تخفی فی الذی نفسی بین لالی دعوات تلک الصور الحنیۃ نقلت الی واحدٌ واحدٌ الی العین، ویکشف نفسہا وتحیّر غیر جالیما و عمایکتم فیہا فلس اللہ المطلوسین من مثل ھؤلاء القاطعین الصادین عن سبیل اللہ لطریق التعبد الملوک یلعبون با لصولجان فی المیدان الیری اہل المدینۃ الذین ہم لایقدرون ان یحضر والملحمۃ والقتال، تمثیلاً لمبارزۃ المبارزین وقطع رؤس الاعداء و وقد حرجہاتہ حرج الکرۃ فی المیدان وطرادھم وکرّھم وفرّھم، فھذا اللعب فی المیدان، ان کالاسطرلاب للجذاب الذی ھو فی القتال، وکذلک الصلوٰۃ والسماع لاھل اللہ، ارو اللناظرین ما یفعلون فی الستر من موافقۃ وامر اللہ ونواھیہ لمختصہ بہم والمغنی فی السماع کالامام فی الصلوٰۃ والقوم یتبعونہ ان غنی ثقیلاً رقصوا ثقیلاً، وان غنی خفیفاً رقصوا خفیفاً تمثالاً لما یتبعہم فی الباطن، منادی الامر والنہی،

فصل

(مرا عجب می آید کہ این حافظان چون بوی نمی برند باحوال عارفان چنین شرح کہ می فرماید ولاتطع کل حلاف مہین ھمّاز[1] ہماز خاص خود اوست کہ فلان را مشنو ہرچہ گوید، کہ این چنین است با تو، ھمّاز مشاء بنمیم مناع للخیر الاٰوّل عجب جادوست، عیوب چنان می بندد کہ صریح در گوش خصم می خواند، چنانک فہم می کند، و ہیچ خبر ندارد، یا خود نرود، باز می ربایند ختم اللہ عجب لطفی دارد در ختمش کہ می شنود و فہم نمی کند، و بحث می کند و فہم نمی کند، اللہ

[1] "کہنا نہ مانتا کسی قسمیں کھانے والے ذلیل اور طعنہ دینے والے کا، (قلم، ع ا، ۲) طعنہ دینے والا چغلیاں کھاتا پھرنے والا، نیک کام سے روکنے والا، (قلم، ع ۱)

لطیف، قهرش لطیف، و قفلش لطیف، اما نه چون قفل کشایش، که لطف آن در وصف نگنجد من اگر از اجزای خود فرو سکلم از لطف بی نهایت و لذات قفل کشای وی چونی و فتاحی او خواهد بودن، زنهار بیماری و مردن را در حق من متهم مکنید، که آن "روپوش" از کشندهٔ من یک لطف بی مثل خواهد بودن و آن کارد و یا شمشیر که پیش آید جهت دفع چشم بد اغیار ست، تا چشمهای شخص بیگانه جنب اورا کی آن متصل نه کند،

فصل

(صورت فرع عشق ست، که بی عشق این صورت را قدر نبود، فرع آن باشد، که بی اصل نتواند بودن، پس الله را صورت نگویند، چون صورت فرع باشد، او را فرع نتوان گفتن، گفت عشق نیز بی صورت متصور نیست و منعقد نیست پس فرع صورت باشد،

گوئیم چرا عشق متصور نیست بی صورت، بل انگیزندهٔ صورت ست، صد هزار صور از عشق انگیخته می شود، هم مثل هم محقق، اگرچه نقش بی نقاش نبود و نقاش بی نقش نبود، ولیک نقش فرع بود و نقاش اصل کحرکة الاصبع مع حرکة الخاتم تا عشق خانه نبود هیچ مهندس تصور صورت خانه نکند، و همچنین گندم سالی بنرخ زرست سالی بنرخ خاک، و صورت گندم همان ست، پس قدر و قیمت صورت گندم بعشق آمد، و همچنین آن هنر که تو طالب و عاشق آن باشی پیش تو آن قدر دارد، و در دورے که هنر را طالبے نباشد آن هنر را نیاموزند، و نور زند، گویند که عشق آخر افتقارست و احتیاج بچیزی، پس چون احتیاج اصل باشد و محتاج الیه فرع، گفتیم این سخن که می گوئی آخر این سخن حاجت تو هست شد که چون میل این سخن داشتی این سخن زاینده شد، پس احتیاج مقدم بود، و این سخن ازو زاید، پس بی او احتیاج را وجود بود، پس فرع او نبود، عشق و احتیاج گفت آخر مقصود از آن احتیاج

این سخن بود، پس مقصود و فرع چون باشد گفتیم و اما فرع مقصود باشد، که مقصود از بیخ درخت که اصل ست فرع درخت است که آن میوه است)

فصل

(فرمود از دعوی این کنیزک که کردند اگرچه دروغست، و پیش نخواهد رفتن، اما در وهم این جماعت چیزی نشست، این وهم و باطن آدمی همچون دهلیز ست اوّل در دهلیز آیند، آنگه درخانه، این همه دنیا یک خانه است، هرچه در اندرون آید که دهلیز لابد که در خانه ظاهر شود مثلاً این خانه که نشسته ایم صورت این در دل مهندس پیدا شد، آنگه این،

پس گفتیم این همه دنیا یک خانه است، هرچه در دهلیز دیدی که پیدا شد حقیقت دان که در خانه پیدا شود، و این همه چیزها که در دنیا پیدا شود از خیر و شر اوّل همه در دهلیز پیدا شده است آنگه اینجا، حق تعالی چون خواهد که چیزهای گوناگون از غرائب و عجائب و باغها و بوستانها و علوم و تصانیف گوناگون در عالم پیدا کند، در اندرون ها تقاضاهای آن بنهد تا از آن این پیدا شود، و همچنین هرچه در عالم می بینی، می دان که در آن عالم هست، مثلاً هرچه در یم بینی می دان که در یم باشد که، این از آن ست، و همچنان این آفرینش آسمان و زمین و عرش و کرسی و عجایبهای دیگر حق تعالی تقاضای آن را در ارواح پیشینیان نهاده بود لاجرم عالم برای آن پیدا شد مردم که میگویند، عالم قدیم ست سخن ایشان کی مسموع باشد بعضی میگویند که حادث ست، و آن اولیا اند و انبیا که ایشان قدیم تر از عالم اند و حق تعالی تقاضای آفرینش عالم را در ارواح ایشان نهاد، و آنگه عالم پیدا شد پس ایشان علی الحقیقة می دانند که حادث ست، و از مقام خود خبر میدهند مثلاً درین خانه که نشسته ایم عمر ما شصت و هفتاد است دیدیم که این خانه نبود، و چند سال ست که این خانه شد اگر درین خانه جانوران متولد شوند از در و دیوار این خانه مثل کرم موش و مار حیوانات حقیر که در خانه زایند ایشان نیز ایدند، دخانه را

معمور دیدند، اگر ایشان بگویند که این خانه قدیم ست، بر ما حجت نشود، چون ما دیده ایم که این حادث ست
همچنان که آن جانوران از در و دیوار آن خانه رسته اند، و جز این خانه چیزی نمی دانند، و نمی بینند
خلقانند که ازین خانه و دنیا رسته اند[1] و در ایشان جوهری نیست منبت شان ازینجاست، هم درینجا
فرو روند، و اگر ایشان عالم را قدیم گویند بر انبیاء و اولیا که ایشان را وجود بوده است پیش از
عالم بصد هزار سال چه جائے سال و چه جای عدد که آن را نه حد ست و نه عد حجت نباشد که
ایشان حدوث عالم را دیده اند همچنانک تو حدوث آن خانه را،

فصل

بعد ازان آن فلسفیک سنی می گوید که حدوث عالم را بچه دانستی ای خر تو قدم عالم را بچه
دانستی آخر گفتن تو که عالم قدیم ست معنیش آن ست که حادث نیست که این گواهی بر نفی باشد
آخر گواهی بر اثبات آسان ترست ازانکه گواهی بر نفی معنیش آن ست که این کار را فلان مرد
نکرده است و اطلاع برین مشکلست، می باید که آن شخص از اول عمر تا آخر ملازم آن شخص
بوده باشد شب و روز در خواب و بیداری که بگوید البته این کار را نکرده است هم حقیقت نشود
شاید که این را خوابی بوده باشد یا آن شخص بحاجت خانه رفته باشد، که این را ممکن نبوده
باشد ملازم او بودن، بسبب این گواهی بر نفی روا نیست اما گواهی بر اثبات مقدور ست
و آسان زیرا می گوید لحظهٔ با او بودم چنین گفت و چنین کرد لاجرم این گواهی مقبول ست
زیرا که مقدور آدمی ست،

اکنون ای سگ این که بحدوث گواهی می دهد آسان ترست از آنچ تو بقدم عالم
گواهی می دهی زیرا حاصل گواهیت این ست که حادث نیست پس گواهی بر نفی داده باشی

[1] مثنوی، دفتر دوم عنوان دانستن پیغمبر که سبب رنجوری آن شخص گستاخی بوده است،
آنچنان معمور و باقی داشت ست تا که دهری از ازل پنداشت ست ۲۴

آدمی را دشمن پنهان بسی است، آدمی با حذر عاقل کسی است، سیر است اینها نه خود خلق اند، عنکبوت ...

پس چو هر دو را ولیلی نیست و ندیده اید که عالم حادث ست یا قدیم تو او را همچو لی بچه دانستی که حادث ست او نیز می گوید ای قلتبان بچه دانستی که قدیمست آخر دعوی تو مشکل تر است و محال تر،

فصل

مصطفی صلی الله علیه وسلم باصحاب نشسته بود، کافران اعتراض آغاز کردند، فرمود که آخر شما هم متفقید که در عالم یکی هست، که صاحب وحی ست و وحی بر وی فرود می آید، بر هر کسی فرو نمی آید، و آنکس را علامتها و نشانها باشد، در فعل و در قول و در سیما و در همه اجزای او نشان و علامت آن باشد، اکنون چون آن نشانها را دیدید روی بوی آرید و او را قوی گیرید تا دستگیر شما باشد، ایشان مجوب می شدند، و پیش سخن شان نمی ماند، دست بشمشیر می زدند، و نیز می آمدند و اصحاب را می رنجانیدند و می زدند، و استخفافها می کردند، مصطفی می فرمود که صبر کنید تا نگویند که بر ما غالب شدند بغلبه، خواهند که این ظاهر کنند خدا این دین را ظاهر خواهد کردن، و صحابه مدتها نماز را پنهان می کردند، و نام مصطفی را پنهان می گفتند تا بعد مدتی وحی آمد که شما نیز شمشیر بکشید و جنگ کنید،

مصطفی را که امی گویند از آن روی می گویند که بر خط و علوم قادر نبود یعنی از ین رو ایشان می گفتند که خط و علوم و حکمت او مادر زاد و ست نکتسب، نیست کسی که بر روی قمر ارقام نویسد، بر کاغذ چون نداند نبشتن؟ و در عالم چه باشد که او نداند چون همه از وی می آموزند عقل جزوی را چه چیز باشد که عقل کل را نباشد،

عقل جزوی قابل آن نیست که از خود چیزی نو اختراع کند، که آن را ندیده باشد، و جنس آن را

ندیده باشد، و این مردم که تصنیفها کرده، و هندسهای نو، و بنیادهای نو نهاده اند، اما تصنیف تو نیست، آنرا دیده اند بر آنجا زیادت می کنند، آنها که از نو اختراع کنند ایشان عقل کل باشند عقل جزوی قابل آموختن ست، محتاج است بتعلیم عقل کل معلم است محتاج نیست، و همچنین جمله پیشهها را چون باز کاوی اصل و آغاز آن وحی بوده است، و از انبیأ آموخته اند، و ایشان عقل کل اند،

حکایت غراب قابیل و هابیل را کشت، و نمی دانست که چه کند غراب غرابی را بکشت و خاک را بکند و آن غراب را دفن کرد، و خاک بر سرش کند، و از غراب تعلیم یافت و گور ساختن و دفن کردن را بیاموخت[۱]، همچنین جمله حرفتها

هر کرا عقل جزویست محتاج است بتعلیم، و عقل کل واضع چیزهاست، و ایشان انبیا و اولیا اند، که عقل جزوی را بعقل کل متصل کرده اند، و یکی شده اند، مثلاً دست و پا و چشم و گوش و جمله حواس آدمی قابل اند که از دل و عقل تعلیم کنند، پا از عقل رفتار می آموزد، دست گرفتن، چشم دیدن گوش شنیدن، اما اگر دل و عقل نباشد، هیچ این حواس بر کار نباشد، اکنون همچنان که این چشم نسبت بعقل و دل کثیف ست و غلیظ، ایشان لطیفند، و این کثیف بآن لطیف قائم ست، و اگر لطفی و تازگئی دارد از و دارد، و معطل و پلید و کثیف ست، همچنین عقل جزوی نیز بعقل کل آلتی ست تعلیم از و کند و از و فائده گیرد، و کثیف و غلیظ ست پیش لطف عقل کل

یکی گفت مرا همت یاد دار، اصل همت ست اگر سخن باشد یا نباشد سخن فرعست

---

[۱] مثنوی، دفتر ۴، عنوان آموختن گور کنی، الخ

کندن گورے که کمتر پیشه بود، کے ز فکر و حیله و اندیشه بود،

گر بدی این فهم مر قابیل را، کے نهادے بر سر او هابیل را، الخ

فرمود کہ آخر این ہمت در عالم ارواح بود، پیش از عالم اجسام پس مارا در عالم اجسام بی مصلحت آوردند این محال باشد پس سخن در کارست وپُر فائدہ است دانہ قیسی را اگر مغزش تنہا در زمین بکاری چیزی نروید چون با پوست ہم بکاری بروید پس دانستیم کہ صورت نیز در کارست،

نماز نیز در باطن ست کہ لاصلوٰۃ[۱] الا بحضور القلب اما لابدست کہ بصورت آری درکوع وسجود کنی آنگہ بہرہ مند شوی وبمقصود رسی ھم علی صلوتھم دائمون[۲] این نماز روحست نماز صورت موقت ست آن دائم نباشد، زیرا روح عالم دریاست آنرا نہایت نیست جسم ساحلست وخشکیست محدود باشد، ومقدور پس صلوٰۃ دائم جز رُوح را نباشد، پس رُوح را رکوعے وسجودے ہست اما بصورت این رکوع وسجود ظاہری باید کردن، زیرا معنی را با صورت اتصالے ہست تا ہر دو بہم نباشند فائدہ ندہند چنانک دانہ بی پوست نروید،

این کہ می گوئی صورت فرع معنیست وصورت رعیت ست ودل بادشاہ آخر این اسماے اضافیاتست چون می گوئی کہ این فرع آنست تا فرع نباشد نام اصلیت برو کی نشیند پس او اصل ازین فرع شد اگر فرع نبودی اورا خود نام نبودی چون رب گفتی ناچار مربوبے باید وحاکم گفتی محکومی باید

حسام الدین ارزنجانی پیش از آن کہ بخدمت فقرا برسد وبایشان صحبت کند بحاثی عظیم بود، ہر جا کہ رفتی بجد بحث ومناظرہ کردی خوب وخوش گفتی اما چون با درویشان مجالست کرد آن بر دل او سرد شد ع

نبرد عشق را جز عشق دیگر

۱ـ نماز بغیر حضور قلب کے نہیں ہوتی، ۲ـ حاشیہ گذر چکا،

من اراد ان یجلس مع اللّٰہ فلیجلس مع اھل التصوف[1] این علمها نسبت با احوال فقرا بازی وعمر ضایع کردن ست، انما الدنیا لعب[2]،

اکنون چون آدمی بالغ شد و عاقل و کامل، بازی نکند و اگر کند از غایت شرم پنهان کند، این عالم قیل و قال و هو سهاے او همه باد ست، و آدمی خاک ست و چون باد بخاک آمیزد، هر جا که رسد چشمهارا خسته کند، و از وجود او جز تشویش و اعتراض حاصل نباشد، اما اکنون اگرچه خاک ست بهر سختی که می شنود می گرید، اشکش چون آب روان است، تری اعینهم تفیض من الدمع[3]، اکنون چون عوض باد بر خاک آب فرو می آید کار بعکس خواهد بودن لاشک خاک آب یافت بر وسبزه و ریحان و بنفشه و گل روید این راه فقراست که درو بجمله آرزو ها رسی و هر چیز که تمنائی تو بوده باشد البته در آن راه بتو برسد اگر شکستن لشکرها، و ظفر یافتن بر اعدا، و گرفتن ملکها، و تسخیر خلق و تفوق بر اقران، و فصاحت، و بلاغت و هر مرادی که باشد چون راه فقر را گزیدی اینها همه بتو برسد، و هیچ کس درین راه نرفت که شکایت کرد بخلاف راههاے دیگر هر که در آن راه رفت و کوشید از صد هزار یکی را مقصود حاصل شد و آن نیز نه چنان که دل او خنک شود و قرار گیرد زیرا هر راهی را اسبابیست و طریقی بحصول آن مقصود و مقصود حاصل نشود الا از راه اسباب آن راه دور ست و پر آفت و مانع شاید که آن اسباب تخلف کند از مقصود،

اکنون چون در عالم فقر آمدی و ورزیدی حق تعالیٰ ترا ملکها و عالمها بخشد که در وہم

---

[1] جو شخص خدا کی ہمنشینی چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ اہل تصوف کی ہم نشینی اختیار کرے،، ہندی نسخوں مین اس عبارت کے پہلے قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بھی ہے

[2] دنیا کی زندگی محض ایک کھیل ہے، (حدید ع ۳) [3] تم انکی آنکھون سے آنسو بہتے ہوے دیکھوگے (مائدہ ع ۱۱)

ناورده باشی و از آنچ اوّل تمنی می بردی و می خواستی خجل گردی، که آوه من بوجود چنین چیز حقیر
چون می طلبیدم، اما حق تعالی گوید اگرچه تو از آن منزه شدی و نمی خواهی و بیزاری اما
چون وقت در خاطر تو گذشته بود، برای ما ترک کردی، کرم ما بی نهایتست، البته آن
نیز میسّر تو گردانیم،

چنانک مصطفی صلی الله علیه وسلم پیش از وصول و شهرت، فصاحت و بلاغت عرب را
می دید تمنی می برد که مرا نیز این چنین فصاحت و بلاغت بودی، چون او را عالم غیب کشف گشت
و مست حق شد بکلی آن طلب و تمنی بر دل او سرد شد، حق تعالی فرمود که آن فصاحت و بلاغت
که می طلبیدی بتو دادم، گفت یا رب مرا بچه کار آید، فارغم از آن و نخواهم، حق تعالی فرمود
آن نیز باشد و فراغت قائم بود و هیچ ترا زیان ندارد، حق تعالی او را سخنی داد که جمله عالم از
زمان او تا بدین عهد در شرح سخن او مجلدهای گوناگون ساختند، و می سازند، و هنوز از ادراک
آن قاصرند، و حق تعالی فرمود که نام ترا صحابهؓ از ضعف و از بیم و شر حسودان در گوشها پنهان
می گویند بزرگی ترا بجدی نشر کنم منارهای بلند بر اقالیم پنج وقت بانگ زنند با آوازهای
بلند و الحانهای لطیف در مشرق و مغرب مشهور شود،

اکنون هر که درین راه خود را درباخت همه مقصودهای دینی و دنیاوی او را میسر گشت
و هرگز کس ازین راه شکایت نکرد، سخن ما همه نقدست و سخنهای دیگران نقل، و این نقل
فرع نقدست نقد همچون پای آدمیست، و نقل چون قالب چوبین، بشکل قدم آدمی،
اکنون آن قدم چوبین را ازین قدم اصلی دزدیده اند و اندازهٔ آن ازین گرفته اند، اگر در عالم
پای نبودی، ایشان این قالب را از کجا ساختندی،

پس بعضی سخنها نقدست و بعضی نقل و بهم دیگر می مانند ممیزی می باید که نقد از نقل بشناسد

تمیز ایمان ست و کفر بے تمیز نیست نمی بینی که در زمان فرعون چون عصای موسیٰ ع مار شد و چوبهای و رسنهای ساحران جمله ماران شدند آنکه تمیز نداشت همه را یک لون دید و فرق نکرد و آنکه تمیز داشت سحر را از حق فهم کرد، و مومن شد، بواسطهٔ تمیز پس دانستیم که ایمان تمیز ست آخر این فقه اصلش وحی بود اما چون با فکار و حواس و تصرف خلق آمیخته شد آن لطف نماند و این ساعت، بچه ماند بلطافت وحی،

همچنین که این آب در ترددت روانست بسوی شهر آنجا که سرچشمه است بنگر که چه صاف و لطیف است، چون در شهر در آید و از محلهای اهل شهر بگذرد و چندین خلق دست و پا و اعضا و جامها و نجاسات بهائم در و ریخته و با او آمیخته گردد چون از آن کنار دیگر بگذرد، و نگری اگرچه همان ست گل کند خاک را سبزه کند و تشنه را سیراب گرداند اما میزی می باید تا دریابد که این آب را آن لطف (که داشت) نمانده (است) و با و چیزهای ناخوش آمیخته شد المومن کیّس ممیّز فطن عاقل[1]

(پیر عاقل نیست، چون ببازی مشغول ست، اگر صد ساله شود هنوز کودک ست، و اگر کودک ست چون ببازی مشغول نیست پیر ست، اینجا سن معتبر نیست، ما آن می باید ما آن آن باشد که جمله پلیدها را پاک کند و در و هیچ اثر نکند همچنان صاف و لطیف باشد و در معده مضمحل نشود و گنده و خلط نگردد و آن آب حیات ست)

یکی در نماز نعره زد و بگریست، نماز او باطل شود یا نی؟ جواب این بتفصیل است[2]

---

[1] حاشیه گذر چکا، [2] مثنوی، دفتر ۵ عنوان آن یکے از عالمے پرسید الخ

آن یکے پرسید از مفتی به راز — گر کسے گرید به نوحه در نماز
آن نماز او عجب باطل بود، — یا نمازش جایز و کامل بود

اگر آن گریه از آن رو بود که او را عالمی دیگر نمودند، بیرون محسوسات، آخر آنرا دیده می گویند تا دیده چه دید، چون چیزی دیده باشد که جنس نماز و مکمل نماز باشد مقصود از نماز خود آن ست، نمازش درست و کامل تر و اگر بعکس این برای دنیا گریست یا دشمنی بر وغالب شد از کین او گریه اش آمد یا حسد برد بر کسی که او را چندین اسباب هست و مرا نیست، نمازش ابتر و ناقص و باطل باشد،

پس دانستیم که ایمان تمیز ست که فرق کند میان حق و باطل و میان نقد و نقل، و هر کرا تمیز نیست محروم است اکنون این سخنها را که می گوئیم هر کرا تمیز هست برخوردار شد و هر کرا تمیز نیست این سخن پیش او ضایع است، همچنانک دو شخص شهری عاقل کافی بروند از روی شفقت برای نفع روستائی گواهی دهند، اما روستائی از روی جهل چیزی بگوید که آن گواهی هیچ نتیجه ندهد و سعی ایشان ضایع گردد، و ازین رو می گویند که روستائی گواه با خویشتن دارد اما چون حالت سکر مستولی گردد دست باز نمی گردد، که اینجا ممیزی هست یا نیست، مستحق این سخن و اهل این هست یا نیست، از گزاف فرو می ریزد همچنانک زنی را که پستانهاش قوی پر شود و درد کند برود، و سگ بچگان محله را جمع کند و شیر را بر ایشان می ریزد،

اکنون این سخن چون بدست ناممیز افتاد همچنان باشد که در ثمین بدست کودکی دادی که قدر آن نمی داند، چون از آن سوتر رود سیبی بدست او نهد و آن گوهر را از و بستانند چون تمیز ندارد تمیز نعمتی عظیم است،

ابا یزید را پدرش بوقت طفلی بمدرسه برده بود که فقه آموزد چون پیش مدرسش برد گفت اهذا فقه الله گفتندش هذا فقه ابی حنیفه، گفت انا ارید فقه الله چون بر نحویش برد گفت اهذا نحو الله گفتند هذا نحو سیبویه گفت ما ارید، همچنین هر جاش که

می بردند چنین می گفت پدر عاجز شد و او را بگذاشت، بعد ازین درین طلب به بغداد آمد
حاضر که جنید را[1] بدید فغره و گفت هذا افقه الله وچون باشد که برهٔ مادر خود را نشناسد
چون رضیع آن لبانست و او از عقل و تمیز زاده است صورت را رها کن شیخی بود و مرید آن
را پیش خود ایستادن رها کردی دست بسته درخدمت گفتند، ای شیخ این جماعت را چرا
نمی نشانی که این رسم درویشان نیست این آئین امرا و ملوک ست گفت نی خاموش کنید
من خواهم که ایشان این طریق را معظم دارند تا برخوردار شوند اگرچه تعظیم در دلست ولیکن
الظاهر عنوان الباطن معنی عنوان چیست، یعنی که از عنوان نامه را بدانند، که نامه برای
کیست و از عنوان کتاب بدانند، که درینجا چه بابهاست، وچه فصل ها، از تعظیم ظاهر و
سر نهادن، و بپا ایستادن معلوم شود که در باطنها چه تعظیم دارند، وچگونه تعظیم می کنند حق
را، واگر در ظاهر تعظیم ننمایند معلوم گردد که باطن ما ناپاکست، ومردان حق را معظم نمی دارند،

فصل

سوالی کرد جوهر خادم سلطان که بوقت زندگی یکی را پنج بار تلقین می کنند، سخن را فهم
نمی کند، بعد از مرگ چه سوالش کنند که بعد از مرگ سوالها فراموش کنند، گفتم چو آموخته را
فراموش کنند، لاجرم صاف وشایسته گردند سوال ناآموخته را، این ساعت تو که کلمات
من از آن ساعت تا اکنون می شنوی البعضے را قبول می کنی که جنس آن شنیده، و قبول

[1] حضرت بایزید کا سالِ وفات ۲۳۴ھ یا ۲۶۱ھ اور حضرت جنید کا بہ قول اصح ۲۹۷ھ، اس لئے
حضرت بایزید کا ایک نو عمر طالب علم کی حیثیت سے حضرت جنید کو ایک مرشد کامل کی حیثیت سے
دیکھنا تاریخی حیثیت سے قرین قیاس نہیں،

کردهٔ، و بعضی را نیم قبول می کنی، و بعضی را توقف می کنی، و بحث میکنی، و این رد و قبول و بحث باطن ترا هیچ کس نمی شنود، آنجا آلتی نه هر چند گوش داری، از اندرون بگوش تو بانگی نمی آید، اگر اندرون بجوئی هیچ گوینده نیابی،

این آمدن تو بزیارت، عین سوال ست بی کام و بی زبان که مرا راه بنمائید و انچ نموده اید روشن تر کنید، و این نشستن ما با شما خاموش یا گویا جواب آن سوالهای پنهانی شماست، چون ازینجا بخدمت پادشاه باز روید سوال و جواب با پادشاه است، و پادشاه را بی زبان همه روز با بندگانش سوال ست که چون می ایستند، و چون می نگرند، اگر کسی را در اندرون نظر کژی هست، لابد جوابش کژ می آید و یا خود بر نمی آید، که جواب راست گوید، همچنانک کسی شکسته زبان باشد، هر چند خواهد تا سخن درست گوید نتواند، زرگر که بسنگ می زند زر را، و آن سوال ست، و جواب زر می گوید، اینم، خالصم یا آمیخته،

بوته خود گویدت چون پالودی که زری یا مس زر اندودی

گرسنگی سوال ست از طبیعت، که بخانه تن خللی هست، خشتی بده، گلی بده، خوردن جواب ست که بگیر، ناخوردن جواب ست که هنوز حاجت نیست، آن مهره هنوز خشک نشده است بر سر آن مهره دیگر نشاید زدن، طبیب نبض می گیرد، سوال ست جنبیدن رگ جواب ست نظر بقاروره سوال ست و جوابیست بی لاف گفتن، دانه در زمین انداختن سوال ست که مرا فلان میوه می باید درخت رستن جواب ست بی لاف زبان، زیرا جواب بی حرف ست سوال بی حرف باید، و اگر دانه بوسیده بود نروید، هم سوال ست، و جواب ست که مرا چیزی از مایه نبود من چه دهم از برا

پادشاهی سه بار رقعه خواند و جواب ننبشت او شکایت نوشت که سه بار ست که بخدمت

عرضه می داریم اگر قبول بفرمائید و اگر ردّ بفرمائید پادشاه بظهر رقعه بنبشت اما علمت ان ترک الجواب جواب، جواب الاحمق السکوت،

نارویدن درخت ترک جواب ست، لاجرم جواب باشد، هر حرکتی که آدمی کند سوالست و هر چه او را پیش می آید از غم و شادی جواب باشد، اگر جواب خوش شنود، باید که شکر کند و شکر آن بود که همه جنس آن سوال که برآن سوال این جواب یافت اگر جواب ناخوش شنود استغفار کند و دیگر چنین آن سوال نکند، فلولا اذ جاءهم باسنا تضرعوا ولکن قست قلوبهم[1] فهم نکردند که جواب مطابق سوال ایشانست و زین لهم الشیطان ما کانوا یعملون[2] یعنی سوال خود را خوب می دیدند می گفتند این جواب زشت لائق این سوال و ندانستند که دود از هیزم بود نه از آتش، هر چند هیزم خشکتر دود آن کمتر گلستانی را بباغبانی سپردی[3] اگر آنجا بوی ناخوش آید تهمت بر باغبان نه نه بر گلستان، گفت مادر را چرا کشتی گفت چیزی دیدم که لایق نه بود گفت مردرا می بایست کشتن گفت پس هر روزی مردی می کشتمی[3]

اکنون هر چه ترا پیش آید نفس خود را ادب کن تا هر روز با یکیت جنگ نباید کردن اگر گویند کل من عند الله[4] گوئیم لاجرم عتاب کردن نفس خود را و عالمی را رهانیدن هم من عند الله چنانک آن یکی بر درخت قمر دینی میوه می ریخت و می خورد خداوند

---

[1] جب ہمارا عذاب آپہونچا، تو انھوں نے تضرع و عاجزی سے کیوں نہ کام لیا، نہیں، بلکہ ان کے دل تو سخت ہو چکے تھے، (انعام، ع ۵) [2] شیطان نے ان کے کرتوت ان کی نظرین خوش کر دکھائے،، (انعام ع ۵) [3] مثنوی دفتر دوم حکایت ملامت کردن مردم شخصے کہ مادرش را کشت بہ تہمت سے

آن یکے از خشم مادر را بکشت   هم بزخم خنجر و هم زخم مشت

آن یکے گفتش کہ از بد گوہری   یاد ناوردے تو حقِ مادری الخ

[4] "ہر شے خدا ہی کی جانب سے ہے،، (نساء ع ۱۱)

باغ مطالبه کرد، گفت از خدا نمی ترسی، گفت چرا ترسم درخت از آن خدا و من بندهٔ خدا
بندهٔ خدا می خورد از نعمت خدا گفت باش تا جوابش بگویم گفت رسن بیارید و او را برین
درخت بندید و بزنید تا جواب ظاهر شدن فریاد برآورد که از خدا نمی ترسی؟ گفت چرا ترسم
تو بندهٔ خدا و این چوب خدا می زنند بر بندهٔ خدا چوب خدا[1]،

حاصل این عالم بر مثال کوهست، هرچه گوئی از خیر و شر از کوه همان صدا اشنوی
و اگر گمان بری که من خوب گفتم کوه زشت جواب داد محال باشد، که بلبل در کوه بانگ
کند، از کوه صدای زاغ آید یا نوای دیگر پس یقین دان هر بانگی که کردی، در جواب همان شنوی، بیت،

بانگ خوش دار چون بکوه آئی ‌‌‌ ‌ کوه را بانگ خرچه فرمائی
خوش آوازت همی دار و صدای گنبد خضرا

فصل

فرمود ماهچو کاسه ایم بر سر آب رفتنِ کاسه بر سر آب بحکم کاسه نیست بحکم آب ست
یکی گفت این عام است الا بعضی می دانند بعضی نمی دانند،
فرمود که اگر عام بودی تخصیص قلب المؤمن بین الاصبعین[2] راست نبودی و نیز فرمود
الرحمن علم القرآن[3] و نتوان گفتن که این عام است، چون همگی علمها را او آموخت تخصیص
قرآن چیست؟ و همچنان خلق السموٰت والارض[4] تخصیص آدمی و زمین چیست چون
همه چیزها را علی العموم او آفرید، لاشک همه کاسها بر سر آب قدرت و مشیت است و لیکن اگر

---

[1] مثنوی دفتر پنجم، حکایت در جواب جبری و اثبات اختیار الخ سے
گفت کز چوب خدا این بنده اش ‌ ‌ می زند بر پشت دیگر بنده خوش ‌ ‌ چوب حق و پشت و پهلو آن او ‌ ‌ من غلام آلت و فرمان او
[2] مومن کا قلب خدا کی ادو انگلیوں کے درمیان ہے۔ [3] وہ رحمٰن جس نے قرآن کی تعلیم دی۔ (رحمٰن ع ۱) [4] زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا، ہود ع ۱

چیز نکوهیده را اضافت کنند آن بی ادبی باشد چنانک گوید یا خالق السارقین والضراط والفسا الا اگر بگوید یا خالق السموات یا خالق العقول پس این تخصیص را فائده باشد، اگرچه عامست پس تخصیص چیزی دلیل گزیدگی آن چیز کند، حاصل کاسهٔ بر سر آب می رود و آب از آن را بر وجهی می برد که همه کاسها از روی نظاره گران کاسه میشوند و کاسهٔ بر سر آب می برد بر وجهی که همه کاسها ازوی می گریزند، طبعاً و ننگ می دارند، و آب ایشان را الهام گریز می دهد و قوت گریز و در ایشان این می نهد که اللهم نحن ناشدنا منه بعداً و آن اول اللهم نحن دنا قرباً

اکنون انکس که عام می بیند می گوید که از روی مسخری هر دو مسخر اند و یکیست او جواب می گوید که اگر تو لطف و خوبی و حسن گردانیدن آن این کاسه را می دیدی، و پرسیدی ازین حسن خاص و ازین خوبی تر ا پروای آن صفت عام نبودے، چنانک معشوق کسی با همه سرگینها و خفر لقیها مشترک است از روی هستی و از روی جسمی، هرگز بخاطر عاشق آید که معشوق من مشترک است با خفر لقیها در آن وصف عام که هر دو جسم اند، و متجزی اند و در شش جهتند، و حادث و قابل فنا اند، و غیر هامن الاوصاف العامة هرگز در و نگنجد گو هر که او را ازین صفت عام یاد کند او را دشمن گیرد و ابلیس خود داند،

پس چون در تو این گنجد که نظر با آن جهت عام کردی تو اهل نظارهٔ حسن خاص ما نیستی با تو نشاید مناظره کردن زیرا مناظرهٔ ما بحسن آمیخته است و اظهار حسن بغیر اهلش ظلم باشد، قال لا تعلموا الحکمة غیر اهلها فتظلموهم و لا تمنعوها عن اهلها فتظلموهم این علم نظرست علم مناظره نیست، گل و میوه نمی شگفد بپاییز که آن مناظره باشد یعنی بپاییز مقاومت و مقابله کردن باشد، و گل را آن طبع نیست که مقابله کند بپاییز، اگر نظر آفتاب حمل یافت برون آید در هوای معتدل عادل و اگر نی سر در کشید و با اصل خود رفت، پاییز او را

می گوید، اگر تو شاخِ خشک نیستی پیش من برون آئے اگر مردی او می گوید من پیش تو شاخ خشکم و نامردم ہر چہ خواہی بگو، بیت،

ای پادشاہ صادقان! چون من منافق دیدۂ؟

بازندگانت زندہ ام، بامردگانت مردہ ام

تو کہ مولانا بہاؤ الدینی اگر پیر زنی را کہ دندانہا ندارد روئے چون پشت سوسمار آژنگ بر آژنگ بیاید، کہ اگر مردی وجوانی اینک آمدم اینک فرش نگار و اینک میدان مردی بنما ای اگر مردی گوئی معاذ اللہ واللہ من مردنیستم وانچ حکایت کردند دروغ بود چون جفت توئی نامردی خوش شد،

کژدم می آید نیش برداشتہ، بر عضو تو می زند کہ شنودم کہ مرد خندان وخوشی، بخند، تا خندہ ترا ببینم، می گو چو تو آمدی مرا ہیچ خندہ نیست، و ہیچ طبع خوش نیست، آنچہ گفتند دروغ گفتند، ہمہ دواعی خندہ ام مشغولست کہ تو کی روی و از من دور شوی،

گفت آہ کردی ذوق رفت، آہ مکن تا ذوق نرود، فرمود گاہی بود کہ اگر آہ نکنی ذوق برود علی اختلاف الحال، و اگر چنین نبودی نفرمودی ان ابراھیم لاواہ حلیم[۱]، وہم طاعتی اظہار نبایستی کردن، کہ ہمہ اظہار ذوق ست و این سخن کہ تو می گوئی از بہر آن می گوئی کہ ذوق نیاید، پس اگر برندۂ ذوق ست برندۂ ذوق را مباشرت میکنی، نباید، و این نظیر آن باشد کہ خفتہ را بانگ زنند" برخیز کہ روز شد، کاروان می رود گویند مزن بانگ کہ او در ذوقست ذوقش برمد گوید آن ذوق ہلاکتست و این ذوق خلاص گوید تشویش مدہ کہ مانع است این بانگ فکر را گویند،، بدین بانگ خفتہ در فکر

[۱] بیشک ابراہیم بڑے ہی نرم دل بردبار تھے،، (توبہ ع ۱۴)

آید وگرنه او را چه فکر باشد درین خواب، بعد از آنکه بیدار شود در فکر آید،

آنکه بانگ بر دو نوع باشد، اگر بانگ کننده بالای او باشد، موجب زیادتی فکر باشد، زیرا منبّه او صاحب علم باشد و او را بیداری باشد، آگهی چون او را بیدار کرد از غفلت، از علم خودش آگاه کند، و آنجاش کشد، پس فکر او بالا گیرد چون او را از جای بلند آواز داده‌اند، اما اگر بعکس باشد، که منبّه تحت آن باشد و در عقل چون او را بیدار کند او را نظر بزیر افتد، چون بیدار کننده اسفل است لابد او را نظر باسفل افتد، و فکر او بعالم سفلی بود

فصل

این کسانی که تحصیلها کرده‌اند و در تحصیل‌اند می پندارند که اگر اینجا ملازمت کنند علم را فراموش کنند، بلکه چون اینجا آیند علمهاشان همه جان گیرد، علمها همه نقشند، چون جان گیرند همچنان باشد که قالب مرده جان پذیرفته باشد، اصل این همه علمها از آنجاست، از عالم بی حرف و صوت نقل گردد،

وکلّم اللّٰه موسیٰ تکلیماً[1] حق تعالیٰ بموسیٰ سخن بحرف و صوت نگفت زیرا حرف را کام و لب می باید تا ظاهر شود حق تعالیٰ و تقدس منزه از لب و دهان پس انبیاء را در عالم بی حرف صوت گفت و شنود است با حق که اوهام این عقول جزوی آنجا نرسد و نتوانند پی بردن اما از عالم بی حرفی در عالم حرف در می آیند، و طفل می شوند برای این طفلان که بُعِثْتُ مُعَلِّماً[2]، اکنون اگرچه این جماعت که در حرف و صوت مانده اند باحوال او نرسند اما از و قوت گیرند و نشو و نما یابند و باوی بیارامند، همچنانک طفل

[1] ''اور خدا نے موسیٰ سے کلام کیا'' (نساء ع ۲۳) [2] ''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں''

اگرچه مادر را نمی شناسد بتفصیل، اما بوی می آرامد و قوت می گیرد، همچنانکه میوه بر شاخ می
آرامد، و شیرین می شود، و از درخت خبر ندارد، همچنان از آن بزرگ می شود، و از حرف و صوت
او اگرچه او را نداند و بوی نرسند، امّا از و قوت گیرند و پرورده شوند در جمله نقوش این هست
که ورای عقل و حرف و صوت چیزی و عالمے هست عظیم،

نه بینی که همه خلق میل کند بدیوانگان و بزیارت ایشان می روند،
و گویند باشد که این آن باشد، راستست، چنین چیزے هست، اما محل را
غلط کرده اند، آن چیز در عقل نگنجد، اما نه هرچه که در عقل نگنجد آن باشد،
کل جوز مدور و لیس کل مدور جوز، نشانش آن باشد که گفتیم که
اگرچه او را حالتی باشد که در گفت و ضبط نیاید اما از وی عقل و جان قوت گیرد
و پرورده شود درین دیوانگان که اینها گرد او می گردند این معنی نیست و از خویشتن نمی گردند، و
یا او آرام نمی گیرند اگرچه می پندارند که آرام گرفته اند آنرا آرام نگوئیم همچون که طفلی از مادر
جدا شده لحظه با دیگری آرام یافت آن را آرام نگوئیم زیرا غلط کردن است،

طبیبان می گویند هرچه مزاج را خوش آید و مشتهای اوست او را قوت دهد، و خون
او را صافی گرداند، اما وقتی که بی علتش خوش می آید تقدیراً اگر گل خواری را گل خوش
می آید، آن را نگوئیم مصلح مزاجست، اگرچه خوشش می آید، و همچنین صفرائی را ترشی خوش
می آید و شکر ناخوش، آن خوشی را اعتبار نیست زیرا بنابر علتست، خوشی آنست که اوّل
بیعلت او را خوش می آید مثلاً دست یکی را بریده اند، یا شکسته اند، و آویخته است
جراح آن را راست می کند و بر جای اوّل می نشاند او را آن خوش نمی آید و درد میکند
جراح می گوید ترا اوّل آن خوش می آید که دست راست بود، و با آن آسوده بودی،

وچون کثر می کرد ندامت الم می شدی و می رنجیدی، این ساعت ترا اگر آن کثر خوش می آید، این خوشی ور وغست، این را اعتبار نباشد، ہمچنان ارواح را در عالم قدس خوشی بود از ذکر حق و استغراق در حق بود ہمچون ملائکہ، اگر ایشان بواسطۂ اجسام معلول شدند، وگل خوردن شان خوش می آید، نبی و ولی کہ طبیب است می گوید، کہ ترا این خوشی دروغ است، تراخوش چیزی دیگر می آید، آنرا فراموش کردۂ، خوشی مزاج اصلی صحیح تو آنست، کہ اول تراخوش می آمد این علت تراخوش می آید، تو می پنداری کہ تراخوش می آید،

عارفی پیش نحوی نشستہ بود نحوی گفت سخن ازین سہ بیرون نیست یا اسم یا فعل یا حرف است عارف جامہ بدرید کہ، وادیلتاہ بیست سالہ عمر من وسعی و طلب من بباد رفت کہ معلوم گردد کہ برون ازین سخن دیگر ہست، مجاہدہ ہا کردم تو امید مرا ضائع کردی، ہر چند کہ آن عارف بآن سخن و مقصود رسیدہ بود الا نحوی را بااین طریق تنبیہ می کرد،

آوردہ اند کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما شخصی را دیدند در وقت طفلی کہ وضو رکثر می کرد و نامشروع، خواستند کہ بطریق احسن اور او ضو تعلیم دہند پیش او رفتند کہ این مرا می گوید کہ تو وضوی کثر می سازی ہر دو پیش تو وضو بسازیم بنگر از ہر دو کدام راستست و مشروعست ہر دو پیش او وضو ساختند گفت ای فرزندان وضوی شما سخت راستست و نیکوست وضوی من مسکین کثر بودہ است،

چندانکہ مہمان بیش شود خانہ را بزرگتر کنند، وآرایش بیشتر شود، وطعام بیش سازند، نبینی طفلک را، چون قدک او کوچک است، اندیشۂ او نیز کہ مہمان ست لائق خانۂ قالب اوست، غیر شیر و دایہ نمی داند، وچون بزرگتر شد مہمانان اندیشہای او فزون شوند

از عقل و ادراک و تمیز و غیره خانه بزرگتر گردد،

و چون مهمان عشق آید در خانه نگنجد، خانه را ویران کند، و از نو عمارتها سازد و پردهای پادشاهانه بر دا بر و اد و لشکرها و حشم او در خانه او نگنجد و آن پردها لائق این درها بنا شد آنچنان حشم بی حد را مقام بی حدی باید و ان پردها را چو بر آویزند، همه روشنائیها دهند، و حجابها برخیزند، و پنهانها آشکارا گردند، بخلاف پردهای این عالم که حجاب می افزایند، این پردها بالعکس آن پردهاست

انی لاشکو خطوبا لا اعینها لیجهل الناس عن عذری وعن عذلی

کما الشمع یبکی ولا یدری اعبرته من صحبة النار ام من فرقة العسل

شخصی گفت این را قاضی ابو منصور هروی گفته است، گفت انچه قاضی منصور گوید پوشیده و تردد آمیز و متلون باشد اما منصور بر نتافت، پیدا و فاش گفت همه عالم اسیر قضا اند، و قضا اسیر شاهد، و شاهد پیدا کند پنهان ندارد،

گفت صفحهٔ از سخنان قاضی بخوان، بخواند بعد از آن فرمود که خدا را بندگانند که چون زنی را در چادر ببیند، حکم کنند که نقاب بر دار تا روی ترا ببینیم، که چه کسی و چه چیزی که چون تو پوشیده بگذری و ترا نبینیم، مرا تشویش خواهد بودن، که که بود و چه کس بود، من آن نیستم که اگر روی ترا ببینیم، بر تو فتنه شوم و لبستهٔ تو شوم، مرا خدا دیر ست که از شما پاک و فارغ کرده است، از آن ایمنم که اگر شما را ببینیم مرا تشویش شود الا اگر نبینیم در تشویش باشم که چه کس بود بخلاف طائفهٔ دیگر که اهل نفس اند ایشان اگر روی شاهدان را باز ببینند فتنهٔ ایشان شوند، و مشوش گردند پس در حق ایشان آن به که روی باز نکنند تا از فتنه برهند،

شخصے گفت در خوارزم کسی عاشق نشود کانجا شاهدان بسیار اند چون شاهدی بینند
و دل درو بندند، بعد ازان ازو بهتری بینند، آن بر دلِ شان سرد شود فرمود که بر
شاهدان خوارزم اگر نتوان عاشق شد، آخر بر خوارزم عاشق باید شدن که درو شاهدان
بیحدّ اند آن خوارزم فقرست که درو شاهدان معنوی بسیار اند و صورتهای روحانی بیحد
که بهر چه فرود آئی و قرار گیری، دیگرے روی نماید که اوّلین فراموش شود الے
مالانهایة پس بر نفس فقر عاشق شویم که درو چنین شاهدانند،

فصل

سیف الدین البخاری راح الی مصر کل واحد یحب مرأة انما یعشق مرأة لصفا
وفی ائداها وهو لایعرف حقیقة وجهه انما یحسب برقعه وجها والمراة برقعه والوجه
مرأته واکشف انت وجهك تجدنی مرأة لوجهك انی انا مرأة واثبت لدیك
قال تحقق عندی انّ الانبیاء والاولیاء علی ظنّ باطلٍ وما ثمّة شیء سوی ادعاء
قال اتقول هذا اجزافاً ام تری فتقول فانّ کنت تری و تقول فقد حقّقت
الرویة فی الوجود، وهی احوال الاشیاء عندك فی الوجود، فصدق الانبیا
لانّهم ما ادعوا الا الرؤیة وقد اقررت به انت،

ثم الرویة لا تتم الّا بمرئی لانّ الرؤیة من افعال متعدیات لا بد للرویة
من مرئی ورائی، واما المرئی فمطلوب، واما الرائی فطالب، او علی العکس فقد
ثبت بانکارك الطالب والمطلوب، الرؤیة فی الوجود، فیکون الالوهیة والمعبودیة
قضیتین فی نفیها واثباتها، فکانت واجبة الثبوت البتة،

قیل اولئک الجماعہ مریدون لذلک المغفل ویعظمونہ، قلت لا یکون ذلک الشیخ المغفل ادنیٰ من الحجر والوثن ولعبادھا تعظیم تحجیرو رجاء وشوق وسوال وحاجات وبکاء ماعند الحجر من ھذہ من شئی ولاخبر ولاحس ثم قد جعلہا اللہ تعالیٰ سببا لما فیھم من الصدق وما عندھا جزاء ذلک، فقیہ کان یضرب صبیا فقیل لہ لا یش تضربہ وما ذنبہ قال اما انتم تعرفون، ھذا ولد الزنا فاعل صانع قبل الیش یعمل وقت الیش قال یھرب وقت الانزال، یعنی عند التخنیث یھرب خیالہ فیبطل علی الانزال، ولا شک ان عشقہ کان یمنع خیالہ، وکان للصبی خبر من ذلک فکذالک عشق ھولاء مع خیال ھذا الشیخ البطال وھو غافل عن ہجرھم ووصالھم وحالھم ولو کان العشق مع الخیال الغالط المخطی موجا للوجد لکنہ لا یکون مثل المعاشقہ مع معشوق حقیقی خبیر بصیر بحال عاشقہ کالذی یعانق فی ظلمۃ اللیل اسطوانۃ حسبا بانہ انہ معشوق ویبکی ویشکو لا یکون فی اللذۃ شبیھا بمن یعانق حبیبہ اللطیف الخبیر)

فصل

ہر کسی چون عزم جائی وسفری می کند او را اندیشہ معقول روی نماید کہ اگر آنجا روم مصلحتہا و کارہای بسیار میسر می شود، و احوال من نظام گیرد، و دوستان شاد شوند، و بر دشمنان غالب آیم او را پیش نہاد نیست، و مقصود حق خود چیزے دیگر چندین تدبیرہا کرد و بیرون شوہا اندیشید یکی میسر نشود بر وفق مراد او، و مع ہذا بر تدبیر و اختیار خود اعتماد می کند، بیت

تدبیر کند بندہ و تقدیر نداند　　تدبیر بہ تقدیر خداوند چہ ماند

و مثال این چنان باشد که شخصی در خواب می بیند که بشهر غریب افتاد، و در آنجا هیچ آشنائی ندارد، سرگردان می گردد، نه کس او را می شناسد، نه او کسے را، این مرد پشیمان میشود و غصه و حسرت می خورد که من چرا درین شهر آمدم که آشنائی ندارم، دست بر دست می زند، و لب می خاید، چون بیدار شود، نه شهر بیند و نه مردم، معلومش گردد که آن غصه و تاسف بے فائده بود، پشیمان گردد از آن حال، و آن را ضایع داند باز باری دیگر چون در خواب رود خویشتن را اتفاقاً در چنان شهرے بیند، غم و غصه خوردن آغاز کند، و پشیمان شود از آمدن در چنان شهر، هیچ نیندیشد که من در بیداری ازین غم خوردن متندم بودم می دانستم که ضایع بود، خواب بود و بے فائده، اکنون همچنین است خلقان صد هزار بار دیده اند که عزم و تدبیر ایشان باطل شد، و هیچ کار بر مراد ایشان پیش نرفت، الاحق تعالیٰ نسیانی بر ایشان می گمارد، که آن جمله را فراموش می کنند، و تابع اندیشه و اختیار خود می گردند،

ان الله یحول بین المرء وقلبه،

ابراهیم ادهمؒ در وقت پادشاهی بشکار رفته بود، در پے آهوی تاخت، تا چندانک بکلی از لشکر جدا گشت، و دور افتاد، و اسپ در عرق غرق شده، او هنوز می تاخت در آن بیابان چون از حد گذشت، آهو بسخن درآمد، و روی باز پس کرد که ما خلقت لهذا ترا برای این نه آفریده اند و از عدم جهت این بوجود نیاورده اند، که مرا شکار کنی خود مرا صید کردن گیر تا چه شود، ابراهیم چون این را بشنید نعره زد و از اسپ خود را انداخت، هیچ کس در آن صحرا بنود غیر شبانے با و لابه کرد و جامۀ پادشاهانه مرصع و سلاح و اسپ خود را بدو داد که آن نمد خود بمن ده و بهیچ کس مگو و کس را از احوال من نشان مده آن نمد را در پوشیده راه گرفت، اکنون غرض او را ببین که چه بود او خواست که آهو را صید کند، حق تعالیٰ او را

بآہو صید کرد تا بدانی کہ در ہمہ عالم آن واقع شود کہ حق خواہد،

عمر رضی اللہ عنہ پیش از اسلام بخانہ خواہر خود در آمد خواہرش قرآن می خواند طٰہٰ ما انزلنا
بآواز بلند چون برادر را دید پنہان کرد خاموش شد عمرؓ شمشیر برہنہ کرد کہ البتہ بگو کہ چہ می
خواندی وچرا پنہان کردی والا این دم گردنت را ببرم، ہیچ امان نیست خواہرش عظیم ترسید
خشم ومہابت او را می دانست از بیم جان مقر شد گفت ازین کلام می خواندم کہ حق تعالیٰ درین
زمان بمحمدؐ فرستاد گفت بخوان تا بشنوم طٰہٰ را فرد خواند عمرؓ عظیم خشمگین شد غضبش صد چندان
گشت گفت اگر ترا این ساعت بکشتم زبون کسے باشد اول بروم سر او را ببرم آنگاہ بکار تو
پردازم ہمچنان از غایت غضب با شمشیر برہنہ روی بمسجد مصطفیؐ نہاد در راہ چون صنادید
قریش او را دیدند گفتند ہان عمرؓ قصد محمدؐ دارد اگر کاری خواہد آمدن ازین بیاید زیرا عمرؓ بقوت
ورجولیت عظیم بود بہر لشکرے کہ روی نہادہ البتہ غالب گشتی بحدے کہ مصطفیٰ علیہ السلام
ہمیشہ می فرمود کہ خداوندا دین مرا بعمر نصرت دہ یا ابوجہل زیرا این دو بعہد خود مشہور بودند
وآخر چون مسلمان گشت ہمیشہ عمرؓ می گریستی ومی گفتی یا رسول اللہؐ وای بر من اگر ابوجہل
را مقدم می داشتی ومی گفتی کہ خداوندا مرا با بوجہل نصرت وقوت دہ یا بہ عمرؓ حال من
چہ بودی ودر ضلالت می ماندمی، فی الجملہ در راہ بشمشیر برہنہ روی بمسجد رسول نہاد
ودر آن میان جبرئیل وحی آورد کہ یا رسول اللہؐ اینک عمرؓ می آید تا روی باسلام آرد
درکنارش گیر ہمین کہ عمرؓ در مسجد در آمد معین دید کہ تیری از نور برید از مصطفیٰ و در دلش
نشست نعرہ زد و بے ہوش افتاد مہری وعشقی در جانش پدید آمد ومی خواست کہ در
پیش مصطفیؐ بگدازد از غایت محبت ومحو گردد گفت یا نبی اللہ ایمان عرض فرما وآن
کلمۂ مبارک بگو تا بشنوم چون مسلمان شد گفت اکنون بعد از آن کہ بشمشیر برہنہ بقصد تو

آدم و بکفارت آن بعد ازین از حق کہ نقصانی در حق تو بشنوم فی الحال امانتش ندہم و بدین شمشیر سرش را ببرم از مسجد رفت، ناگاہ پدرش پیش آمد کہ دین گردانیدی، فی الحال سرش از تن جدا کرد، و شمشیر خون آلود در دست می رفت، صنادید قریش شمشیر خون آلود دیدند، گفتند آخر وعدہ کردہ بودی، کہ سر آورم سر کو گفت اینک سر گفتند این سر را ازین جا بردی گفت این سر آن سر نیست اکنون بنگر قصد عمر چہ بود و حق تعالیٰ را مراد چہ بود، تا بدانی کہ کارہا ہمہ آن شود کہ او خواہد،

شمشیر بکف عمرؓ در قصد رسول آید

در دام خدا افتد و زبخت نظر یابد،

اکنون اگر شمارا نیز گویند کہ چہ آوردید بگوئید سر آوردیم و اگر گویند کہ ما این سر را دیدہ بودیم گوئید نے این سر آن سر نیست، سر آنست کہ در آن سرے باشد، و اگر نہ ہزار سر بپولی نیرزد،

این آیت بخواند کہ واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ[۱]

ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ گفت خداوندا چون مرا خلعت رضای خویشتن مشرف گردانیدی ذریات مرا نیز این کرامت روزی گردان، حق تعالیٰ فرمود لاینال عہدی الظالمین[۲] یعنی آنہا کہ ظالم باشند ایشان لایق خلعت و کرامت من نیستند، چون ابراہیمؑ دانست کہ حق را با ظالمان و طاغیان عنایت نیست، گفت کہ خداوندا آنہا کہ ایمان آوردہ اند و ظالم نیستند ایشان را از رزق خویشتن بانصیب گردان، واز ایشان دریغ مدار،

---

[۱] جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگون کے جمع ہونے اور امن کی جگہ ٹھہرایا اور حکم دیا کہ ابراہیم کے کھڑے ہونیکی جگہ کو نماز کی جگہ بناؤ، (بقرع ۱۵) [۲] میرا اقرار ظالمون کے لئے نہین،، (بقرع ۱۵)

حق تعالیٰ فرمود رزق عام است ہمہ را نصیب باشد، واز ین مہمان خانۂ کل، لائق منتفع شوند الا خلعت رضا و قبول و تشریف کرامت قسمت خاصان است و برگزیدگان،

اہل ظاہر گویند کہ غرض از بیت کعبہ است، کہ ہر کہ در وی گریزد از آفات ایمن باشد و در آنجا صید حرام باشد، و کس نشاید ایذا رسانیدن، و حق تعالیٰ آن را برگزیدہ است، این راست است، و خوب است، الا این ظاہر قرآن است محققان می گویند کہ غرض از بیت درون آدمیست، یعنی خداوندا باطن را از وسواس و مشاغل نفسانی خالی گردان، و از سودا و فکرہای فاسد و باطل پاک کن تا ہیچ در وخوفی نماند و امن ظاہر گردد، بکلی محل وحی تو باشد دیو وسواس را در آن راہ نباشد، ہمچنان کہ حق تعالیٰ بر آسمان شہب گماشتہ است، تا شیاطین رجیم را مانع می شوند از استماع اسرار ملائکہ تا ہیچ کسے را احوال ایشان وقوف نیابد و ایشان از آفت ہا دور باشند، یعنی خداوندا تو نیز پاسبان عنایت خود را بر درون ما گماشتہ دار تا وساوس شیاطین و مکرہای نفس و ہوا را از ما دور دارند، این قول اہل باطن و محققان ست ہر کسی از جای خود می جنبد،

قرآن دیبای دو رویہ است بعضے ازین روی بہرہ می یابند، و بعد از آن روی دیگر را است است، چون حق تعالیٰ می خواہد کہ ہر دو قوم از و مستفید شوند، ہمچنانک زنے را شوہری است، و فرزندی شیرخوارہ و ہر دو را از وحظے دیگرست طفل را لذت پستان و شیر، و شوہری را لذت جفتی، خلایق طفلان راہ اند از قرآن لذت ظاہر یابند، الا آنہا کہ رجال اند و کمال یافتہ ایشان در معانی قرآن تفرجی دیگر دارند، و فہمی دیگر،

مقام و مصلای ابراہیمؑ در حوالی کعبہ جائیست کہ اہل ظاہر می گویند، آنجا دو رکعت نماز باید کردن این خوب ست، ای واللہ الا مقام ابراہیمؑ پیش محققان آنست کہ ابراہیمؑ وار خود

را در آتش اندازی از بهر حق وخود را بدین مقام رسانی بجهد وسعی در راه حق یا نزدیک این مقام که او جهت حق خود را فدا کرد یعنی نفس را پیش او خطر نماند و بر خود نه لرزید در مقام ابراهیم دو رکعت نماز خوب است الا چنان نمازی که قیامش درین عالم باشد و رکوعش در آن عالم مقصود از کعبه دل انبیاءؑ و اولیاءؒ است که محل وحی حق است[1] و این کعبه فرع آنست اگر دل نباشد کعبه بچه کار آید، انبیاءؑ و اولیاءؒ بکلی مراد خود ترک کرده اند و تابع مراد حقند تا هر چه او فرماید آن کنند، با هر که او را عنایت نباشد، اگرچه پدر و مادر بود از وی بیزار شوند و در دیدهٔ ایشان دشمن نماید[2]

داده‌ایم بدست تو عنان دل خویش تا هر چه تو گوئی بجنت من گویم سوخت

هر چه می گویم مثالست مثل نیست مثل دیگرست و مثال دیگر حق تعالیٰ نور خود را بمصباح تشبیه فرمود جهت مثال، و وجود اولیاء را بزجاجه، این جهت مثال است، نور او در کون و مکان نگنجد، در زجاجه و مصباح کی گنجد؟ مشارق انوار حق جل جلاله در دل کی گنجد الا چون طالب آن باشی آنرا در دل یابی، نه از روی ظرفیت که آن نور در آنجاست، بل آنرا از آنجا یابی همچنانک نقش خود را در آئینه یابی، مع هذا النقش تو در آئینه نیست، الا چون در آئینه نظر کنی خود را ببینی، چیزها ی که آنرا نا معقول نماید، چون آنرا مثال بگویند معقول می شود، و چون معقول گردد محسوس شود، همچنانکه بگوئی چون یکی چشم بهم می نهد چیزهای عجب می بیند وصور و اشکال محسوس مشاهده می کند، و چشم چون می کشاید هیچ نمی بیند، این را هیچ کس معقول نداند، و باور نکند، الا چون مثال بگوئی معلوم شود، و این چون باشد همچون کسی که در خواب صد هزار چیزها می بیند که در بیداری از آن ممکن نیست که یک چیز ببیند، و همچنین مهندسی که در باطن

---

[1] مثنوی دفتر اول عنوان دل نهادن مرد عرب بر التماس دلبر الخ گفت پیغمبر که حق فرموده است من نگنجم هیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز من نگنجم این یقین دان ای عزیز در دل مومن بگنجم ای عجب گر مرا جوئی در آن دلها طلب

[2] اس مقام پر تینوں ہندی نسخے ختم ہو جاتے ہیں، بجز ایک مختصر عبارت کے جو بالکل آخر میں ملے گی،

تصور خانه کرد، و عرض و طول و شکل آن کس را معقول نماید، اما چون صورت آنرا بر کاغذ نگارد، ظاهر شود و چون معین کند کیفیت آن معقول گردد، و بعد از آن چون معقول شود خانه را بنا کند بر آن نسق محسوس شود، پس معلوم شد که جمله نامعقولات بمثال معقول و محسوس گردد، و همچنین می گویند که در آن عالم نامها پران شود بعضے بدست راست بعضے بدست چپ، و ملائکه و حشر و نار و جنت باشد، و میزان و حساب و کتاب و هیچ معلوم نه شود تا این را مثال نگویند، اگرچه آنرا درین عالم مثال نبود الامثال معین گردد،

و مثال آن درین عالم آنست که شب همه خلق می خسپند، از کفشگر و پادشاه و قاضی و خیاط و غیرهم، اندیشها از ایشان می پرد، و هیچ کس را اندیشه نمی ماند، باز چون سپیدهٔ صبح همچون نفخهٔ صور اسرافیل وارد در دمد، ذرات اجسام ایشان را زنده گرداند، اندیشهٔ هر یکی چون نامهٔ پران سوی هر کس می آید، هیچ غلط نمی شود، اندیشهٔ خیاط سوی خیاط، آهنگر سوی آهنگر، و اندیشهٔ فقیه سوی فقیه، اندیشهٔ ظالم سوی ظالم، اندیشهٔ عادل سوی عادل، هیچ درزی خفت و بامداد کفشگر برخاست نے زیرا که عمل و مشغولی او آن بود، تا بدانی که در آن عالم نیز همچنان باشد این محال نیست، و درین عالم واقع است، پس اگر کسی خدمت کند، و بر سر رشته رسد جمله احوال آن عالم را درین دنیا مشاهده کند، و برو مکشوف شود، تا بداند که در قدرت حق همه می گنجد، بسا استخوان ها در گور بینی، بوسیده الا متعلق راحتے باشد خوش و سرمست خفته و از آن لذت و مستی باخبر، آخر این گزاف نیست که گویند "خاک بر و خوش باد" پس اگر خاک را از خوشی خبر نبودی کے گفتندے،

صد سال بقای آن بت مهوش باد　　تیر غم او را دل من ترکش باد

بر خاکِ درش بمرد خوش خوش دل من　　یا رب کہ دعا کرد کہ خاکش خوش باش

مثال این در آن عالم محسوس واقعست، ہمچنانک دو کس در یک بستر خفتہ اند، یکی خود
را میان خوبان و گلستان و بہشت می بیند، و یکی خود را میان ماران و زبانۂ دوزخ می بیند
اگر باز کاوی، نہ این بینی، نہ آن بینی پس چہ عجب کہ اجزای بعضے در گور در لذت و راحت
و مستی باشند، و بعضے در الم و محنت، و ہیچ نہ این بینی نہ آن پس معلوم شد کہ نامعقول بمثال
معقول شود، و مثال ممثل نماند، ہمچنانک عارف کشاد و خوشی و بسط را نام بہار کردہ است
و قبض و غم را خزان، چہ ماند خوشی بہار یا غم بخزان از روی صورت الا این مثالست کہ
بی این عقل آن معنی را تصور و ادراک نتوان کردن ہمچنانک حق تعالیٰ می فرماید، لا یستوی
الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور[1] ایمان را بنور نسبت کرد و کفر را بظلمت یا
ایمان را بسایہ خوش نسبت فرمود و کفر را بآفتاب سوزان بی امان کہ مغز را بجوش آرد
و چہ ماند روشنی و لطف ایمان بنور این جہان یا ظلمت و کفر بتاریکی این عالم،

اگر کسے در وقت سخن گفتن ما می خسپد این خواب از غفلت نباشد بلک از امن
بود ہمچنانک کاروانی در راہ صعب مخوف در شب تاریک می رود می رانند از بیم تا
مبادا کہ از دشمنان آفتی رسد ہمین کہ آواز سگ و خروس بگوش ایشان رسیدہ و بدیہ
آمدند فارغ گشتند، و پا کشیدند، و خوش خفتند، در راہ ہیچ آواز و غلغلہ نبود، از خوف خواب شان
نمی آمد، و در دیہ بوجود امن با آن ہمہ غلغلۂ سگان و خروشِ خروس فارغ و خوش در خواب می شوند
سخن ما نیز از آبادانی و امن می آید، و حدیث انبیاء و اولیاست ارواح چون سخن آشنایان

---

[1] "دو تاریکی اور روشنی نہیں برابر ہو سکتی اور نہ سایہ اور آفتاب"، قرآن پاک کی اصل عبارت
یوں ہے، ما یستوی الاعمی والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور (فاطر، رکوع ۳)

می شنوند، ایمن می شوند و از خوف خلاص می یابند، زیرا ازین سخن بوی امید و دولت
می آید، همچنانک کسی در شب تاریک با کاروانی همراهست از غایت خوف هر لحظه می پندارد
و حرامیان با کاروان آمیخته شده اند، می خواهد تا سخن همراهان بشنود و ایشان را بسخن
بشناسد چون سخن ایشان بشنود ایمن می شود،

قل یا محمد اقرأ تو بگو زیرا ذات تو لطیفست نظرها آنجا نمی رسند چون سخن میگوئی در می
یابند که تو آشنائی ارواح این می شنوند و می آسایند،

لو لا مخاطبتی ایاک لم ترنی کفی بجسمی نحولا اننی رجل

در کشت زاری جانورکیست که از غایت خوردگی در نظر نمی آید چون بانگ کند او را
می بینند بواسطه بانگ یعنی خلایق در کشت زار دنیا مستغرق اند و ذات تو از غایت لطف
در نظر نمی آید سخن بگو تا ترا بشناسند،

چون تو خواهی که جای روی اوّل دل تو می رود، و می بیند، بر احوال آن مطلع
می شود آنگه دل باز می گردد، و بدن را می کشاند، اکنون این جمله خلایق نسبت با نبیا و اولیا
اجسام اند، و دل عالم ایشانند، اول ایشان در آن عالم سیر کردند، و از بشریت برون
آمدند، و تحت و فوق آن عالم را مطالعه کردند، و قطع منازل کردند تا معلوم شان
شد که راه چون می باید رفتن آنگه آمدند، و خلایق را دعوت می کنند که بیائید بدان
عالم اصلی که این عالم خرابه ایست، و سرای فانیست، و ما جائی خوشی یافتیم، شمارا
خبر می کنیم، پس معلوم شد که دل فی جمیع الاحوال ملازم دلدار است، و او را حاجت قطع
منازل و خوف راهزن و پالان و اشتر نیست تن مسکین است که
مقید اینهاست، شعر،

با دل گفتم کہ ای دل از نادانی محروم ز خدمتِ کئی می دانی
دل گفت مرا بخت غلط می خوانی من لازم خدمتم تو سرگردانی

ہر جا کہ باشی و در ہر حال کہ باشی جہد کن تا محب و عاشق باشی و چون محبت ملک تو شد ہمیشہ محب باشی، در گور و در حشر و در بہشت، الی مالا نہایہ، چون گندم کاشتی قطعاً گندم روید، و در انبار ہمان گندم باشد، و در تنور ہمان گندم باشد، مجنون خواست تا پیش لیلیٰ نامہ نویسد، قلم در دست گرفت،

خیالک فی عینی واسمک فی فمی وذکرک فی قلبی الی این اکتب

پس چون خیال تو مقیم چشمست و نام تو بر زبان و ذکر تو در صمیم جان پس نامہ پیش تو کجا نویسم چون در این محلہا می گردی قلم بشکست و کاغذ بدرید،

بسیار کس باشد کہ دلش ازین سخن پُر باشد، الا بعبارات و الفاظ نتوان آوردن اگرچہ عاشق و طالب و نیازمند این باشد، عجب نیست و این منعی عشق نباشد، بلکہ خود اصل دلست و نیاز و عشق، ہمچنانکہ طفل عاشق شیرست، و از آن مدد می یابد، و قوت می گیرد، مع ہذا نتواند شرح شیر کردن و حد آن را گفتن، و در عبارت آوردن کہ من از خوردن شیر چہ لذت می یابم و بنا خوردن آن چگونہ متالم و ضعیف می شوم، اگرچہ جانش خواہان و عاشق شیرست و بالغ اگرچہ بہزار گونہ شیر را شرح دہد اما او را از شیر ہیچ لذت نباشد و از آن حظ ندارد،

فصل

نام آن جوان چیست سیف الدین فرمود سیف در غلافست نمی توان دیدن

سیف او باشد کہ برای دین جہاد کند و کوشش او کلی برای حق باشد و صواب را از خطا پیدا
کند و حق را از باطل تمیز کند الا جنگ اوّل با خویشتن کند و اخلاق خود را مہذب گرداند
ابدأ بنفسك وہمہ نصیحتہا با خویشتن گوید،

آخر تو نیز آدمی دست و پا و سرداری و گوش و ہوش و چشم و دہان، انبیاءؑ و اولیاءؒ
نیز کہ دولتہا یافتند و بمقصود رسیدند ایشان نیز بشر بودند و چون ما اجزا و اعضا داشتند چہ معنی کہ ایشان
را راہ می دہند و در می کشایند، و مرا گوش خود را مالد و شب و روز با خود جنگ کند کہ
تو چہ کردی و از تو چہ حرکت صادر شد کہ مقبول نمی شوی تا سیف الدین و لسان الحق
باشی مثلاً دہ کس خواہند کہ در خانہ روند نُہ کس راہ می یابند و یک کس برون می ماند و راہش
نمی دہند قطعاً این کس با خویشتن بیندیشد و زاری کند کہ عجب من چہ کردم کہ مرا اندرون
نگذاشتند، و از من چہ بی ادبی آمد باید کہ گناہ بر خود نہد و خویشتن را مقصر و بی ادب شناسد
نہ چنانک گوید این را من حق می کند من چہ کنم خواست او چنین است اگر بخواستی راہ دادی
کہ این بکنایت دشنام باشد حق را و شمشیر زدن ناحق باین معنی سیف علی الحق باشد نہ
سیف اللہ حق تعالیٰ منزہ است از خویش و اقربا۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ[1]

ہیچ کسی سوی او راہ نیافت الا بہ بندگی اللہ الغنی وانتم الفقراء[2] ممکن نیست
کہ بگوئی آنکس را کہ بحق راہ یافت او از من خویش تر بود و از من آشنا تر بود و او متعلق
تر بود پس قربت باو میسر نشود الا بہ بندگی او معطی علی الاطلاق است دامن دریا پر گوہر گردد،
خار را خلعت گل پوشاند و مشتی خاک را حیات و روح بخشید بی غرضی و سابقہ وہمہ اجزای

---

[1] "نہ کوئی اس کی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے،، (اخلاص)

[2] "اور اللہ بے نیاز ہے، اور تم محتاج ہو،، (سورہ محمد، ع ۴)

عالم ازو نصیب دارند کسی چون بشنود که در فلان شهر کریمی هست که عظیم بخششها و احسان
می کند بدین امید البته آنجا رود تا ازو بهره مند گردد پس چون انعام حق چنین مشهور است
و همه عالم از لطف او باخبر اند چرا ازو گدائی نکنی و طمع خلعت و صله نداری کاهل وار بنشینی
که اگر او خواهد مرا بدهد و هیچ تقاضا نکنی سگ که عقل و ادراک ندارد چون گرسنه شود و
نانش نباشد پیش تو می آید و دمک می جنباند یعنی مرا نان ده که مرا نان نیست و ترا هست آن قدر تمیز
دارد آخر تو کم از سگ نیستی که او بآن قدر راضی نمی شود که در خاکستر بخسپد و گوید که اگر خواهد
مرا خود نان دهد لابه می کند و دم می جنباند تو نیز دم بجنبان و از حق بخواه و گدائی کن
که پیش چنین معطی گدائی کردن عظیم مطلوب است چون بخت نداری از کسی بخت خواه
که او صاحب دولت است،

حق عظیم نزدیک است بتو هر فکری و تصوری که می کنی او ملازم آنست، زیرا
آن تصور و اندیشه را او هست می کند، و برابر تو می دارد، الا او را از غایت نزدیکی نمی
توانی دیدن، و چه عجبست که هر کاری که می کنی عقل تو با آنست، و در آن کار شروع
دارد و هیچ عقل را نمی توانی دیدن، اگرچه باثر می بینی الا ذاتش را نمی توانی دیدن،
مثلاً کسی در حمام رفت گرم شد هر جا که می گردد آتش با اوست و از تاثیر تاب آتش
گرمی یابد الا آتش را نمی بیند و چون بیرون آید و آتش معین بیند بداند که از آتش گرم شده
و معلوم گردد که تاب حمام هم از آتش بود، و خود آدمی نیز حمامی شگرفست، در او تابش عقل
و روح و نفس همه هست، الا چون از حمام برون آئی و بدان جهان روی معین ذات عقل
را ببینی و ذات نفس و ذات روح را مشاهده کنی و بدانی که آن زیرکی و ادراک و تابش
عقل بوده است معین و آن تدبیر و حیل از نفس بود و حیوة اثر روح بود معین ذات

هر یک را بینی الا مادام که در حمامی آتش را محسوس نتوانی دیدن الّا باثر توان دیدن یا همچنان که کسی هرگز آب روان ندیده است او را چشم بسته در آب انداختند چیزی نرم نرم بر جسم او می زند الانی داند که آن چیست الا چون چشمش بگشایند بداند معین که آن آب بود اول باثر می دانست این ساعت ذاتش را می بیند پس گدائی از حق کن و حاجت ازو خواه که هیچ ضایع نشود که ادعونی استجب لکم[1]،

در سمرقند بودیم خوارزم شاه سمرقند را در حصار گرفته بود و لشکر کشیده جنگ می کرد و در آن محله دختری بود صاحب جمال چنانک در آن شهر او را نظیر نبود هر لحظه می شنیدند خداوندا تو کی روا داری که مرا بدست ظالمان دهی و می دانم که هرگز روا نداری و بر تو اعتماد دارم چون شهر را غارت کردند همه خلق را اسیر می بردند و کنیزکان آن دختر را اسیر می بردند هیچ با او المی نرسید و در غایت حسن کس او را التفات نمی کرد و نظر نمی کرد تا بدانی که هر که خود را بحق سپرد از آفتها ایمن گشت و بسلامت ماند و حاجت هیچ کس در حضرت او ضایع نشد،

درویشی فرزند خود را آموخته بود که هرچه می خواست پدرش گفتی که از خدا خواه او چون می گریست و آنرا از خدا می خواست حاضر می شد تا برین سالها بر آمد روزی کودک در خانه تنها مانده بود هریسه اش آرزو کرد بر عادت معهود گفت هریسه خواهم ناگاه کاسه هریسه از غیب حاضر شد، سیر بخورد پدر و مادر چون بیامدند گفتند چیزی نمی خواهی گفت آخر هریسه خواستم و خوردم پدرش گفت الحمد لله که بدین مقام رسیدی و اعتماد و وثوق حق بر تو قوت گرفت،

---

[1] "ہم سے دعا مانگتے رہو ہم قبول کرتے رہیں گے،،" (مومن رع ۶)

مادر مریمؑ چون مریمؑ را از او نذر کرده بود بخدا که او را وقف خانه خدا کند و بوی هیچ کاری نفرماید در گوشه مسجدش بگذاشت زکریاؑ می خواست که او را تیمار دارد و هر کسی نیز طالب بود و میان ایشان منازعت افتاد و در آن دور عادت چنان بود که هر کسی چوبی در آب انداز دی چوب هر که بر روی آب بماندی آن چیز از آن او بودی اتفاقاً فال زکریاؑ راست شد گفتند حق این ست و زکریا هر روز چون طعامی می آورد در گوشه مسجد جنس آن آنجا می یافت گفت ای مریمؑ آخر وصی تو منم این از کجا می آوری گفت چون محتاج طعام می شوم هر چه می خواهم حق تعالی می فرستد کرم و رحمت او بی نهایت است و هر که برو اعتماد کرد هیچ ضایع نشد زکریاؑ گفت خداوندا چون حاجت همه را روا می کنی من نیز حاجتی دارم میسر گردان و مرا فرزندی ده که دوست تو باشد و بی آنک او را تحریص کنم او را با تو موانست باشد و بطاعت تو مشغول باشد حق تعالی یحییؑ را در وجود آورد بعد از آنک زکریاؑ پشت دوتا و ضعیف شده بود و مادرش خود در جوانی عقیم بود در حالت پیری حیض دید و آبستن شد تا بدانی که این همه پیش حق بهانه است و همه اوست و حاکم مطلق اوست،

مومن اوست که بداند که در پس پرده کسی هست یک بیک بر احوال ما مطلع است و می بیند اگرچه ما او را نمی بینیم و این او را الیقین باشد بخلاف آنکس که گوید نی این همه حکایتست و باور ندارد روزی بیاید که چون گوشش بمالد پشیمان شود و گوید آن بد گفتم و خطا گفتم خود همه او بود من او را نفی می کردم مثلاً تو که رباب میدانی که من پس دیوارم رباب می زنی قطعاً نگاه داری و منقطع نکنی،

این نماز آخر برای آن نیست که همه روز قیام و رکوع و سجود کنی الا غرض آنست

می باید آن حالتی که در نماز ظاہر می شود پیوسته با تو باشد اگر در خواب و اگر در بیداری اگر بنویسی و اگر بخوانی در جمیع احوال خالی نباشی از یاد حق هُم فِی صَلٰوتِھِم دَائِمُونَ[1] باشی،
این گفتن و خاموشی و خوردن و خفتن و خشم و عفو و جمیع اوصاف گردش آسیا ست که می گردد قطعاً این گردش او بواسطه این باشد زیرا خود او در آبی است، آب نیز آزموده است پس اگر اسباب این گردش از خود بیند عین جہل و بی خبری باشد، پس این گردش و میدان تنگ است زیرا احوال این عالم است بحق بنال که خدا وندا مرا غیر این سیر گردش گردش دیگر روحانی میسر گردان چون ہمه حاجات از تو حاصل می شود و کرم و رحمت تو بر جمیع موجودات عامست پس حاجات دم بدم بر حق عرضه دار و بے ذکر او مباش که یاد او مرغ روح را قوت و پر و بال است، اگر آن مقصود کلی حاصل شد نور علی نور الا باری بیاد کردن حق اندک باطن منور شود، و ترا از عالم انقطاعی حاصل گردد مثلاً ہمچنانک مرغی خواہد که بر آسمان پرد اگرچه بر آسمان نرسد الا دم بدم از زمین دور می شود و از مرغان دیگر بالا می گیرد مثلاً در حقه مشک باشد و دہان حقه تنگ است دست در وی می کنی مشک نمی توانی بیرون آوردن الا مع ہذا دست معطر می شود و مشام خوش می گردد پس یاد حق ہمچنین است اگرچه بذاتش نرسی الا یادش جل جلاله اثر ہا در تو کند و فائدہ ہائے عظیم از ذکر حق حاصل شود،

فصل

شیخ ابراہیم عزیز درویشی است چون او را می بینم از دوستان یاد می آید مولانا شمس الدین را عظیم عنایت بود با ایشان پیوسته فرمودے "شیخ ابراہیم ما"، و بخود اضافت کردی عنایت

[1] حاشیه گذر چکا،

چیزی دیگرست واجتہاد کاری دیگر ابنیا بمقام نبوت باجتہاد نرسیدند آن دولت بعنایت یافتند الا سنت چنان است کہ ہر کرا آن مقام حاصل شود سیرت وزندگانی او بر طریق اجتہاد وصلاح باشد و آن ہم برای عوام ست تا بر ایشان و قول ایشان اعتماد کنند زیرا نظر خلق بر باطن نمی افتد ظاہر بینید و چون متابعت ظاہر کنند بواسطہ و ببرکت آن بباطن راہ یابند آخر فرعون نیز اجتہادی عظیم کرد در بذل واحسان و اشاعت خیر الا چون عنایت نبود لاجرم آن طاعت و اجتہاد اور افروغی نبود و آن جملہ را بپوشانید،

ہمچنانک امیری در قلعہ باہل قلعہ احسان وخیر می کند و غرض او آن ست کہ بر پادشاہ خروج کند و طاغی شود لاجرم از احسان او را قدری نباشد اگرچہ بکلی نتوان نفی عنایت کردن ازو شاید کہ حق تعالیٰ را باو عنایت خفی باشد برای مصلحتے او را مردود گرداند زیرا پادشاہ را قہر ولطف و خلعت و زندان ہر دو می باید اہل دل ازو بکلی نفی عنایت نکنند الا اہل ظاہر او را بکلی مردود دانند و مصلحت در آنست جہت قوام ظاہر پادشاہ یکی را بر دار می کند و بر ملای خلائق برجای بلندی آویزد اگرچہ بنوعی دیگر پنہان ہلاک توان کردن اما غرض آنست تا مردم اعتبار گیرند و نفاذ حکم وامتثال امر پادشاہ ظاہر شود آخر ہمہ دارہا از چوب نباشد منصب و دولت دنیا نیز دار عظیم است چون حق تعالیٰ کسی را خواہد کہ بگیرد او را در دنیا منصبی عظیم دہد یا پادشاہی بزرگ دہد ہمچون فرعون و نمرود و امثال اینہا ہمچون دار سیت کہ حق تعالیٰ ایشان را بر انجا می کند تا جملہ خلایق بر آن مطلع شوند،

حق تعالیٰ می فرماید کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ[1] یعنی جملہ عالم را آفریدیم و غرض از آن ہمہ اظہار ما بود گاہی بلطف و گاہی بقہر این آنچنان پادشاہ نیست کہ ملک او را

[1] حاشیہ گذر چکا،

یک معرّف بس باشد اگر ذرات عالم معرف شوند در تعریف او عاجز و قاصر باشند پس همه خلایق روز و شب اظهار حق می کنند الا بعضی می دانند و بر اظهار واقفند و بعضی غافلند اما اظهار حق ثابت می شود همچنانک امیری فرمود تا کی را تادیب کنند آنکس بانگ می زند و فریاد می کند مع هذا هر دو اظهار حکم امیری می کنند اگرچه از درد بانگ می زند الا دانند که ضارب و مضروب محکوم امیرند و از این هر دو اظهار حکم امیر پیدا می شود آنکس مثبت حقست، اظهار می کند حق را همیشه و آنکس که نافیست هم مظهر ست زیرا اثبات چیزی بی نفی تصور ندارد و بی مزه و لذت باشد مثلاً مناظری در محفل مسئله گفت اگر آنجا معارضی نباشد که لانسلم گوید او اثبات چه کند و نکته او را چه ذوق باشد زیرا اثبات در مقابله نفی خوش باشد همچنین این عالم نیز محفل اظهار حق است بی مثبت و نافی این محفل را رونقی نباشد و هر دو مظهر حقند یاران رفتند پیش امیر آن بر ایشان خشم گرفت که این همه اینجا چه کار دارند گفتند این غلبه ما و انبوهی ما جهت آن نیست که بر کسی ظلم کنیم برای آنست تا خود را در تحمل و صبر معاون باشیم و همدیگر را یاری دهیم همچنانک در تعذیب خلق جمع می شوند برای آن نیست که مرگ را دفع کنند غرض آنست تا صاحب مصیبت را تسلی شوند و از خاطرش دفع وحشت کنند،

اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ[۱] درویشان حکم یک تن دارند اگر عضوی از اعضاء درد گیرد باقی اجزا متالم شوند چشم دیدن خود بگذارد و گوش شنیدن و زبان گفتن همه بر آنجا جمع شوند شرط یاری آنست که خود را فدای یار خود کند و خویشتن را در غوغا اندازد جهت یار زیرا همه رو بیک چیز دارند و غرق یک بحرند اثر ایمان و شرط اسلام این باشد، یاری که بتن کشند چه ماند به یاری به جان کشند، لا ضَیْرَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ[۲] مومن چون

[۱] تمام مومنین مثل ایک ذات واحد کے ہیں، [۲] کچھ حرج نہیں ہمکو تو اپنے پروردگار کی طرف پلٹنا ہی ہے۔ (شعراء ع ۳)

خود را فدای حق کنند از بلا و خطر دست و پا چه اندیشند چون سوی دوست می روی دست
و پا چه حاجتست دست و پا برای آن داد تا ازو بدین طرف روان شوی لکن چون
سوی پای ساز و دست ساز می روی اگر از دست بروی و در از پای افتی و بی دست
و پای شوی چون سحرهٔ فرعون چه غم باشد، شعر

زهر از کف یار سیمبر توان خورد　　تلخی سخنش همچو شکر توان خورد
بس با نمکست یار بس با نمکست　　جای که نمک بود جگر توان خورد

فصل

ان الله مريد للخير والشر كليهما ولا يرضى الا الخير، لانه قال كنت كنزاً مخفياً فاحببت
ان اعرف، لا شك ان الله تعالى يريد الامر والنهي والامر لا يصح الا اذا كان المامور كارهاً لما
امر به لا يقال كل الحلاوة والسكر يا جائع، وان قيل هكذا لا يسمى امراً بل يسمى اكراماً كذلك النهي
لا يصح عن شيء يرغب عنه الانسان لا يصح ان يقال لا تأكل الحجر ولا تاكل الشوك ولو قيل هكذا لا يسمى
نهياً فلا بد لصحة الامر بالخير والنهي عن الشر من نفس راغبة الى الشر وارادة وجود مثل
هذه النفس ارادة للشر ولكن لا يرضى الشر والا لما امر بالخير ونظيره من اراد التدريس
انه مريد لجهل المتعلم لان التدريس لا يمكن الا بجهل المتعلم ارادة الشيء ارادة ما هو من لوازمه
ولكنه لم يرض بجهله والا لما علمه، وكذلك الطبيب فانه انما يريد مرض الناس اذا اراد
ظهور طبه لنفسه لانه لا يمكن ظهور طبه الا بمرض الناس ولكنه لا يرضى بمرض الناس
والا لما داواهم وعالجهم وكذا الخباز يريد جوع الناس لحصول كسبه ومعاشه، ولكن ما
يرضى بجاعتهم والا لما باع الخبز وكذا الامراء والخيل يريدون ان يكون لسلطانهم

مخالف وعدوا لاانما یظهر رجلیتهم ومحبتهم للسلطان ولا یحبهم السلطان لعدم الحاجة الیهم لکن لا یرضون عن مخالفیه ولا لما قاتلوا وکذلک الانسان یرید دواعی الشر فی نفسه لانه یحب ان یکون شاکرا مطیعاً متقیا وهذا لا یمکن الابوجود الداعی لترک الشکر والطاعة والتقوی فی نفسه وارادة کلشیٔ ارادة ما هو من لوازمه ولکن لا یرضی بها لانه مجاهد بازالة مثل هذه الاشیاء من نفسه فعلم انه مرید للشر من وجه وغیر مرید له من وجه والخصم یقول انه غیر مرید للشر من وجه ما وهذا المحال ان یرید الشئ ولما یرید ما هو من لوازمه ومن لوازم الامر والنهی هذه النفس الابیة التی ترغب الی الشر طبعاً وتنفر عن الخیر طبعا وهذه النفس من لوازمه مع جمیع الشرور التی فی الدنیا فلو لم یرد هذه الشرور لم یرد النفس واذا لم یرد النفس لم یرد الامر والنهی الملزوم للنفس ولو رضی بها ایضاً لما امرنا ولما نهانا فالحاصل ان الشر مراد لغیره،

ثم نقول اذا کان مریداً لکل خیر ومن الخیرات دفع الشر ورفکان مریداً لدفع الشر ولا یمکن الایمان الابعد الکفر فیکون من لوازمه الکفر الحاصل ارادة الشر انما یکون قبیحاً اذا ارادة لعینه اما اذا ارادة لغیره لا یکون قبیحا قال الله تعالیٰ ولکم فی القصاص حیوة لاشک بان القصاص شر وهدم لبنیان الله تعالیٰ ولکن هذا شر جزوی وصون الخلق عن القتل خیر کلی وارادة الشر الجزوی لارادة الخیر الکلی فلیست بقبیحة وترک ارادة الشر الجزوی رضا بالشر الکلی فهو القبیح ونظیر هذا ان الام لا ترید زجراً للولد لانها لا تنظر الا الی الشر الجزوی والاب یرید زجره لقطع الجز ولا کلته نظراً الی الشر الکلی ان الله تعالیٰ عفو غفور شدید العقاب فهل یرید ان یصدق علیه هذه الاسامی او لا فلابد من بلی ولا یکون عفواً غفواً الابعد وجود الذنوب وارادة الشی ارادة ما هو من لوازمه وکذا امرنا بالعفو وامرنا بالصلح والاصلاح ولا تکون بهذا الامر فائدة الابوجود الخصومة نظیره ما قال صدر الاسلام ان الله تعالیٰ

امرنا بالکسب وتحصیل المال لانه قال وانفقوا فی سبیل الله ولا یمکن انفاق المال الا بالمال فکان
امرا بتحصیل المال ومن قال لغیره قم فصل فقد امره بالوضوء وامره بتحصیل الماء وبکل ما هو من لوازمه

فصل

الشکر صید وقید للنعم، اذا سمعت صوت الشکر تاهبت للمزید، اذا احب الله عبداً
ابتلاه، فان صبر اجتباه، وان شکر اصطفاه، بعضهم یشکرون الله لقهره، وبعضهم یشکرونه للطفه
وکل واحد منهما خیر لان الشکر تریاق، یقلب القهر باللطف، العاقل الکامل هو الذی یشکر علی الجفاء
فی الحضور والخفاء، فهو الذی اصطفاه الله، وان کان مراده درک النار فبالشکوی یستعجل مقصوده
لان شکوی الظاهر نقیض لشکوی الباطن، قال النبی علیه السلام انا الضحوک القتول یعنی
ضحکی فی وجه الجانی قتل له، والمراد من الضحک الشکر مکان الشکایة وحکی ان یهودیاً کان فی
جوار احد من اصحاب رسول الله صلعم وکان الیهودی باعلی غرفة ینزل منها الاحداث
والانجاس وابوال الصبیان وغسیل الثیاب الی بیته، وهو یشکر الیهودی ویامر اهله بالشکر
ومضی علی هذا ثمان سنین، حتی مات المسلم فدخل الیهودی لیعزی اهله فرأی فی البیت تلک
النجاسات، ورأی منافذها من الغرفة فعلم ما جری فی المدة الماضیة وتندم ندماً شدیداً وقال لاهله ویحکم
لم لم تخبرونی ودائما کنتم تشکرونی قالوا انه کان یامرنا بالشکر ویهددنا علی ترک الشکر فآمن الیهودی

ذکر نیکان محرض نیکی است همچو مطرب که باعث سکی است

لهذا ذکر الله فی القرآن انبیاءه وصالحی عباده وشکرهم علی ما فعلوه ولمن قدر وغفر شکر مریدان پستان نعمت است
پستان اگرچه پر بود تا نه مزی شیر نه آید، بپرسیدند که سبب ناشکری چیست و آنچ مانع شکرست چیست شیخ فرمود مانع
شکر خام طمعیست آنچ بدو رسید بیش از آن طمع کرده بود آن طمع خام او را ناشکر کرد

پس از غیب خود غافل بود و آن نقد که پیشکش کرد از غیب وا ز و ز ر یافت آن غافل بود

لاجرم طمع خام ہچون میوۂ خام خوردن ست و نان خام و گوشت خام خوردن ست لاجرم

موجب تولد علت باشد و تولد ناشکری چون دانست که آن مضر خورد استفراغ واجب است

حق تعالی الحکمت خویشتن او را به بے شکری مبتلا کرد تا استفراغ کند و از آن پنداشت

فاسد فارغ شود و آن یک علت صد نه شود،

وبلوناهم بالحسنات والسیئات لعلهم یرجعون[1]، یعنی رزقناهم من حیث لا یحتسبون وهو الغیب

وتنفر نظرهم عن رؤیة الاسباب التی هی کالشرکاء لله کما قال لابی یزید یا رب ما اشرکت بک

قال الله تعالی یا ابا یزید ولا لیلة اللبن یعنی ذات لیلة اضر فی اللبن، وانا الضار

النافع، فنظر الی السبب فعده الله مشرکا وقال انا الضار قبل اللبن وبعد اللبن ولی

جعلت اللبن کالذنب والمضرة کالتأدیب من الاستاد، فاذا قال الاستاد لا تاکل الفواکه

فاکل التلمیذ فضرب الاستاد علی کف رجله لا یصح ان یقول اکلت الفواکه فاضر رجلی

وعلی هذا الاصل من حفظ لسانه عن الشرک تکفل الله ان یطهر روحه عن اغراس الشرک، القلیل

عند الله کثیر الفرق بین الحمد والشکر ان الشکر علی النعم لا یقال شکرته علی جماله علی شجاعته والحمد اعم،

فصل

شخصے امامت می کرد و خواند الاعراب اشد کفرا و نفاقا[2] مگر از روستای عرب یکی

حاضر بود سیلی محکم دیر افرد کوفت در رکعت دیگر خواند ومن الاعراب من یؤمن

---

[1] اور ہم نے نعمتوں اور مصیبتوں دونوں کے ذریعہ سے انکی آزمایش کی تاکہ وہ ہماری طرف رجوع کریں (اعراف ع ۲۱) [2] عرب کے دیہاتی کفرو نفاق مین بڑے ہی سخت ہین،، (توبہ ع ۱۲)

باللہ والیوم الآخر[1] آن عرب گفت الصفع اصلحک هر دم سیلی می خوریم از غیب ور هرچه پیش می گیریم آن سیلی از آن دور می کنند باز چیزی دیگر پیش می گیرم،

قیل لاطاقة لنا به الخسف والقذف وقیل قطع الاوصال الیسر من قطع الوصال، مراد خسف بدنیا فرو رفتن ست، و از اهل دنیا شدن، و از قذف از دل اولیا بردن افتادن، چنانک کسی طعام نخورد و در معده وی ترش شود، و آن را قی کند، اگر آن طعام ترش شدی و قی نکردی جزو آدمی خواست شدن، اکنون مرید نیز چاپلوس و خدمت می کند تا در دل شیخ گنجائی یابد، العیاذ باللہ چیزی از مرید صادر شود، و شیخ را خوش نیاید، و او را از دل بیندازد مثل آن طعام است که خورد و قی کرد چنانک بمرور ایام شیخ خواست شدن، بسبب حرکت ناخوش از دلش بیرون انداخت،

عشق تو منادی بعالم در داد تا دلها را بدست شور و شر داد

وانگه همه را بسوخت خاکستر کرد وآورد بباد بی نیازی بر داد

در آن باد بی نیازی ذرات خاکستر آن دلها رقصان و نعره زنانند، و اگر نه چنین اند این خبر را که آورد و هر دم این خبر را که تازه می کند و اگر دلها حیات خویشتن را در آن سوختن و برباد دادن نبینند، چندین چون رغبت کنند در سوختن، آن دلها که در آتش شهوات دنیا سوخته و خاکستر شدند، هیچ ایشان را آوازه و رونقی می بینی و می شنوی،

لقد علمت وما الاسراف من خلقی ان الذی هو رزقی سوف یاتینی

---

[1] عرب کے دیہاتیوں میں سے ایسے ہیں، جو خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں،،

(توبہ ع ۱۲)

اسعی له فیتعبنی تطلبه ولو جلست اتانی لایعنینی

بدرستی که من دانسته ام قاعده روزی را وخوی من نیست که بگزاف دوادو کنم ورنج برم بے ضرورت بدرستی، آنچ روزی من است از سیم واز خورش واز پوشش واز شهوت چون بنشینم بر من بیاید من چون می دوم در طلب این روزی مرا بر رنج مانده وخوار میکند طلب کردن اینها واگر صبر کنم وبجای خود بنشینم وا درا می کشد چون نتواند مرا کشیدن بر من بیاید زیرا که روزی همه طالب من ست واو مرا می کشد،

حاصل سخن این ست که بکار دین مشغول می باش تا دنیا پس تو دود مراد ازین نشستن نشستن است بر کار دین اگرچه می دود او نشسته است واگر نشسته است چون برای دنیا نشسته است او می دود، قال النبی صلعم من جعل الهموم هما واحدا کفاه الله سائر همومه[1] هر کرا ده غم باشد غم دین را بگیرد حق تعالی نه را بی سعی او راست کند چنانک انبیا در بند نام ونان نبوده اند در بند رضا طلبی حق بوده اند نان ونام ایشان بر وند هر که رضای حق طلبید این جهان وآن جهان با پیغمبران همنشین وهمخانه اولئک مع النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین[2] چه جای این ست بلک با حق همنشین است انا جلیس من ذکرنی[3] اگر حق همنشین او نبودی در دل او شوق حق نبودی هرگز بوی گل بے گل نباشد هرگز بوی مشک بے مشک نباشد این سخن را پایان نیست واگر پایان باشد چون سخنهائے دیگر نباشد،

---

[1] جس نے اپنے تمام رنجون کو چھوڑ کر صرف ایک رنج وفکر کو قایم رکھا حق تعالی اسکی دوسری فکر دن کو از خود دور کرے گا، [2] یہ لوگ رفیق رہین گے انبیا، وصدیقین، اور شہدا، اور صالحین کے، قرآن کی اصل عبارت یون ہے :- فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (نساع ۹)

[3] جو مجھے یاد کرتا ہے مین اس کا ہمنشین ہو جاتا ہون،

شب رفت و حدیث ما بپایان نرسید　　شب را چه گنه حدیث ما بود دراز

شب و تاریکی این عالم بگذرد و نور این سخن هر دم ظاهرتر باشد چنانک شب عمر انبیاءؑ بگذشت و نور حدیث شان نگذشت و منقطع نشد و نخواهد شدن،

مجنون را گفتند که لیلی را دوست می داری چه عجب هر دو طفل بودید و در یک مکتب؛ مجنون گفت این مردمان ابلهند، ای ملیحة لاتشتهی　هیچ مردی باشد که بزن خوب میل نکند بلکه عشق آن ست که غذا و مزه از و یابد همچنانک دیدار پدر و مادر و خوشی فرزند و شهوت و انواع لذت از و یابد، مجنون مثال شد از آن عاشقان چنانک در نحو عمر و زید،

گر نقل و کباب و گر می ناب خوری　　می دان که بخواب در همی آب خوری

الدّنیا کحلم النائم دنیا و تنعم و دنیا همچنانست که کسی در خواب چیزی خورد پس حاجت دنیا و خواستن همچنانست که کسی در خواب چیزی خواست و دادندش عاقبت چون بیداری ست از آنچ در خواب خورد هیچ نفعی نباشد پس در خواب چیزی خواسته باشد و آن را بوی داده باشند، فکان النوال بقدر السوال

فصل

امیر گفت ما احوال آدمی را یک بیک دانستیم و یک سر موی از مزاج و طبیعت و گرمی و سردی او از ما فوت نه شد هیچ معلوم نه گشت که آنچ در او باقی خواهد ماندن چه چیز ست،

فرمود که اگر دانستن آن بمجرد قول حاصل شدی خود بچندین کوشش و مجاهده بانواع محتاج نبودی و هیچ کس خود را در رنج نینداختی و فدا نکردی مثلاً یکی بے خبر آمد غیر آب شور

نهنگان و ماهیان نمی بیند گوید که این گوهر کجاست مگر خود گوهر نیست گوهر بحر و دیدن بحر کجا حاصل شود، اکنون اگر صد هزار بار آب دریا را طاس طاس بپیماید گوهر را نیابد، غواصی می باید تا بگوهر راه برد و آنگاه هر غواصی نی غواصی چالاک نیک بختی، این هنرها و علمها همچون پیمودن آب دریاست بطاس، طریق یافتن گوهر نوع دیگرست، بسیار کس باشد که بجمله هنرها آراسته باشد و صاحب مال و جمال بود الا دراو آن معنی نباشد، و بسا کس ظاهر او خراب باشد او را حسن صورت و بلاغت نباشد الا آن معنی که باقیست دراو باشد و آن آنست که آدمی بدان مشرف و مکرم ست و بواسطه آن رجحان دارد بر سائر مخلوقات،

شیران و پلنگان و دیگر مخلوقات را هنرو صنعتها و خاصیتها باشد الا آن معنی که باقی خواهد بود در ایشان نیست اگر آدمی بآن معنی راه برد خود فضیلت خویشتن را حاصل کرد والا او را از آن فضیلت هیچ بهره نباشد، این جمله هنرها چون نشاندن گوهر هاست بر پشت آئینه روی آئینه از آن فارغ است روی آئینه را صفا می باید، آنکه روی او زشت دارد طمع در پشت آئینه کند زیرا که روی آئینه غماز است و آنکه خوب روست روی آئینه را بصد جان می طلبد زیرا روی آئینه مظهر حسن اوست یوسف مصری را دوستی از سفر آمد گفت جهت من چه ارمغانی آوردی؟ گفت چیست که ترا نیست الا جهت آنکه از تو خوب تر هیچ چیز نیست آئینه آوردم تا هر لحظه روی خود را در وی مشاهده کنی، چیست که حق تعالی را نیست و او را بدان احتیاج است؟ پیش حق تعالی دلی روشن می باید بردن تا در وی روی خود در بینی ان الله تعالی لاینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم بل ینظر الی قلوبکم

بلاد ما اردت وجدت فیها ولیس یفوتها الا الکرام

شهری که دراو هرچه خواهی بیابی از خوبرویان و لذات مشتهای طبع و آسایش

گوناگون الا او را عاقلی نباشد یالیت که بعکس این بودی آن شهر وجود آدمی ست اگر در او هزار هنر باشد و آن معنی نبود آن شهر خراب اولیتر و اگر آن معنی هست و آرایش ظاهر نیست باکی نبود سر او می باید که معمور باشد آدمی که در هر حالتی که هست او مشغول حق ست و آن اشتغال ظاهر مانع مشغولی باطن نیست همچنانکه زن حامله در حالتی که هست در صلح و جنگ و خوردن و خفتن آن بچه در شکم او می بالد و قوت و حواس می پذیرد و مادر را از آن خبر نیست آدمی نیز حامل آن سر است که قال الله تعالی وحملها الانسان انه کان ظلوماً جهولاً[1] الا حق تعالی او را در ظلم و جهل نگذارد،

از مصاحبی صورت آدمی مرافقت و موافقت و هزار آشنائی خیزد از آن سر که آدمی حامل آنست چه عجب که یاری ها و آشنائی ها آید تا بعد از مرگ ازو چها خیزد سر می باید که معمور باشد زیرا سر همچون بیخ درخت است اگرچه پنهان ست اثر او بر شاخسار ظاهر است اگر شاخی دو شکسته شود چون بیخ محکمست باز بروید الا اگر بیخ خلل یابد نه شاخ ماند نه برگ،

حق تعالی فرمود السلام علیک ایها النبی یعنی سلام بر تو و بر هر که از جنس تست و اگر غرض حق تعالی این نبودی مصطفیؐ علیه السلام مخالفت نکردی و نفرمودی که علینا و علی عباد الله الصالحین زیرا که چون سلام مخصوص بودی بر او اضافت بندگان صالح نکردی یعنی آن سلام که تو بر من دادی بر من و بندگان صالح تو که جنس منند چنانکه مصطفیؐ فرمود در وقت وضو نماز درست نیست الا باین وضو مقصود آن نبود الا بایستی که نماز هیچ کس درست نبودی چون شرط صحت صلوٰة وضوی مصطفیؐ بودی پس غرض آنست که هر که جنس این وضو نه کند نمازش درست نباشد چنانکه گویند این طبق گلنار ست چه معنی یعنی که گلنار همین ست و بس نه بل این جنس گلنارست،

[1] حاشیه گذر چکا،

روستائی بشهر آمد و مهمان شهری شد شهری او را حلوه آورد روستایی او را باشتها بخورد گفت ای شهری من شب و روز بگزر خوردن آموخته بودم این ساعت طعم حلوا چشیدم لذت گذر از چشم افتاد اکنون هر باری حلوا نخواهم یافتن و آنچ داشتم بر دلم سرد شد چه چاره کنم چون روستائی حلوا چشید بعد از آن میل بشهر کرد زیرا شهری دلش بر د چار در پی دل بباید رفتن بعضی باشند که سلام دهند و از سلام ایشان بوی مشک آید و بعضی باشند که سلام دهند واز سلام ایشان بوی دود آید و این را کسی دریابد و او را مشامی باشد یار را می باید امتحان کردن تا آخر پشیمانی نباشد سنت حق اینست، ابدء بنفسك نفس نیز اگر دعوی بندگی کند بی امتحان از و قبول مکن در وضو آب را در بینی می برند بعد از آن که می چشند بمجرد دیدن قناعت نمی کنند یعنی شاید صورت آن برجا باشد و طعم و بویش متغیر باشد این امتحان است جهت آبی آنکه بعد از امتحان بروی می برند، هرچه تو در دل پنهان داری از نیک و بد حق تعالی آن را بر ظاهر تو پیدا گرداند هرچه بیخ درخت پنهان می خورد اثر آن در شاخ و برگ پیدا می شود سیماهم فی وجوههم من اثر السجود[1]، وقوله تعالی سنسمه علی الخرطوم[2]، اگر هر کسی بر ضمیر تو مطلع نشود رنگ روی خود را چه خواهی کردن؟

فصل

همه چیز را تا نجوئی نیابی جز این دوست را تا نیابی نجوئی

طلب آدمی آن باشد که چیزی نایافته طلب کند و شب و روز در جست وجوی آن باشد الا طلبی که یافته باشد و مقصود حاصل بود و طالب آن حاصل باشد این عجب ست

[1] ان کی پیشانیوں پر سجدہ کے نشان سے گھٹے پڑے ہوئے ہیں،، (فتح، ع ۴) [2] حاشیہ گذر چکا۔

این چنین طلب در وهم آدمی نگنجد و بشر آنرا نتواند تصور کردن زیرا طلب او از برای چیزیست که نیافته است و این چیزی که یافته باشد و طلب کند حق است زیرا حق تعالی همه چیز را یافته است و همه چیز در قدرت او موجود است که کن فیکون،

الواجد الماجد واجد آن باشد که همه چیز را یافته باشد حق تعالی طالب است که هو الطالب الغالب پس مقصود ازین نیست آن ست که ای آدمی چندانک تو درین طلبی که حادثست و وصف آدمیست از مقصود دوری و چون طلب تو در طلب حق فانی شود و طلب حق بر طلب تو مستولی گردد تو آنگه طالب شوی بطلب حق،

یکی گفت مرا هیچ دلیلی قطعی نیست که ولی و واصل بحق کدامست نه قول و نه فعل و نه کرامات و نه هیچ چیز زیرا قول شاید که آموخته باشد و فعل و کرامات رهبانان را نیز هست و ایشان استخراج ضمیر می کنند و بسیار عجائب نیز بطریق سحر اظهار کرده اند و ازین جنس برشمرد،

فرمود که تو هیچ کس را معتقد هستی یا نه؟ گفت ای واللہ معتقد و عاشقم،

فرمود که آن اعتقاد تو در حق آنکس مبنی بر دلیلی و نشانی بود یا خود همچنین چشم فراز کردی و آنکس را اگرفتی گفت حاشا که بی دلیل و نشان باشد،

فرمود پس چرا می گوئی که بر اعتقاد هیچ دلیلی نیست و سخن متناقض می گوئی،

یکی گفت که هر ولی را و بزرگی را زعم آن ست که این قرب که مرا با حقست و این عنایت که حق را با منست هیچکس را نیست و با هیچ کس نیست،

فرمود این چیز را که گفت؟ ولی گفت و یا غیر ولی؟ اگر ولی گفت پس چون او دانست و هر ولی را اعتقاد این ست در حق خود؟ پس او بدین عنایت مخصوص نبوده باشد و اگر غیر ولی گفت، پس فی الحقیقت ولی خاص حق اوست که حق تعالی این راز را

از جملهٔ اولیا پنهان داشت، و از وی مخفی نکرد، مثال گفت که پادشاهی را ده کنیزک بود، کنیزکان گفتند خواهیم تا بدانیم از ما محبوب ترکیست پیش پادشاه، شاه فرمود این انگشتری فردا در خانهٔ هر که باشد او محبوب تر است، روز دیگر مثل آن انگشتری ده حلقه فرمود ساختن و بهر کنیزکی یک انگشتری داد، فرمود سوال هنوز قائمست و این جواب نیست و بدین تعلق ندارد این خبر را از آن ده کنیزک یکی گفت یا برون آن ده کنیزک اگر از آن ده کنیزک یکی گفت پس چون او دانست که این انگشتری باو مخصوص نیست و هر کنیزک مثل آن دارد پس او را رجحان نباشد و محبوب تر نبود و اگر این خبر را غیر آن ده کنیزک گفت پس رجحان خود قرناق خاص پادشاه و محبوب اوست،

یکی گفت عاشق می باید که ذلیل و خوار و خمول باشد، ازین اوصاف برشمرد، فرمود که عاشق این چنین می باید که بر مراد معشوق رود اگر این تذلیل بی مراد معشوق بود او عاشق نبود، پیرو مراد خود باشد و اگر بمراد معشوق باشد و چون معشوق نخواهد که ذلیل و خوار باشد او ذلیل چون بود؟ پس معلوم شد که معلوم نیست احوال عاشق الا تا معشوق او را چون خواهد،

عیسی علیه السلام فرموده است عجبت من الحیوان کیف یاکل الحیوان اهل ظاهر میگویند که آدمی گوشت حیوان می خورد و هر دو حیوانند، این خطاست، چرا زیرا که آدمی گوشت می خورد و آن حیوان نیست جمادست زیرا چون کشته شد حیوانی نماند الاغرض آنست که شیخ مرید را فرو می خورد بی چون و چگونه عجب می دارم از چنین کاری نادر،

یکی سوال کرد که ابراهیم علیه السلام بنمرود گفت که خدای من مرده را زنده کند و زنده را مرده گرداند، نمرود گفت که من نیز یکی را معزول کنم چنانست که او را میرانیدم و یکی را منصب دهم چنان ست که او را زنده گردانیدم، آنگاه ابراهیم از آنجا رجوع کرد و ملزم شد بدان، در

دلیلی دیگر شروع کرد که خدای من آفتاب را از مشرق بر می آرد و بمغرب فرو می برد تو بعکس آن کن، این سخن از روی ظاهر مخالف آنست،

فرمود حاشا که ابراهیم علیه السلام بدلیل او ملزم شود و او را جواب نماند بلک این همان سخن ست در مثال دیگر یعنی حق تعالی اجنین را از مشرق رحم بر می آرد و بمغرب گور فرو می برد تو اگر دعوی خدائی می کنی بعکس آن کن از مغرب گور آورد در مشرق رحم باز فرو بر پس یک سخن بوده باشد حجت ابراهیم علیه السلام حق تعالی آدمی را هر لحظه از تو می آفریند و در باطن او چیزی دیگر تازه تازه می فرستد که اول بدوم نمی ماند الا او از خویشتن غافل ست و خود را نمی شناسد،

سلطان محمود را اسپی بحری آورده بودند عظیم خوب بود صورتی بغایت نغز داشت روز عید سوار شد بر آن اسپ جمله خلائق بنظاره بر بامها نشسته بودند و آن را تفرج می کردند مستی در خانه نشسته بود و او را بزور تمام بر بام بردند که تو نیز بیا تا اسپ بحری را ببینی گفت من بخود مشغولم نمی خواهم که پروای آن ندارم فی الجمله چاره نبود چون بر کنار بام آمد سخت سرمست بود چون مست سلطان را بر آن اسپ دید گفت این اسپ را پیش من چه محل باشد اگر درین حالت مطرب ترانهٔ بگوید و اسپ از آن من باشد فی الحال آنرا بمطرب بخشم سلطان این را بشنید عظیم خشمگین شد فرمود که او را محبوس بزندان کردند هفتهٔ بر آن بگذشت این مرد بسلطان مرد فرستاد که آخر مرا چه گناه بود؟ شاه عالم بفرماید تا بنده را معلوم شود، سلطان فرمود تا او را حاضر کردند گفت ای رندِ بی ادب آن سخن را چون گفتی و چون یارستی گفتن؟ گفت ای شاه عالم آن سخن را من نگفتم آن دم مردکی مست بر کنار بام ایستاده بود آن سخن را گفت و رفت درین ساعت من آن نیستم من مردی ام عاقل و هوشیار شاه را خوش آمد

خلعتش داد و از زندانش استخلاص فرمود،

هر که با ما تعلق گرفت و ازین شراب مست شد هر جا که رود با هر که نشیند و با هر قومی که صحبت کند فی الحقیقت با ما نشیند و با این جنس می آمیزد زیرا صحبت اغیار آئینهٔ لطف صحبت یار است و آمیزش با غیر جنس موجب محبت و اختلاط با جنس است و بضدها تتبین الاشیاء، ابوبکر صدیقؓ شکر را امی نام نهاده بود یعنی شیرین مادر زاد، اکنون میوه هاے دیگر بر شکر نخوت می کنند که ما چندین تلخی چشیده ایم تا بمنزل شیرینی رسیده ایم تو لذت شیرینی را چه دانی چون مشقت تلخی را نه کشیدهٔ؟

فصل

سوال کردند از تفسیر این بیت :-

ولیکن هوی چون بغایت رسد   شود دوستی سر بسر دشمنی

فرمود که عالم دشمنی تنگ است نسبت به عالم دوستی، زیرا از عالم دشمنی می گریزند تا بعالم دوستی رسند، و هم عالم دوستی نیز تنگست نسبت بعالمی که دوستی و دشمنی از وهست می شود، و دوستی و دشمنی و کفر و ایمان موجب دولیست، زیرا کفر انکارست و منکر را کسی می باید که منکر او شود، و مقر را کسی می باید که بدو اقرار آرد، پس معلوم شد که یگانگی و بیگانگی موجب دولیست، و آن عالم ورای کفر و ایمان و دوستی و دشمنیست، و چون دوستی موجب دوئی باشد و عالمی هست که آنجا دوئی نیست و اتحاد و یگانگی محضست چون آنجا رسید از دوئی جدا شد پس آن عالم اول که دوئی بود اگر عشق ست و اگر دوستی نسبت بدان عالم که این ساعت نقل کرد نازل و دونست که آنرا نخواهد و دشمن دارد،

چنانک منصور را چون محبت حق بنهایت رسید، دشمن خود شد و خود را نیست گردانید گفت اناالحق یعنی من فنا گشتم و حق ماند و بس و این غایت تواضع است و نهایت بندگی یعنی اوست و بس دعوی و تکبر آن باشد که گوئی تو خدائی و من بنده پس هستی خود را نیز اثبات کرده باشی اینجا دوئی لازم آید و این نیز که می گوئی هوالحق هم دوئیست زیرا که تا انا نباشد هو ممکن نه شود پس حق گفت اناالحق چون غیر او موجودی نبود و چون منصور فنا شده بود آن سخن حق بود،

عالم خیال نسبت بعالم مصورات و محسوسات فراخست زیرا جمله مصورات از خیال می زاید و عالم خیال نسبت بآن عالم که خیال ازو هست می شود هم تنگ است از روی سخن این قدر فهم شود و الا حقیقت معنی محال ست که از لفظ و عبارت معلوم شود،

سوال کرد که پس الفاظ و عبارات را فائده چیست؟

فرمود که سخن را فائده آنست که ترا در طلب آرد و تهییج کند نه آنکه مطلوب بسخن حاصل شود و اگر چنین بودی بچندین مجاهده و فنائی خود حاجت نبودی سخن چنانست که از دور چیزی می بینی جنبنده در پی آن می دوی تا آنرا می بینی نه آنک بواسطهٔ تحرک او او را ببینی ناطقهٔ آدمی نیز در باطن همچنین است بهیجت ترا در طلب آن معنی داگرچه او را نمی بینی بحقیقت،

یکی می گفت من چندین تحصیل علوم کردم و ضبط معانی کردم، هیچ معلوم نشد که از آدمی آن معنی کدامست که باقی خواهد بودن،

فرمود که اگر بمجرد سخن معلوم شدی خود محتاج بفنای وجود و چندین رنجها نبودی چندان می باید کوشیدن که تو نمانی تا بدانی آن چیز را که خواهد ماندن، یکی میگوید که شنیده ام که کعبه هست ولیکن چندانک نظر می کنم کعبه را نمی بینم بر بام بردم و کعبه را نظر کنم چون بر بام می رود و گردن دراز می کند نمی بیند کعبه را منکر می شود دیدن کعبه بمجرد این حاصل نه شود چون از جا می خود نمی

تواند بید منکر می شود همچنان که در زمستان پوستین را بجان می طلبی چون تابستان شد پوستین را می اندازی و خاطر از ان متنفر می شود اکنون طلب کردن پوستین جهت تحصیل گرما بود در زمستان بواسطه مانع گرما ازانی یافتی محتاج وسیلت پوستین بودی اما چون مانع نماند پوستین را انداختی،

اذا السماء انشقت[1] و اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا[2] اشارت بآنست یعنی تو لذت اجتماع دیدی اکنون روزی بیاید که لذت افتراق این اجزا ببینی و فراخی آن عالم را مطالعه کنی و ازین تنگنای خلاص یابی همتائی را بچار میخ مقید کرده اند او پندارد که در آن خوش است و لذت خلاص را فراموش کرده چون از چار میخ برهد بداند که در چه عذاب بوده همچنان طفلان را پرورش و آسایش در گهواره باشد و در آنگ دستهاش را ببندند الا اگر بگهواره بالغی را مقید کنند عذاب باشد،

بعضی را مزه در آنست گلها شگفته گردند و از غنچه سر برون آرند و بعضی را مزه در آنست که اجزای گل جمله متفرق شوند و باصل خود پیوندند، اکنون بعضی خواهند که هیچ یاری و عشق و کفر و ایمان نماند تا باصل خود پیوندند، زیرا این همه دیوارهاست و موجب دوئی و تنگیست و آن عالم موجب فراخی و وحدت است آن سخن خود است چندان عظیم نیست و قوتی ندارد و چگونه عظیم باشد آخر سخن است و سخن موجب ضعف است موثر حقیقت و مهیج اوست این در میان روی پوشست ترکیب و دو سه حرف چه موجب حیاة و هیجان باشند؟ مثلاً یکی پیش تو آمد او را مواضعات کردی و اهلاً و سهلاً گفتی با آن خوش شد و موجب محبت گشت و یکی را دو سه دشنام دادی آن دو سه لفظ موجب غضب شد و رنجید، اکنون چه

---

[1] جب آسمان پھٹ جائے، (انشقاق/ع ۱)۔ [2] "جب زمین بھونچال سے کانپنے لگے" (زلزال)،

تعلق وارد ترکیب دو سه لفظ بر زیادتی محبت و رضا و برانگیختن غضب و دشمنی الا حق تعالیٰ اینها را اسباب و پرده ها ساخته است تا نظر هر یکی بر جمال و کمال او نیفتد پرده های ضعیف مناسب نظرهای ضعیف و اوسبیں پرده ها حکمها می کند و اسباب می سازد این نان در واقع سبب حیوة نیست الا حق تعالیٰ او را سبب حیواة و قوت ساخته است آخر او جماد است ازین رو که حیوة انسانی ندارد چه موجب زیادتی قوت باشد اگر او را حیات بودی خویشتن را زنده داشتی،

فصل

پرسیدند معنی این بیت، ؎

ای برادر تو همان اندیشهٔ ما بقی تو استخوان و ریشهٔ[1]

فرمود که تو باین معنی نظر کن که همان اندیشه اشارت با اندیشه مخصوص ست آن را باندیشه عبارت کردیم جهت توسع اما فی الحقیقة آن اندیشه نیست و اگر هست این جنس اندیشه نیست که مردم فهم کرده اند ما را غرض این معنی بود از لفظ اندیشه و اگر کسی خواهد که نازکتر تاویل کند جهت فهم عوام بگوید، که الانسان حیوان ناطق و نطق اندیشه باشد خواهی مضمر خواهی مظهر و غیر این حیوان باشد پس درست آمد که انسان عبارت از اندیشه است ما بقی استخوان و ریشه است کلام همچون آفتاب است همه آدمیان گرم و زنده ازو اند و دائما آفتاب هست و موجود است و همه ازو دائما گرم اند الا آفتاب در نظر نمی آید و نمی دانند که ازو زنده و گرم اند اما چون بواسطه لفظی عبارتی خواهی شکر خواهی شکایت خواهی خیر خواهی شر گفته آید آفتاب در نظر آید همچنین آفتاب فلکی دائما تابانست اما در نظر نمی آید شعاعش

[1] مثنوی دفتر دوم، "دگمان بردن کاروانیان که مگر بهیمهٔ صوفی رنجور است"

تا بر دیواری نتابد همچنانک تا بواسطه حرف و صورت نباشد شعاع آفتاب سخن پیدا نشود اگرچه دائماً هست زیراکه آفتاب لطیف است و هو اللطیف کثافتی می باید تا بواسطه آن در نظر آید و ظاهر شود،

یکی گفت خدا او را هیچ معنی ننمود و غیره وافسرده ماند چونک گفتند خدا چنین فرمود و چنین نهی کرد گرم شد و دید پس لطافت حق را اگرچه موجود بود در وی تافت نمی دید تا بواسطه امر و نهی و خلق و قدرت بوی شرح نه کردند نتوانست دیدن بعضی هستند که از ضعف طاقت انگبین ندارند بواسطه طعامی مثل زرده، برنج و حلوا و غیره نتوانند خوردن تا قوت گرفتن بجای رسد که عسل را بے واسطه می خورند پس دانستیم که نطق آفتابیست لطیف تابان غیر منقطع الا تو محتاجی بواسطه کثیف تا شعاع آفتاب را بینی و حظ می ستانی چون بجاے برسی که آن شعاع و لطافت را بی واسطه کثافت ببینی و آن خو کنی در تماشای او گستاخ شوی و قوت گیری در عین آن دریای لطافت رنگهای عجب و تماشای عجب بینی که این نطق همیشه در تو هست اگر می گوئی و اگر نمی گوئی و اگرچه در اندیشهات نطقی نیست آن لحظه می گوئیم نطق هست دائماً همچنانک گفتند الانسان حیوان ناطق این حیوانیت دائماً در تو هست تا زنده همچنان لازم می شود که نطق نیز با تو باطن باشد دائماً همچنانک اینجا خوابیدن موجب ظهور حیوانیست و شرط نیست همچنان نطق را موجب گفتن و لائیدن نیست:

آدمی سه حالت دارد اولش آنست که گرد خدا نگردد و همه را عبادت و خدمت کند از زن و مرد و کودک و مال و حجر و مدر و خدا را عبادت نکند باز چون او را معرفتی و اطلاعے حاصل شود غیر خدا را خدمت نکند باز چون درین حالت بیشتر رود و خاموش شود نگوید خدمت نمی کنم و نگوید خدمت خدا می کنم بیرون ازین هر دو مرتبت رفته باشد ازین قوم در عالم آوازه بیرون نیاید،

خدا نه حاضر است و نه غائب آفرینندهٔ هردو اوست یعنی حضور و غیبت پس او غیر هردو بود زیرا اگر حاضر باشد باید که غیبت بناشد و غیبت هست و حاضر نیز نیست زیرا عند الحضور غیبت نیست و هست پس او موصوف نباشد بحضور و غیبت و الا لازم آید که از ضد ضد زاید زیرا که در حالت غیبت لازم شود که حضور را او آفریده باشد و حضور ضد غیبت است و همچنان در غیبت نشاید که از ضد ضد زاید و نشاید که حق مثل خود را آفریند زیرا می گوید لا ند له اگر ممکن شود مثل مثل را آفریدن ترجیح لازم شود بلا مرجح و هم لازم آید ایجاد الشی بنفسه و هردو منتفی ست چون اینجا رسیدی بایست و تصرف مکن که عقل را دیگر اینجا تصرف نیست تا کنار دریا رسید باز ایستد چندانک ایستادن نماند،

همه سخنها و علمها و هنرها و حرفتها مزه و چاشنی ازین سخن دارند که اگر این بناشد در هیچ کار و حرفتی مزه نماند غایت ما فی الباب رائی داند و دانستن شرط نیست همچنانک مردی زنی خواسته باشد مالدار که او را گوسفندان و گلهٔ اسپان و غیره باشد و این مرد تیمار داشت آن گوسفندان و اسپان می کند و باغها را آب می دهد اگرچه با آن خدمتها مشغول ست مزهٔ آن کارها از وجود آن زن دارد که اگر آن زن از میان برخیزد در آن کارها هیچ مزه نماند و سرد شود و بی جان بماند همچنین همه حرفتهای عالم و علوم و غیره زندگی و خوشی و گرمی از پرتو ذوق عارف دارند که اگر ذوق او بناشد و وجود او در آن همه کارها ذوق و لذت بناشد و همه مرده نماید،

فصل

فرمود که اول شعر می گفتیم، داعیهٔ بود عظیم که موجب گفتن بود اکنون در آن وقت

اثرہا داشت واین ساعت کہ داعیہ فاتر شدہ، و در غروب است، ہم اثرہا دارد وسنت حق تعالیٰ چنین است کہ چیزہا در وقت شروق تربیت می فرماید، واز و اثرہای عظیم وحکمت بسیار پیدا می شود و در حالت غروب نیز ہمان تربیت قائم است رب المشرق والمغرب یعنی یربی الله ای الشارقة والغاربة،

معتزلہ می گویند کہ خالقِ افعال بندہ است، وہر فعلے کہ از و صادر می شود بندہ خالق آن فعل است، نشاید کہ چنین باشد زیرا فعلی کہ از و صادر می شود یا بواسطہ این آلت ست کہ دارد مثل عقل و روح وقوت وجسم یا بی واسطہ فی کل حال نشاید کہ او خالق افعال باشد بواسطہ اینہا زیرا کہ او قادر نیست بر جمع داشت شان، پس او خالق این فعل نباشد بواسطہ این آلت چون آلت محکوم او نیست ونشاید کہ بی این آلت خالق فعل باشد زیرا محال است کہ بی این آلت از و فعلی آید پس علی الاطلاق دانستیم کہ خالق افعال حقست نہ بندہ، ہر فعلی اما خیر اما شر کہ از بندۂ صادر می شود او آنرا بہ نیتی وپیش نہادی میکند اما حکمت آن کارہا ہمہ قدر نباشد کہ در تصور او آمد آن قدر معنی حکمت وفائدہ کہ او را در آن کار نمود فائدہ آن ہمان قدر بود کہ این فعل از و بوجود آید اما فوائد کلی آنرا خدای می داند کہ از ان چہ برہا خواہد یافتن مثلاً چنانک نماز می کنی بہ نیت آنک ترا ثواب باشد در آخرت ونیکنامی وامان در دنیا اما فائدہ آن نماز ہمین قدر نخواہد بودن صد ہزار فائدہا خواہد دادن کہ آن در وہم تو نمی گذرد آن فائدہ ہا را خدای میداند کہ بندہ را بر آن کار می دارد اکنون آدمی در دست قبضہ قدرت حق ہمچون کمان ست وحق تعالیٰ او را در کارہا مستعمل می کند وفاعل در حقیقت حق ست نہ کمان، کمان آلت وواسطہ است لکن بے خبر وغافل است از حق جہت قوام دنیا زہے عظیم کمانی کہ آگہ شود کہ من در دست کیستم،

چه گویم دنیا ی را که قوام او وستون او غفلت بود نمی بینی که چون کسی را بیدار میکنند
از دنیا بیزار می شود وسرد می شود و او نیز می گدازد آدمی از کودکی که نشو و نما می پزیرد بواسطه
غفلت بوده است والا هرگز نه بالیدی وبزرگ نشدی پس چون او معمور و بزرگ بواسطه
غفلت شد باز حق تعالیٰ ریاضتها و مجاهده ها جبراً و اختیاراً بگمارد تا آن غفلت ها را از و بشوید و او را
پاک گرداند بعد از آن تواند با آن عالم آشنا گشتن، وجود آدمی بر مثال مزبله است تل
سرگین الاتل سرگین اگر عزیز است وبرای آنست که بر او خاتم پادشاه هست ووجود آدمی
چون جوال گندم است پادشاه ندا کند که این گندم را کجا می بری که صاع من در وست
و آن از صاع غافلست و غرق گندم شده است اگر از صاع واقف شود بگندم کی التفات
کند اکنون هر اندیشه که ترا بعالم علوی می کشد و از عالم سفلی سرد وفاتر می گرداند عکس و پرتو
آن صاع است که برون می زند و آدمی میل بآن عالم می کند چون بعکس میل بعالم سفلی کند
علامتش آنست که آن در پرده پنهان شده باشد،

فصل

گفت قاضی عزالدین سلام می رساند وهمواره حمد وثنای شما را می کند، فرمود که:

هر که از ما کند بنیکی یاد، یادش اندر جهان بنیکی باد

اگر کسے در حق کسی نیک گوید آن خیر و نیکی بوی عاید می شود در حقیقت آن ثنا و حمد
خود را می کند نظیر آنچنان بود که کسی گرد خانه خود گلستان وریحان کارد هر بار که نظر کند
گل وریحان بیند و دائماً در بهشت باشد چون خو کرد بخیر گفتن مردمان چون بخیر کسی مشغول شد
آنکس محبوب او شد و چون از ویش یاد آید محبوب را یاد آورده باشد و یاد آوردن محبوب گل و گلستان

است و روح و راحت است و چون بدی گفت و آنکس در نظر او مبغوض شد چون ازو یاد کند و خیال او پیش آید چنانست که ماری یا کژدم یا خاری یا خاشاک در نظر او پیش آمده اکنون چون می توانی که شب و روز گل و گلستان بینی و ریاض جنان بینی چرا در میان خارستان و مارستان گردی ہمہ را دوست دار تا ہمیشہ در گل و گلستان باشی و چون ہمہ را دشمن داری و خیال دشمن در نظرت آید چنانک کہ شب و روز در خارستان و مارستان می گردی،

پس اولیا کہ ہمہ را دوست می دارند و نیک می بینند آن را برای غیر نمی کنند برای خود کار می کنند تا مبادا کہ خیالی مکروہ مبغوض در نظر ایشان آید چون مردمان و خیال ایشان لابد و ناگزیر ست پس جہد کردند کہ در ذکر ایشان ہمہ محبوب و مطلوب آید تا کراہت مبغوض مشوش راہ ایشان نگردد پس ہر چہ می کنی در حق خلق از نیکی و بدی بتو عاید می شود و ازین حق تعالی می فرماید، من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیہا۔[1] ومن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ، ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ[2]،

سوال کردند کہ حق تعالی می فرماید انی جاعل فی الارض خلیفہ[3] فرشتگان گفتند اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک[4] ہنوز آدم نیامدہ بود ملائکہ چون حکم کردند بر فساد و بہ سفک دمار آدمی؟

---

[1] جس نے نیک عمل کیا، اس نے اپنے لئے کیا، اور جس نے بدی کی، اس نے بھی اپنے ہی حق مین کی! (جاثیہ، ع ۲) [2] حاشیہ گذر چکا، [3] مین زمین مین اپنا ایک نائب بنانے والا ہون، (بقرہ ع ۳)

[4] کیا اس وجود کو زمین پر پیدا کریگا، جو وہان فساد کریگا، اور خون بہائیگا، حالانکہ ہم تیری حمد و تقدیس کی تسبیح مین لگے رہتے ہین،، (بقرہ ع ۳)

فرمود که آنرا دو وجه گفته اند یکی منقول دیکی معقول، اما آنچه منقول است آنست که ملائکه در لوح محفوظ مطالعه کردند که قومی برون آیند که صفتشان چنین باشد پس ازآن خبر دادند وجه دوم آنست که ملائکه بطریق عقل استدلال کردند که آن قوم از زمین خواهند بودن لابد حیوان باشند واز حیوان البته این آید هرچند که آن معنی در ایشان باشد وناطق باشند اما چون حیوانیت در ایشان باشد ناچار فسق کنند وخون ریزی که لوازم آدمیست،

قومی دیگر معنی دیگر می فرمایند که ملائکه عقل محض اند وخیر صرف وایشان را هیچ اختیاری نیست در کاری، همچنانکه در خواب کاری کنی در آن مختار نباشی لاجرم بر تو اعتراض نیست، در وقت خواب اگر کفر گوئی واگر توحید گوئی واگر زنا کنی، ملائکه در بیداری باین مثابت اند وآدمیان بعکس این اند، ایشان را اختیاری هست وآز وهوس وهمه چیز را برای خود خواهند وقصد خون کنند تا همه ایشان را باشد وآن صفت حیوانیست، پس حال ملائکه ضد حال آدمیان آمد پس شاید باین طریق از ایشان خبر دادن که ایشان چنین گفتند اگرچه آنجا گفتی وزبانی نبود تقدیرش چنین باشد که اگر دو حال متضاد در سخن آیند واز حال خود خبر دهند، این چنین باشد همچنانکه شاعری گوید برکه گفت من پیر شدم برکه سخن نمی گوید معنیش این ست که اگر برکه را زبان بودی درین حال چنین گفتی هر فرشته را لوحیست در باطن که ازان لوح بقدر قوت خود احوال عالم را وآنچ خواهد شدن پیشین می خواند وچون وقتی که آنچ خوانده است ومعلوم کرده در وجود آید اعتقاد او در باری تعالی وعشق او ومستی او بیفزاید وتعجب کند در عظمت وغیب دانی حق، آن زیادتی عشق واعتقاد وتعجب بی لفظ وعبارت تسبیح او باشد همچنانک بنا وبنا گر دخود خبر دهد که درین سرای که می سازند چندین چوب وچندین خشت وچندین سنگ وگچ خواهد رفتن چون سرای تمام شود وهمان قدر آلت رفته باشد بی کم وبیش شاگرد در اعتقاد

بیفزاید ایشان نیز باین مثابت اند،

یکی از شیخ پرسید که مصطفی ؐ بآن عظمت که لولاک لما خلقت الافلاک[1] می گوید یالیت رب محمد لم یخلق محمداً[2] این چون باشد؟ شیخ فرمود آن سخن بمثال روشن شود فرمود در دهی مردی بزنی عاشق شد وهر دو در خرگاه نزدیک بود بهم کام عیش می راندند واز همدیگر فربه می شدند و می بالیدند حیاتشان از هم دیگر بود چون ماهی که بآب زنده باشد سالها بهم می بودند ناگاه حق تعالی ایشانرا غنی کرد گاؤ و گوسفند و گله اسپان و مال و زر و خدم و حشم بایشان روزی کرد از غایت تنعم عزم شهر کردند و هر یکی سرای پادشاهانه بخریدند و آنجا منزل ساختند این بطرفی و او بطرفی و چون حال باین غایت رسید نمی توانستند آن عیش و آن وصال را ورزیدن اندرون نشان زیر و زبر و جگر سوزان نالهای پنهان می کردند و امکان گفت نی تا این سوختگی بغایت رسید کلی ایشان درین آتش فراق بسوختند چون چنین شد ناله در محل قبول افتاد اسباب و گوسفندان گم شدن گرفت بتدریج بجای رسید که بمثابت اول باز آمدند بعد ازان باز بآن ده اول جمع شدند و بعیش و وصل و کنار مشغول شدند از تلخی فراق یاد کردند آن آواز بر آمد که یالیت رب محمد لم یخلق محمداً چون جان محمدؐ مجرد بود در عالم قدس و وصال حق تعالی می بالید در آن دریای رحمت چون ماهی غوطها می خورد هر چند درین عالم مقام پیغامبری و رهنمائی خلق و عظمت پادشاهی داشت و لشهرت و صحابه شد باز چون بعیش اول باز گردد گوید که کاشکی پیغامبر نبودمی و باین عالم نیامدمی که نسبت بآن وصال مطلق این همه مملکت بار و عذاب و رنج است،

این همه علمها و مجاهدها و بندگیها نسبت باستحقاق عظمت باری همچنان ست که یکی سر نهاد

---

[1] حاشیه گذرچکا، [2] وو کاش رب محمدؐ نے محمدؐ کو نہ پیدا کیا ہوتا۔

دخدمتی کرد ترا در فت اگر همه زمین را بر سر نهی در خدمت حق همچنان باشد که یکبار سر بر زمین نهی که استحقاق حق و لطف او بر وجود و خدمت تو سابقست ترا از کجا بیرون آورد و موجود کرد و مستعد خدمت و بندگی گردانید تا تو لاف بندگی او میزنی این علمها و بندگیها همچنان باشد، و صورتکها ساخته باشی از چوب و از نمد بعد از آن بحضرت عرض داری که مرا این صورتکها خوش آمد ساختم اما جان بخشیدن کارتست اگر جان بخشی عملهای مرا زنده کرده باشی و اگر نه بخشی فرمان تراست ابراهیم گفت که خدا آنست که یحیی و یمیت[۱] نمرود گفت انا احی و امیت[۲] چون حق تعالی او را ملک داد و نیز خود را قادر دید بحق حواله نکرد گفت من نیز زنده کنم و بمیرانم و مرادم ازین ملک دانش است چون حق تعالی آدمی را علم و زیرکی و حذاقت بخشید کارها بخود اضافت کند که من باین علم و عمل کارها را زنده کنم و ذوق حاصل کنم نه گفت هو یحیی و یمیت،

یکی سوال کرد از مولانای بزرگ قدسنا الله بسره المقدس که ابراهیم بنمرود گفت که خدای من مرده کند زنده کند نمرود گفت من نیز چنین کنم ابراهیم باز دلیل دیگر گفت که خدای من آنست که آفتاب را از مشرق برآرد و بمغرب فرو برد ان الله یاتی بالشمس من المشرق[۳] الآیة اگر تو دعوی خدائی میکنی بعکس کن ازینجا لازم شود که نمرود ابراهیم را ملزم گردانید که سخن و دلیل اول را بگذاشت جواب نگفته و دلیلی دیگر شروع کرد،

فرمود که دیگران ژاژ خایند تو نیز ژاژ می خایی این یک سخن است در دو مثال تو غلط کرده و ایشان نیز این را معنی بسیار است یک معنی آنست که حق تعالی ترا از کتم عدم در

[۱] وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، (بقر ع ۳۵) [۲] "میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں،، (بقر ع ۳۵)
[۳] خدا آفتاب کو مشرق سے طلوع کرتا ہے،، (بقر ع ۳۵)

باطن ما در مصور کرد و مشرق تو شکم مادر بود از آنجا طلوع کردی و بمغرب گور فرو رفتی این همه سخن اول ست بعبارت دیگر که هو یحیی و یمیت اکنون تو اگر قادری از مغرب گور برون آور و بمشرق رحم باز بر معنی دیگر آنست که عارف را چون بواسطه طاعت و مجاهده و عملهای شتی و روشنی و ذوق و مستی در روح و راحت پدید آید و در حالت ترک آن طاعت و مجاهده آن خوشی در غروب رود پس این دو حالت طاعت و ترک طاعت مشرق و مغرب او بوده باشد اگر تو قادری بر زنده کردن درین حالت غروب که فسق و فساد و معصیت است آن روشنی و ذوق که از طاعت طلوع می گردد در این حالت ظاهر گردان این کار بنده نیست و بنده آنرا هرگز نتوان کردن این کار حق است اگر خواهد آفتاب را از مغرب طالع گرداند و اگر خواهد از مشرق که هو الذی یحیی و یمیت۔

کافر و مومن هر دو مسبّح اند زیرا حق تعالیٰ خبر داده است که هر که راه راست رود و راستی ورزد و متابعت شریعت و طریق انبیا و اولیا کند او را خوشیها و روشنیها و زندگیها پدید آید و چون بعکس آن باشد تاریکیها و خوفها و چاهها و بلاها پیش آید هر دو چون این می ورزند و آن چه حق تعالیٰ وعده داده است لا یزید و لا ینقص راست می آید و ظاهر می گردد پس هر دو مسبح حق باشند او بزبانی این بزبانی شتان پیش آن مسبح و این مسبح مثلاً دزدے دزدی کرد و او را بر دار کردند او نیز واعظ مسلمانانست که هر که دزدی کند حالش اینست و یکی را پادشاه جهت امانت و صیانت خلعت کرامت فرمود او هم واعظ مسلمانست اما خاین باین زبان و امین بآن زبان اما فرق نگر میان این دو واعظ،

فصل

فرمود که خاطر خوشست چونست زیرا خاطر عزیز چیزست همچون دام دام می باید که درست باشد تا صید گیرد اگر خاطر ناخوش باشد دام دریده باشد بکاری نیاید پس باید دوستی در حق کسی و دشمنی بافراط نباشد که ازین هر دو دام دریده شود باید که دوستی میانه باشد، این که دوستی بافراط می باید در حق غیر حق میگویم اما در یاری حق هیچ افراط مصور نگردد، محبت حق هرچه بیشتر بهتر زیرا که محبت غیر حق را چون مفرط باشد و خلق مسخر گردش فلک اند و چرخ فلک دائر است و احوال خلق هم دائر پس چون دوستی بافراط باشد در حق کسی دائما صعود و بزرگی او خواهد و این متعذر است، پس خاطر مشوش گردد و دشمنی چون مفرط باشد پیوسته نکوست و نکبت او خواهد و چرخ فلک دائر است وقتی مسعود و وقتی منحوس این نیز که همیشه منحوس باشد میسر نگردد، پس خاطر مشوش باشد،

اما محبت در حق یاری در همه عالم و خلائق از گبر و جهود و ترسا و جمله موجودات کامن است کسی موجد خود را چون دوست ندارد دوستی درو کامن است الا موانع آنرا محجوب میدارد چون موانع برخیزد آن محبت ظاهر گردد، چه جای موجودات که عدم در جوشست بتوقع آن که موجود گرداند عدمها را همچنانک چهار شخص لطلب منصبی پیش پادشاه صف زده اند هر یکی میخواهد منتظر که پادشاه منصب را بوی مخصوص گرداند و هر یکی از دیگری شرمنده زیرا توقع او منافی آن دیگرست، پس عدمها چون از حق متوقع ایجاد اند صف زده که مرا هست کن و سبق ایجاد خود میخواهند از باری تعالیٰ پس از همدیگر شرمنده اند، اکنون چون عدمها چنین باشد موجودات چون بود ؟ وان من شئ الا یسبح بحمده[1] عجب نیست، این عجب است

[1] حاشیه اوپر گذر چکا،

کفر و دین هر دو در رهت پویان وحده لاشریک له گویان

این خانه را ابنار از غفلت است و اجسام و عالم را همه قوامش بر غفلت است این جسم نیز که بالیده است از غفلت است و غفلت کفر ست و دین بی وجود کفر ممکن نیست زیرا دین ترک کفر ست پس کفرے بباید که ترک او توان کرد پس هر دو یک چیز اند چون این بی آن نیست و آن بی این لا یتجزی اند، خالق شان یکی باشد که اگر خالقشان یکی نبودی متجزی بودندے زیرا هر یکی چیزی آفریدی پس متجزی بودندی پس چون خالق یکے است وحده لاشریک له باشد،

گفتند سید برهان الدین سخن خوب می فرماید اما شعر سنائی در سخن بسیار می آورد فرمود چنان باشد که می گویند آفتاب خوب است اما نور می دهد عیبش این است زیرا سخن سنائی آوردن اظهار آن سخنست و چیزها را آفتاب نماید و در نور آفتاب توان دیدن مقصود از نور آفتاب آنست که چیزها نماید آخر این آفتاب چیزها می نماید که بکار نیاید آفتابی که چیزها نماید بکار آید حقیقت آفتاب او باشد و این آفتاب فرع و مجاز آن آفتاب حقیقی باشد آخر شما نیز بقدر عقل جزوی خود ازین آفتاب دل می گیرد و نور علم می طلبید که شما را چیزی غیر محسوسات دیده شود و دانش شما در فزایش باشد و از هر استادی و یاری متوقع می باشید که از وی چیزے فهم کنید و دریابید پس دانستیم که آفتابے دیگر هست غیر این آفتاب صورت که از وی کشف معانی و حقایق می شود و این علم جزوی که در وی می گریزی و از ان خوش می شوی فرع آن علم بزرگ ست و پرتو آنست این پرتو ترا بآن علم بزرگ و آفتاب اصلی میخواند اُولٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ[۲]

---

[۱] مثنوی دفتر چهارم، عنوان آموختن پیشه گورکنی قابیل از زاغ الخ
پس ستون این جهان خود غفلت است چیست دولت کین دوادو بالت است

[۲] یہ لوگ قرآن کو سنکر اسکی طرف سے ایسے بے پروا ہیں کہ گویا ان کو کہیں بہت دور سے پکارا جا رہا ہی (حم سجدہ ع ۴۴)

تو آن علم را سوی خود می کشی او می گوید من اینجا نگنجم و تو آنجا دیر رسی گنجیدن من اینجا محال ست و آمدن تو آنجا صعب تکوین محال محال ست اما تکوین صعب محال نیست پس اگرچه صعب ست جهد کن تا بعلم بزرگ پیوندی و متوقع مباش که آن اینجا گنجد که محال ست و همچنین اغنیا از محبت غنائی حق پول پول جمع می کنند و حبه حبه تا صفت غنا ایشان را حاصل گردد و از پرتو غنا پرتو غنا می گوید من منادی ام شما را از آن غنائے بزرگ مرا چه اینجا می کشید که من اینجا نگنجم شما سوی این غنا آئید فی الجمله اصل عاقبت ست عاقبت محمود باد و عاقبت محمود آن باشد که درختی را که بیخ او در آن باغ روحانی ثابت باشد و فروع او بجای دیگر آویخته شده و میوه های آن ریخته عاقبت آن میوه ها را آن باغ برند زیرا بیخ در آن باغست و اگر بعکس باشد اگر بصورت تسبیح و تهلیل چون بخش در این عالمست آن همه میوه های او را باین عالم آورند و اگر هردو در آن باغ باشد نورٌ علیٰ نور بود،

فصل

اکمل الدین گفت که مولانا را عاشقم و دیدار او را آرزومندم و آخرتم خود یاد نمی آید نقش مولانا را بی این اندیشها و پیش نهادها مونس می بینم و آرام میگیرم بجمال او و لذتها حاصل می شود از عین صورت او یا از خیال او،

فرمود اگرچه آخرت و حق در خاطر نیاید الا همه مضمر ست در دوستی و مذکور است پیش خلیفه رقاصه چهارپاره می زد خلیفه گفت فی یدیك صنعته قالت و فی رجلی یا خلیفه خوشی در دستهای من از آنست که آن خوشی پا در این مضمر ست پس اگرچه مرید بتفاصیل آخرت را یاد و دنیا در دا الا لذت او بدین رسیدن او از فراق شیخ و ترس شیخ متضمن آن همه تفاصیلست

و آن جمله در او مضمرست چنانک کسی فرزند را یا برادر را می نوازد و دوست می دارد اگرچه از بنوت
و اخوت و امید وفا و مهر او بر خویشتن و عاقبت کار و باقی منفعتها که خویشان از خویشان
امید دارند از اینها هیچ بخاطر او نمی آید اما این تفاصیل جمله مضمرست در آن قدر ملاقات
و ملاطفت چنانک باد در چوب مضمرست اگرچه در خاک بود یا در آب بود که اگر در و
باد نبودی آتش را با او کار نبودی زیرا که باد علف آتش است و حیات آتش است،
نمی بینی که بنفخ زنده می شود اگرچه چوب در آب و خاک باشد باد در او کامنست اگر باد
در او کامن نبودی بر روی آب نیامدی،

و همچنانک سخن می گوئی اگرچه از لوازم این سخن بسیار چیزهاست از عقل و دماغ و لب
و دهان و کام و زبان و جمله اجزای تن که رئیسان تن اند و ارکان و طبایع و افلاک
و صد هزار اسباب که عالم بآن قائمست تا برسی بعالم صفات و آنگه ذات و با این
همه این معانی در سخن مظهر نیست و پیدا نمی شود این جمله مضمرست در سخن چنانک ذکر رفت

آدمی را هر روز پنج و شش بار بی مرادی پیش آید بی اختیار او قطعاً از و نباشد از
غیر او باشد و او مسخر آن غیر باشد و آن غیر مراقب او بود پس بد فعلی و رنجش می دهد اگر مراقب
نباشد چون دهد؟ و با این همه بی مرادیها طبعش مقر نمی شود و مطمئن نمی شود که من زیر حکم
کسی باشم خلق الله آدم علی صورته[1] در او صفت الوهیت که ضد صفت عبودیت
مستعار نهاده است چندین بر سرش می کوبد آن سرکشی را نمی گذارد، زود فراموش
می کند این بی مرادیهار او لیکن سودش ندارد تا آن وقت که آن مستعار را املاک او
نکنند از سیلی نرهد،

---

[1] حاشیہ گذر چکا،

فصل

عارفے گفت رفتم در گلخنے تا دلم بگشاید که گریزگاه بعضی اولیا بوده است دیدم رئیس گلخن را شاگردی بود میان بسته کار می کرد اوش می فرمود که چنین کن و چنان کن او چست کار می کرد گلخن تاب را خوش آمد از چستی او در فرمان برداری، گفت همچنین چست باش و چالاک و ادب نگاه دار تا مقام خود بتو دهم و بر جای خود بنشانم مرا خنده گرفت و عقدهٔ من بکشاد دیدم که رئیسان این عالم همه بدین صفتند با چاکران خود،

فصل

گفت آن منجم می گوید که غیر افلاک و این کره خاکی که می بینم شما دعوی می کنید که بیرون این چیزے هست پیش من غیر این چیزے نیست و اگر هست بنمائید که کجاست،

فرمود که این سوال فاسد است از ابتدا، زیرا که می گوئی که بنمائی کجاست و آنرا خود جائے نیست و بعد از آن بیا بگو که این اعتراض تو از کجاست و در چه جائیست؟ در زبان ست در دهان ست در سینه هست، این همه را بکاوی و پاره پاره و ذره ذره کنی این اعتراض و اندیشه را هیچ نیابی پس دانستیم که اندیشهٔ ترا جای نیست چون جای اندیشه خود ندانستی خالق اندیشه را چون دانی چندین هزار اندیشه و احوال که بر تو می آید بدست تو نیست و مقدور و محکوم تو نیست داگر مطالع این را دانستی که از کجاست آنرا افزودی، مقید نیست این جمله چیزها را بر تو و تو بے خبر که از کجا می آید و بکجا می رود و چه خواهد کردن چون از اطلاع احوال خود عاجزی چه گونه متوقعی که بر خالق خود مطلع گردی،

قحبه زنی می گوید که در آسمان نیست ای سگ چون دانستی که نیست آری، آسمان را وژه وژه پیمودی همه را اگر دیدی اکنون آمدی خبر می دهی که در او نیست، قحبه خود را که در خانه داری ندانی در آسمان را چون خواهی دانستن؟ همی آسمان را شنیدهٔ و نام ستارگان و افلاک چیزی می گوئی اگر تو از آسمان مطلع بودی تا سوی آسمان وژهٔ بالا می رفتی، از این مهر زها نگفتی، انچه می گوئی خدا بر آسمان نیست مراد ما آن نیست که بر آسمان نیست یعنی آسمان بر او محیط نیست و او محیط آسمان ست تعلقی دارد با آسمان بے چون و چگونه، چنانکه به تو تعلق گرفته است بیچون و چگونه و همه در دست قدرت اوست و مظهر اوست و در تصرف او پس بیرون از آسمان و اکوان نباشد بکلی در آن نباشد یعنی اینها بر او محیط نباشند او بر جمله محیط باشد،

یکی گفت پیش از آن که آسمان و زمین و عرش و کرسی نبود عجب خدا کجا بود،

گفت این از اول فاسد است زیرا خدا آن نیست که او را جائی باشد تو می پرسی پیش از این همه کجا بود، آخر همه چیزهای تو بی جا یست، این چیز که در تست جای آن را ندانستی که کجاست جای او چون می طلبی که بی جای مطلق است؟ اندیشه ترا جای تصور نمی توانی بستن، آخر خالق اندیشه از اندیشه لطیف تر است، مثلاً این بنّا که خانهٔ ساخت او لطیف تر باشد از خانهٔ زیرا صد چنین کارهای دیگر و تدبیرهای دیگر که یک بیک می تواند ساختن پس او لطیف تر باشد اما آن در لطف نظر نمی آید مگر بواسطهٔ خانهٔ عملی که در عالم حس در آید تا آن لطف او جمال نماید این نفس که در زمستان پیداست و در تابستان پیدا نیست نه آنست که در تابستان نفس منقطع شد الا تابستان لطیف است و نفس لطیف از آن پیدا نمی شود بخلاف زمستان همچنین همه او صاف معانی تو لطیف اند در نظر نمی آیند مگر بواسطه فعلے مثلاً حلم تو موجود است اما در نظر نمی آید چون بر گنهگاری ببخشائی حلم تو

محسوس شود و ہمچنین الی مالانہایہ حق تعالیٰ از غایت لطف در نظر می آید آسمان و زمین را آفرید تا قدرت و صنع او در نظر آید لہذا می فرماید افلم ینظروا الی السماء کیف بنیناھا،[1]

سخن من بدست من نیست ازین روی می رنجم زیرا کہ می خواہم کہ دوستان را موعظہ گویم، و سخن منقاد من نمی شود، اما از آن رو کہ سخن من بالاتر از من ست، کہ من محکوم ویم، شاد می شوم، زیرا کہ سخنی را کہ حق گوید، ہر جا کہ رسد زندہ کند، و اثرہای عظیم نماید، وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ[2] تیرے کہ از کمان حق جہد ہیچ سپری و جوشنی مانع آن نگردد، ازین رو شادم، علم اگر بکلی در آدمی بودی و جہل نبودی آدمی سوختی و نماندی، پس جہل مطلوب آمد ازین رو کہ بقای وجود باوست و علم مطلوب است از آن رو کہ وسیلت بمعرفت باری، پس ہر دو یار ہمدیگرند، و ہمہ اضداد چنین اند، شب اگرچہ ضد روز است اما یار اوست، و یک کار می کنند، اگر ہمیشہ شب بودی ہیچ کاری حاصل نشدی، و اگر ہمیشہ روز بودی چشم و دماغ و آلتہای بدنی خیرہ و دیوانہ شدندی، پس شب می آسایند، تا ہمہ آلتہا از دماغ و فکر و سمع و بصر قوت می گیرند، و روز آن قوتہا را خرچ می کنند،

پس جملہ اضداد با ضد می نمایند، اما نسبت بحکیم ہمہ یک کار می کنند، و ضد نیستند، در ہمہ عالم بنما کہ کدام بدست کہ در ضمن آن نیکی نیست، و کدام نیکست کہ در ضمن آن بدی نیست، مثلا یکی قصد کشتن کرد و بزنا مشغول شد و آن خون از و نیامد، ازین رو کہ زناست

---

[1] کیا آسمان کی طرف نہین دیکھتے کہ ہم نے اسے کیسا بنایا ہی، یہ الفاظ قرآن کے نہین، قرآن مین بنیناھا کی جگہ "دفعت" ہے، غالباً اصل مین دو آیتین ہونگی والسماء بنیناھا اور افلا ینظرون ..... کیف رفعت

[2] "جب تم نے تیر چلایا تو تم نے نہین بلکہ اللہ نے تیر چلایا"، (انفال ع ۲)

بدست و از ین رو که مانع قتل شد نیک ست، پس بدی و نیکی یک چیز اند غیر متجزی، و
از ین رو مارا بحث است با مجوسیان که ایشان میگویند دو خدا است، یکی خالق خیر و
یکی خالق شر، اکنون تو بنما خیر بی شر تا ما مقر شویم که خدای خیر دیگر و خدای شر دیگر ست
و این محالست زیرا خیر از شر جدا نیست چون خیر و شر دو نیستند پس دو خالق محال ست
ما شمارا الزام نمی کنیم که البته یقین کن که چنین است که می گوئیم کم از آن که در تو ظنی در
آید که مبادا این چنین باشد که می گویند مسلم یقینت نشد که چنان ست چگونه ات یقین
شد که چنان نیست؟ خدا می فرماید که ای کافر کَ الا یظن اولئک انهم مبعوثون لیوم
عظیمٍ، ظنیت نیز بدید شد که این وعده های که ما کرده ایم مبادا راست باشد و موخذه
کافران بر این خواهد بودن که ترا گمانی بیامد چرا احتیاط نه کردی و طالب ما نگشتی،

فصل

ما فضل ابی بکر بکثرة صلوة وصوم وصدقة بل بشیٔ وقر فی قلبه فرماید که تفضیل ابو بکر رض
بر دیگران نه از روی نماز روزه بسیار است بل از آن روست که با او عنایت است و آن
محبت اوست در قیامت چون نمازها بیارند در ترازو نهند و روزه ها و صدقات را همچنین
اما چون محبت را بیارند محبت در ترازو نگنجد پس اصل محبت است اکنون چون در خود محبت
می بینی آنرا بیفزای تا افزون شود چون سرمایه در خود دیدی و آن طلب ست آنرا

سلہ "کیا ان کو اس کا خیال نہیں کہ قیامت کے بڑے سخت دن کو یہ لوگ اٹھائے جائینگے"
(التطفیف ع ۱) سلہ "ابو بکر کی فضیلت نماز، روزہ، صدقہ، کی بنا پر نہیں بلکہ اس شئے کی بنا پر
ہے جو ان کے دل میں ہے"

بطلب بیفزا که الحرکة برکة واگر نیفزای سرمایه از تو برود، کم از زمین نیستی، زمین بحرکات و به بیل گردانیدن دگرگون می شود، و نبات می دهد، و چون ترک کنند سخت می شود پس چون در خود طلب دیدی می آئی و می رو و مگو درین رفتن چه فائده؟ تو میرو فائده خود ظاهر گردد رفتن مرد سوی دکان فائده اش جز غرض نیست حق تعالیٰ روزی می دهد که اگر بخانه نشیند آن دعوی استغناست، روزی فرو نیاید عجب آن بچک که می گرید مادر او را شیر می دهد، اگر اندیشه کند که درین گریه من چه فائده است و چه موجب شیر دادنست از شیر بماند حالیا می بینیم که بآن سبب شیر بوی میرسد،

آخر اگر کسی درین فرو رود که درین رکوع و سجود چه فائده است، چرا کنم پیش امیرے و رئیسے چون خدمت می کنی و در رکوع می روی و چوک می زنی آخر آن امیر بر تو رحمت می کند و نانپاره می دهد آن چیز که در امیر رحمت می کند گوشت و پوست امیر نیست بعد از مرگ این گوشت و پوست برجاست و در خواب و هم در بیهشی، اما این خدمت ضائع است پیش او پس دانستم رحمت که در آن امیرست، در نظر نمی آید، پس چون ممکنست که در پوست و گوشت چیزی را خدمت می کنیم که نمی بینیم بیرون گوشت و پوست هم ممکن باشد و این چیز که در پوست و گوشتست اگر پنهان نبودی ابوجهل و مصطفےٰ یکی بودی پس فرق میان ایشان نبودی، این گوشت از روی ظاهر کر و شنوا یکیست الا آن چه شنوا نیست و را او پنهانست در نظر نمی آید،

پس اصل عنایتے است تو که امیری ترا دو غلام باشد یکی خدمتهای بسیار کرده و دیگرے کاهلست در بندگی آخر می بینم که محبت هست بآن کاهل بیش از آن بندهٔ خدمت گار اگرچه آن بنده خدمتگار را ضایع نمی گذاری اما چنین می افتد بر عنایت حکم نتوان کردن این چشم

راست و چشم چپ هر دو از روی ظاهر یکیست عجب آن چشم راست چه خدمت کرد که چپ
نکرد و همچنین جمعه بر باقی ایام فضیلت یافت ان الله ارزاقاً غیر ارزاق له کتبت فی اللوح
المحفوظ فاطلبها یوم الجمعة[۱] اکنون این جمعه چه خدمت کرد که روزهای دیگر نکردند الا عنایت
با او کرد و این تشریف بوی مخصوص شد و اگر کوری گوید که مرا چنین کور آفریدند معذورم
با این گفتن او که کورم و معذورم هیچ کوریٔ او از وی می رود؟ و هیچ جمال روز و جمال خوبان
می بیند؟ پس گفتن لنگ و کور که معذوریم این "معذوریم" گفتن سود ندارد و رنج از و نمی رود

این کافران که در کفرند باز چون نظر می کنیم آن رنج عین عنایتست، چون او در
راحت کردگار را فراموش می کند، پس یاد می کند، پس دوزخ معبد کافران ست، زیرا
حق را آنجا یاد کنند، چنانک در زندان و رنجوری و درد دندان، چون رنج آمد پردهٔ غفلت
دریده شود حضرت حق را مقر شود و ناله میکند که یارب یا رحمن، و چون صحت یافت باز پرده های غفلت پیش
آید، می گوید که خدا کو نمی یابم، نمی بینم چه جویم؟ چون ست که در وقت رنج یافتی و دیدی و این
ساعت نمی بینی؟ پس چون تو او را در رنج می بینی رنج را بر تو مستولی کنند تا ذاکر حق باشی
پس دوزخی در راحت از خدا غافل بود و یاد خدا نمی کرد در دوزخ مدام ذکر خدا کند، چون
عالم را و نیک و بد را جمله برای آن آفرید که یاد او کنند و بندگی او کنند و مسبّح او باشند، اکنون
کافران چون در راحت نمی کنند، و مقصود از خلق ذکر اوست، پس در جهنم روند تا
ذاکر باشند،

اما مومنانرا رنج حاجت نیست، ایشان درین راحت از آن رنج غافل نیستند
و آن رنج را دائماً حاضر می بینند، چنانکه کودک عاقل را یکبار پا در فلق نهند پس فلق را

[۱] خدا کے یہاں علاوہ رزق مقسوم کے اور بھی رزق ہے اسے جمعہ کے روز طلب کرنا چاہیے۔"

فراموش نمی کند اما کودن فراموش می کند، پس او را هر لحظه قلق می باید، وهمچنان اسپی زیرک یکبار مهماز و تازیانه خورد، حاجت ضرب ودوم نباشد اما اسپ کودن را هر لحظه مهمازی باید او لائق بار مردم نیست بر و سرگین بار کنند،

فصل

بتواتر شنیدن گوش فعل رویت می کند، وحکم رویت دارد، آنچنانک از ما در و پدر خود زادی، ترا می گویند، از ایشان زادی تو بچشم ندیدی، اما بگفتن بسیار ترا حقیقت می شود که اگر بگویند از ایشان نزادی نشنوی وهمچنان بغداد، و مکه را از خلق بسیار شنیده بتواتر که هست اگر گویند نیست وسوگند خورند باور نداری، پس دانستیم که گوش چون بتواتر شنود حکم دیدار دارد، چنانک از روی ظاهر که گفتِ تواتر را حکم دیدمید هند باشد که یک شخصی را گفت حکم تواتر دارد که او یکی نیست صد هزار است، پس یک گفتِ او صد هزار گفت باشد، و این چه عجب می آید، این بادشاه ظاهر حکم صد هزار دارد، اگرچه یکیست اگر صد هزار بگویند سخن راست باشد،

پس چون ظاهر این باشد در عالم ارواح بطریق اولیٰ، اگرچه همه عالم را گشتی چون برای او نگشتی، ترا بار دیگر می باید گردیدن، قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ[1] آن سیر برای من نبود برای غرضی بود، برای سیر و پیاز بود، آن غرض حجاب تو شده بود، نمی گذاشت که مرا بینی، همچنانک در بازار کسی را بجد طلب می کنی، هیچ کس را نه بینی واگر بینی خلق را چون خیال بینی یا در کتاب مسئله طلب می کنی چون گوش وچشمت از آن یک مسئله پر شده است

[1] "اے پیغمبر ان سے کہو کہ زمین پر چلیہ پھر د،، (انعام ع ۲)

غیر آن در کتاب نمی بینی، پس چون ترا مقصدی و نیتی دگر بوده باشد، هر جا که گردیده باشی از آن مقصود پر بوده باشی این را ندیده باشی،

در زمان عمر رضی اللہ عنہ شخصی بود سخت پیر شده تا حدی که دخترش او را شیر میدادی چون طفلان می پروریدش، عمر رضی اللہ عنہ آن دختر فرمود در این زمان مانند تو بر پدر حق دار هیچ فرزندی نباشد، او جواب داد که راست می فرمائی ولکن میان من و پدر فرقی هست، اگر چه من در خدمت هیچ تقصیری نمی کنم، اما چون پدر مرا می پرورد، بر من می لرزید که مبادا بمن آفتی برسد، و من پدر را خدمت میکنم و شب و روز مردن او را از خدا بدعا میخواهم تا زحمتش منقطع شود، من اگر خدمت پدر می کنم آن لرزیدنش را بر من از کجا آرم، عمرؓ فرمود، هذا افقه من عمر[1] یعنی من بظاهر حکم کردم و تو مغز آنرا گفتی و فقیه آن باشد که بر مغز چیزے مطلع شود و حقیقت آنرا باز داند حاشا از عمرؓ که از حقیقت و سر کارها واقف نبودی الا سیرت صحابہؓ چنین بود که خویشتن را بشکنند و دیگر ان را مدح کنند،

بسیار کس باشد که او را قوت حضور نباشد، و حال او در غیبت خوشتر بود، چنانک همه روشنائی روز از آفتاب باشد الا اگر کسی همه روز در قرص آفتاب نظر کند از هیچ کاری نیاید و نظرش خیره گردد، او را آن بهتر که بکاری مشغول شود و آن غیبت است از نظر بقرص آفتاب، همچنین پیش بیمار ذکر اطعمۂ خوش مہیجت او را در تحصیل قوت و اشتہا الا حضور آن اطعمہ او را زیان باشد، پس معلوم شد که لرزه و عشق می باید در طلب حق، هر کرا لرزه نباشد او را خدمت لرزندگان واجب ست او را هیچ میوه بر تنۂ درخت نروید زیرا تنه را لرزه نیست سر شاخها را لرزه است اما تنۂ درخت هم مقویست سر شاخها را و بواسطۂ میوه از

---

[1] یہ عورت عمر سے بڑھکر فقیہ ہے،

زخم تبر این اند و چون لرزهٔ تنهٔ درخت بتبر خواهد بودن آن را نالرزیدن بهتر، و سکون او لی تر تا خدمت لرزندگان می کند،

زیرا "معین الدین" است "عین الدین" نیست بواسطه میمی که زیاده شد بر عین آن زیادتی میم نقصان شد الزیادة علی الکمال نقصان چنانک کسی را شش انگشت باشد نقصان ست، احد کمال ست، احمد هنوز در مقام کمال نیست، چون میم برخیزد بکلی کمال شود، یعنی حق محیط همه است و هر چه بر او بیفزای نقصان باشد، عدد یک با جمله اعداد هست، و بی او هیچ عدد ممکن نیست،

سید برهان الدین افاده می فرمود، ابلهی در میان سخن او گفت "ما را سخن می باید بمثال" سید فرمود تو بی مثال بیا تا بی مثال شنوی، آخر تو از خود مثالی، تو این نیستی این شخص تو بیائی تست، چون یکی می میرد گویند فلانی رفت، اگر او این بود پس کجا رفت پس معلوم که ظاهر تو مثال باطن تست، تا از ظاهر تو بر باطن تو استدلال گیرند، هر چیز که در نظر می آید از غلیظی ست چنانک نفس در غلیظی سرما ظاهر شود و در گرما به محسوس نشود،

بر نبی واجب ست که اظهار قوت حق و دعوت تنبیه کند، الا یرا او واجب نیست که آنکس را بمقام استعداد رساند، زیرا آن کار حقست، و حق را دو صفت ست قهر و لطف، انبیائ مظهر اند هر دو را مومنان مظهر لطف حقند و کافران مظهر قهر حق، آنها که مقر می شوند خود را در انبیائ می بینند، و آواز خود را از دی می شنوند، و بوی خود را از و می یابند، کسی خود را منکر نه شود، از آن سبب انبیائ با امت می گویند که، ما شمائیم و شما ما ئید، کسی می گوید این دست من ست از وی هیچ گواه نطلبند زیرا که جزویست متصل، اما اگر گوید فلانی پسر منست از و گواه طلبند، زیرا که جزویست منفصل،

فصل

بعضی گفتند محبت موجب خدمت است، و اینچنین نیست، بلکه میل محبوب مقتضی خدمت است اگر محبوب خواهد که محب بخدمت مشغول باشد، از محب همه خدمت آید، و اگر محبوب خدمت نخواهد ازو ترک خدمت منافی محبت نیست، آخر اگر او خدمت نکند آن محبت در او خدمت می کند، بلک اصل محبت است و خدمت فرع، اگر آستین بجنبد از جنبیدن دست باشد الا لازم نیست که اگر دست بجنبد آستین نیز بجنبد مثلاً یکی جبهٔ بزرگ وارد چنانک در جبه می غلطد و جبه نمی جنبد شاید، الا ممکن نیست که جبه بی جنبانندہ بجنبد بعضی خود جبه را شخص پنداشته اند و آستین را دست انگاشته اند موزه و شلوار را پای گمان برده اند،

این دست و پا، آستین و موزهٔ دست و پای دیگر لیست، می گویند فلان زیر دست فلان ست و فلان را دست بجنبدین می رسد، و فلان را سخن دست می دهد، قطعاً غرض از آن دست و پا این دست و پا نیست،

آن امیر آمد و ما را گرد کرد و خود رفت همچنانک زنبور موم را با عسل جمع کرده خود رفت زیرا وجود او اوّل شرط بود آخر بقای او شرط نیست، مادران و پدران ما مثل آن زنبوراند که طالبی را بمطلوبی جمع می کنند و عاشقی را با معشوقی گرد می آورند و ایشان ناگاه می پرند، حق تعالی ایشان را واسطه کرده است در جمع آوردن موم و عسل، ایشان می پرند موم و عسل ماند، ایشان از باغ بیرون نمی روند، این آنچنان باغی نیست که ازاین جا توان بیرون رفتن، الا از گوشهٔ باغ بگوشهٔ باغ می روند، تن ما مانند کندوئے است و در آنجا موم و عسل عشق حق ست، زنبوران مادران و پدران ما اگرچه واسطه اند الا تربیت

از باغبان می یابند و کندو را باغبان می سازد، آن زنبور ان را حق صورتی دیگر داد آن وقت که این کار می کردند جامهٔ دیگر داشتند بحسب آن کار، چون در آن عالم رفتند لباس گردانیدند، زیرا آنجا ازیشان کارے دیگر می آید، الا شخص همان ست که اول بود،

مثلاً یکی در رزم رفت، جامهٔ رزم پوشید و سلاح بست، و خود بر خود نهاد زیرا که وقت جنگ بود، اما چون در بزم آید جامهٔ دیگر پوشد، و در هر مقام همچنین لباس دیگر زیرا که بکار دیگر مشغول خواهد شد، الا شخص همان باشد، اما چون تو او را در آن لباس دیده باشی هر وقت که او را یاد آوری در آن شکل تصور خواهی کردن، اگرچه صد لباس گردانیده باشد، یکی انگشتری در موضعی گم کرد، اگرچه آنرا از آنجا بردند او گرد آنجا می گردد یعنی من اینجا گم کرده ام، چنانک صاحب تعزیت گرد گور می گردد، که پیرامن خاک بے خبر طواف می کند و آنرا می بوسد، یعنی آن انگشتری را این جا گم کرده ام، او را آنجا کی گزارند،

حق تعالی چندین صنعت کرد و اظهار قدرت فرمود، تا روزی دو روح را با کالبد تالیف داد، برای حکمت الهی، آدمی یا کالبد اگر لحظهٔ در لحد بنشیند، بیم آن ست که دیوانه شود، فکیف که از دام صورت و کندهٔ قالب بجهد کی آنجا ماند، حق تعالی آنرا برای تخویف دلها و تجدید تخویف نشانے ساخت، تا مردم را از وحشت گور و خاک تیره ترسی در دل پیدا شود، همچنانک در راه کاروان را چون در موضعی بزنند دو سنگ برهم می نهند جهت نشان یعنی اینجا مقام خوف ست این گورها نیز همچنان نشانیست محسوس برای محل خطر، آن خوف در ایشان اثرها می کند لازم نیست که بعمل آید مثلاً اگر گویند که فلان کس از تو می ترسد بی آنکه از وی فعلے صادر شود ترا در حق او مهرے ظاهر می شود قطعاً و اگر بعکس این گویند که فلان ترا هیچ و قربے و محلے نمی دهد، بمجرد این در دل سوے او خشمے پیدا

می شود،

این دویدن[1] اثر خوف است جملہ عالم می دوند الا دویدن ہر یکی مناسب حال او باشد از آن آدمی نوعی دیگر، و از آن نبات نوعی دیگر، و از آن روح نوعی دیگر و دویدن روح بی گام و نشان باشد آخر غورہ را بنگر کہ چند دوید تا بسودای انگوری رسید ہمین کہ شیرین شد فی الحال بدان منزلت رسید الا آن دویدن در نظر نمی آید و حسی نیست الا چون بآن مقام برسد معلوم شود کہ بسیار دویدہ است تا اینجا رسیدہ ہمچنانکہ کسی در آب میرفت و کسے رفتن او را نمی دید، چون ناگاہ سر از آب بر آورد معلوم شد کہ او می رفت کہ اینجا رسیدہ،

فصل

دوستان را در دل رنجہا باشد کہ آن بہیچ داروی خوش نہ شود، نی خفتن، نی بگوردن نی گشتن الا بدیدار دوست کہ ع لقاء الخلیل شفاء العلیل تا حدیکہ اگر منافقی میان مومنان بنشیند، از تاثیر ایشان آن لحظہ مومن میشود کقولہ تعالیٰ و اذا لقوا الذین آمنو قالوا آمنا[2] فکیف کہ مومن با مومن بنشیند چون در منافق این عمل می کند بنگر کہ در مومن چہ منفعتہا کند بنگر کہ پشم از مجاورت عاقلی چنین بساط منقش و این خاک مجاورت زیرکی چنین سرای خوب شد صحبت عاقل در جمادات چنین اثر کرد بنگر کہ صحبت مومن بمومن چہ اثر کند، از صحبت نفس جزوی و عقل مختصر جمادات باین مرتبہ رسیدند، و این جملہ سایہ

[1] "دویدن" حرکت کا ترجمہ ہے، حکما اور متکلمین کی اصطلاح میں حرکت محض "حرکت این،، یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کا نام نہیں بلکہ استحالہ اور تغیر احوال بھی ایک گونہ حرکت ہے اس موقع پر دویدن سے محض بھاگنا مراد نہیں بلکہ ہر تغیر حالت مراد ہے،

[2] "یہ منافقین جب مومنین سے ملتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں، کہ ہم مومن ہیں،، (بقرہ ع ۲)

عقل جزویست، از سایه شخص را توان قیاس کردن اکنون ازینجا قیاس کن چه عقل و فرهنگ می باید که از آن این آسمانها و ماه و آفتاب و طبقات زمین پیدا شود،

این جمله موجودات سایه عقل کلیست سایه عقل جزوی مناسب شخص و سایه عقل کلی که موجوداتست مناسب اوست و اولیای حق غیر این آسمانها آسمانهای دیگر مشاهده کرده اند که این آسمانها در چشمشان نمی آید، و این حقیر می نماید، و پای بر اینها نهاده اند و گذشته، و چه عجب می آید که آدمی از میان این آدمیان تخصیص یابد که پا بر کیوان نهد، نه ما جنس خاک بودیم حق تعالی در ما قوتی نهاد که ما از جنس خود بدان قوت ممتاز شدیم و متصرف آن گشتیم و آن متصرف ما شد تا در وی تصرف می کنیم، بهر نوعی که می خواهیم گاه بالایش می نهیم گاهی زیر گاه سرایش می سازیم، گاه کاسه و کوزه اش می کنیم، گاه درازو گاه کوتاهش می کنیم، اگر ما اول همان بودیم و جنس او بودیم حق تعالی ما را ممتاز کرد، همچنین از میان ما که یک جنسیم چه عجب که اگر حق تعالی البعضی را ممتاز کند که ما نسبت بوی چون جماد باشیم و او در ما تصرف کند و ما ازو بی خبر باشیم و او از ما با خبر،

این که می گوئیم بی خبر، بی خبری محض نمی خواهیم بلک هر چیزی را در بی خبری خبر است از چیزی دیگر خاک نیز با آن جمادی از آنچه خدا او را داده است با خبر است، که اگر بی خبر بودی آب را کی پذیرا شدی، و هر دانه را بحسب آن که دانگی کردی و پروردی، شخصی چون در کاری بجد باشد، ملازم آن کار را بید ارلیش در آن کار بی خبر نیست از غیر آن، ما ازین غفلت غفلت کلی نمی خواهیم گربه را می خواستند که بگیرند هیچ ممکن نشد، روزی آن گربه بصید مرغی مشغول شد، و همگی خود را بآن داده در آن حالت او را گرفتند، پس نمی باید در کار دنیا بکلی مشغول شدن آن را سهل می باید گرفتن و در بند آن نمی باید بودن که مبادا این بر نجد

می باید که گنج نرنجد اگر انبان برنجد او شان باز بگرداند اما اگر او برنجد نعوذ بالله او را که گرداند
اگر ترا تماشات باشد از هر نوعی بوقت غرق شدن عجب دست در کدامین زنی
اگرچه همه دربائست است ولکن یقین است که در چیزی نفیس تر دست زنی، که بیک گوهر
وبیک پاره لعل هزار تجمل توان ساخت، از درختی میوهٔ شیرین ظاهر می شود اگرچه آن
میوه جزو او بود حق تعالی آن جزو را برگل بگزید وممتاز کرد که دروی حلاوتی نهاد که در آن
باقی ننهاد که بواسطهٔ آن جزو بر آن کل رجحان یافت ولباب ومقصود درخت شد کقوله
تعالی، بَلْ عَجِبُوْا اَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِّنْهُمْ[1]،

شخصی گفت مرا حالتی هست که محمد و ملک مقرب آنجا نمی گنجد، شیخ فرمود که عجب
بنده را حالتی باشد که محمد آنجا نگنجد، محمد را حالتی نباشد که چون تو گنده بغل آنجا نگنجد، مسخره
می خواست که پادشاه را بطبع آورد هر کسی از امرا چیزی بوی می پذیرفتند که پادشاه عظیم
رنجیده بود، برلب جوئی پادشاه سیران می کرد خشمگین، مسخره از طرفی دیگر پهلوی پادشاه
سیران می کرد بهیچ وجه پادشاه بمسخره نظر نمی کرد، جز درآب مسخره عاجز شد گفت ای
شاه عالم درآب چه می بینی که چندین در آن نظر می کنی، گفت قلتبانی را می بینم، گفت بندهٔ
نیز کور نیست، اکنون چون ترا وقتی باشد که محمد در آن نگنجد عجب محمد را آن حالت نباشد
که چو تو گنده بغلی او در نگنجد؟ آخر این قدر حالتی که یافته از برکت وتاثیر اوست زیرا اول
جمله عطاها را بر او می ریزند آنگه از و بدیگران بخش می شود سنت حق چنین است حق تعالی
فرمود که السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته[2] جمله نثار بر تو ریختیم وگفت که وعلی

[1] "ان منکرون کو اس میں حیرانی ہے کہ انہیں میں سے ایک شخص ڈرانے والا ان کے پاس آیا"، (ق، ع ۱)
[2] اے پیغمبر تمہارے اوپر خدا کی سلامتی، اور رحمت اور برکتیں نازل ہوں،

عباد الله الصالحین[1] راه حق سخت مخوف و بسته بود و پُر برف جانبازی او کرد و اسب را راند و راه را بشگافت هر که در این راه رود از هدایت و عنایت او بود چون راه او پیدا کرد و هر جائی نشان نهاد و چوبها ایستاند که این سو برید و آن سو مروید اگر آن سو روید هلاک شوید چنانک قوم عاد و ثمود و اگر این سو روید خلاص بیابید چنانک مومنان،

همه قرآن در بیان اینست که فیه آیات بینات[2] یعنی در این راه نشانها نهاده ایم اگر کسی قصد کند که ازین چوبها چوبی بشکند همه قصد او کنند که راه ما را ویران می کنی و در بند هلاکت ما می کوشی مگر تو رهزنی؟ اکنون پیش محمدؐ ست تا اوّل بر محمدؐ نیاید بر ما نرسد همچنانک چون خواهی جای بروی اوّل رهبری عقل می کند که فلان جائی می باید رفتن مصلحت اینست آنگه چشم پیشوائی کند آنگه اعضاء در حرکت آیند بدین مراتب اگرچه اعضاء را از چشم خبر نیست و چشم را از عقل آدمی اگرچه غافل ست الا ازو دیگران غافل نیستند،

پس کار دنیا را قوی نمی باید گرفتن که بناد اچون در کار دنیا قوی مجد باشی از حقیقت کار غافل شوی رضائی حق باید طلبیدن نه رضای خلق که آن رضا و محبت و شفقت در خلق مستعار است حق نهاده است اگر خواهد هیچ جمعیت و ذوق ندهد بوجود اسباب نعمت و با آن تنعمات همه رنج و محنت شود پس همه اسباب همچون قلمیست در دست قدرت حق، محرک و محرر حقیقت تا او نخواهد قلم نجنبد اکنون تو در قلم نظر می کنی می گوئی این قلم را دستی باید قلم را می بینی دست را یاد می آوری کو آنک می بینی و آنک می گوئی ما ایشان همیشه دست را می بینند می گویند که قلمی نیز می باید بلک از مطالعه خوبی دست پروای مطالعه قلم ندارند و می گویند که چنین دست بی قلم نباشد جائی که ترا از حلاوت مطالعه قلم پروای دست نیست ایشان را از حلاوت مطالعه

---

[1] "خدا کے نیک بندوں پر"، [2] "اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں"، (آل عمران، ع ۱۰)

آن دست چگونه پروای قلم باشد؟ چون ترا در نان جوین حلاوتی هست که یاد نان گندمین نمی کنی ایشان را بوجود نان گندمی یاد نان جوین کی باشد؟ چون ترا بر زمین ذوقی بخشید که آسمان را نمی خواهی که خود محل ذوق آسمان ست و زمین از آسمان حیوٰة دارد اهل آسمان از زمین کی یاد آورد؟ اکنون خوشیها را از اسباب مبین و یقین دان که معانی در اسباب مستعارست که هو الضار والنافع چون ضر و نفع از وست تو بر اسباب چه چسپیده،

خیر الکلام ما قل و دل بهترین سخنها آنست که مفید باشد نه بسیار (قل هو الله احد اگرچه اندک ست بصورت اما بر البقره رجحان دارد از روی افادت، نوحؑ هزار سال دعوت کرد چهل کس باو گرویدند، مصطفیٰؐ را خود زمان دعوت پیداست که چه قدر بود، چندین اقالیم به او ایمان آوردند و چندین اولیا و اوتاد ازو ظاهر شدند، پس اعتبار بسیاری را و اندکی را نیست غرض افادت است، بعضی را شاید که سخن اندک مفید تر باشد از بسیار، چنانک تنوری را چون آتش بغایت باشد از آن منفعت نتوانی گرفتن، و نزدیک نتوانی رفتن، و از چراغی ضعیف فائده گیری، پس مقصود فائده است بعضی را خود مفید آنست که سخن نشنوند، همین بینند و بس باشد، و نافع آن باشد، و اگر سخن بشنود زیانش دارد شیخی از هندوستان قصد بزرگی کرد چون آنجا رسید بر در زاویهٔ شیخ آمد آواز آمد که باز گرد در حق تو نفع این ست که بر این در رسیدے اگر شیخ را ببینی ترا زیان دارد،

سخن اندک و مفید همچنان ست که چراغی افروخته چراغ نا افروخته را بوسه داد و رفت آن در حق او بس است، داو بمقصود رسید، نبی آخر صورت نیست نبی آن عشق است و محبت و باقی آنست همیشه همچنانک ناقهٔ صالح صورتش ناقه است نبی آن عشق و محبت هست و آن جاوید ست،

یکی گفت کہ بر منارہ خدا را تنہا چرا ثنا نمی گویند و محمدؐ را نیز می آورند،

گفتند آخر ثنای محمدؐ ثنای حقست، مثالش چنانک یکی بگوید کہ خدایا پادشاہ را عمرے دراز دہاد، و آنکس را کہ مرا بپادشاہ راہ نمود یا نام پادشاہ را بمن گفت، ثنای او بحقیقت ثنائے پادشاہ بود، این نبی نمی گوید کہ بمن چیزے دہید، من محتاجم، یا جبہ خود را یا مال خود را، او جبہ و مال را چہ کند، می خواہد کہ لباس ترا سبکتر کند تا گرمی آفتاب بتو رسد کہ اقرضوا اللہ قرضاً حسناً[1] مال و جبہ تنہا نمی خواہد بتو بسیار چیزہا دادہ است غیر مال مانند علم و فکر و دانش و نظر یعنی لحظۂ نظر و فکر و تامل و عقل را بمن خرج کن، آخر مال باین آلت بدست آوردۂ، ہم از مرغان و ہم از دام صدقہ می خواہد اگر برہنہ توانی شدن پیش آفتاب فبہا کہ آن آفتاب سیاہ نکند بل سپید کند و اگر نہ باری جامہ را سبکتر کن تا ذوق آفتاب را بینی، مدتی بترشی خو کردۂ بارے شیرینی را بیازما[2]،

فصل

مولانا در خانۂ امیر پروانہ سخن می فرمود امیر گفت ای مولانا اصل متابعت است؟

فرمود اما نہ این متابعت کہ خلقان فہم کردہ اند یعنی متابعت آن باشد کہ پادشاہی با داد و دہش عادل، حکیم، کریم بانواع محاسن متصف خزائن و لشکرہای بسیار بہ مملکتی معمور نقل کند، و وارثی کہ ولی عہد او باشد بر تخت بنشیند کہ العلماء ورثۃ الانبیاء[3] و ہمان سیرت داد و دہش و اخلاق او ورزد متابعت این را گویند نہ آن کہ ہر گدائی برخیزد دعوی متابعت کند متابعت دیگرست و مبایعت دیگر،

[1] خدا کو قرض حسنہ دو، (حدید ع ۱) [2] مثنوی، دفتر پنجم، عنوان تعجیل فرمودن پادشاہ ایاز را الخ،

چند گفتی نظم و نثر و راز فاش — خواجہ یک روز امتحان کن گنگ باش

فصل

"من بکلی عدم محضم وہیچم" تواضع در اینجا بیشتر است، اینست که مردم فهم نمی کنند، این که مردی بندگی کند حسبةً لله آخر بندگی او درمیان است اگرچه برای خداست خود را می بیند و خدارا می بیند او غرق آب نباشد غرق اوست که در او هیچ جنبشی و فعلی نماند اما جنبشهای او جنبش آب باشد، شیرے آهوے را در پی کرد آهو از وی می گریخت تا می گریخت دو هستی بود یکی هستی شیر و یکے هستی آهو اما چون شیر بر آهو رسید آهو در زیر پنجهٔ او قهر شد و از هیبت شیر بے هوش و در پیش شیر اُفتاد، این ساعت هستی شیر بماند، او محو شد و نماند، استغراق این باشد که حق تعالیٰ اولیاءُ را غیر آن خوف که خلقی می ترسند از شیر و پلنگ و از ظالم حق تعالیٰ او را از خود خائف گرداند و بر او کشف گرداند که خوف از حقست و امن از حقست و عیش و طرب از حقست،

فصل

سراج الدین گفت مسئله گفتم اندرون من درد کرد فرمود که آن موکلیست نمی گذارد که آنرا بگوئی اگرچه آن موکل را محسوس نمی بینی ولیکن چون شوقے و خطے وا لے بینی دانی که موکل هست، در آبے میروی، نرمی گلها بتو میرسد، و چون طرفی دیگر می روی خارها در تو می خلد، معلوم شود که آن طرف خارستان ست و ناخوشی و رنج ست، و این طرف گلستان فراخ است و راحت ست، اگرچه هر دو را نمی بینی این را وجدانی گویند از محسوس ظاهر ترست مثلاً گرسنگی و تشنگی، و غضب و شادی جمله محسوس نیستند اما از محسوس ظاهر ترانند زیرا که اگر چشم را فراز کنی محسوس را نبینی اما دفع گرسنگی بهیچ حیله نتوانی کردن و همچنین گرمی در غذاهای

گرم و سرد ی و شیرینی و تلخی در طعامها نا محسوس اند اما از محسوس ظاهر تر اند آخر تو
بدین تن چه نظر می کنی ترا با این چه تعلق است تو قائمی بی این و همواره بی اینی اگر شب است
پروای تن نداری و اگر روز است مشغولی بکارها هرگز با این نیستی اکنون چه می لرزی بر این
تن چون یک ساعت با وی نیستی جاهای دیگری، تو کجا و تن کجا دانا فی وادو انت فی واد
این تن مغلطهٔ عظیمست چشم بندارد که تن مرد او نیز مرد، هی تو چه تعلق داری با تن ؟
این چشم بندیٔ عظیمست، ساحران فرعون چون ذره واقف شدند تن را فدا کردند و خود را
دیدند که قائم اند بی این تن و تن با ایشان هیچ تعلقی ندارد و همچنین ابراهیمؑ و اسمٰعیلؑ و انبیاء
و اولیا چون واقف شدند، از بود و نبود او فارغ شدند، حجاج بنگ خورده بود و سر بر در نهاد
بانگ می زد که در را مجنبانید تا سرم نیفتد پنداشته بود که سرش از بدن جداست
و بواسطهٔ در قائمست، احوال ما و خلق همچنین است پندارند که به بدن تعلق دارند یا
قایم به بدن اند،

فصل

خلق آدم علی صورته[1] آدمیان همه مظهر می طلبند بسیار زنان باشند که مستور
اما روی خود باز کنند تا مطلوب خود را بیازمایند چنانک تو استره را بیازمائی، عاشق بمعشوق
می گوید من نخفتم و نخوردم و چنین شدم و چنان شدم بی تو معنیش این باشد که تو مظهر می طلبی
مظهر تو منم تا معشوق معشوقی کند و معشوق را مظهر عشق خود و حسن خود کند و همچنین علماء
و هنرمندان جمله مظهر می طلبند، کنت کنزاً مخفیاً فاجببت ان اعرف[2]،

---

[1] حاشیه گذر چکا، [2] حاشیه گذر چکا،

خلق آدم علی صورتہ ای علی صورۃ احکامہ، احکام او در ہمہ خلق پیدا شود زیرا کہ ہمہ ظل حقند و سایہ بشخص ماند اگر پنج انگشت باز شود سایہ نیز باز شود، و اگر در رکوع رود سایہ ہم در رکوع رود، و اگر دراز شود سایہ ہم دراز شود پس خلق طالب مطلوبی و محبوبی اند خواہند تا ہمہ محب ایشان باشند و خاضع و با اعدا اعدا و با اولیا اولیا، این ہمہ احکام و صفات حقست کہ در ظل می نماید غایت ما فی الباب این ظل ما از ما بی خبرست اما ما با خبریم ولیکن نسبت بعلم خدا این خبر ہا حکم بی خبری دارد ہر چہ در شخص باشد ہمہ در ظل ننماید جز بعضی چیز ہا پس جملہ صفات حق در ظل ما ننماید کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا[1]،

فصل

ہر علمی کہ آن بتحصیل و کسب در دنیا حاصل شود آن علم ابدان ست و آن علم کہ بعد از مرگ حاصل شود آن علم ادیان ست، دانستن علم انا الحق علم ابدان ست، انا الحق شدن علم ادیان ست، نور چراغ را و آتش را دیدن علم ابدان ست و سوختن در آتش علم ادیان ست، ہر چہ آن دیدہ است علم ابدان ست، ہر چہ آن شدہ است علم ادیان ست، محقق دیدست و دیدنست و باقی ہمہ علمہا علم خیال ست، مثلاً مہندس فکر کرد و عمارت مدرسہ را خیال کرد، ہر چند کہ آن فکر راست و صواب است اما خیالست حقیقت وقتی گردد کہ مدرسہ را تمام بر آورد اکنون از خیال تا خیال فرقہاست خیال ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ بالای خیال صحابہؓ باشد چنانک مہندس دانا خیال بنیاد خانہ کرد و غیر مہندس ہم خیال کرد فرق عظیم باشد زیرا خیال مہندس

[1] "ہم نے تم کو بہت ہی تھوڑا علم دیا ہے" (بنی اسرائیل، ع ۱۰)

بحقیقت نزدیک است،

ہمچنین آن طرف در عالم حقایق و دیدار و دید تا دید فرقہاست ما لا نہایۃ، پس آنچہ می گویند ہفت صد پردہ است از ظلمات و ہفت صد از نور ہرچہ عالم خیال ست ظلمات ست وآنچہ حقایق است پردہای نورست اما میان پردہای ظلمت کہ خیال ست ہیچ نتوان فرق کردن و در نظر آوردن از غایت لطف خیال، با وجود چنین فرق شگرف در حقایق نیز نتوان فرق فہم کردن،

فصل

اہل دوزخ در دوزخ خوشتر باشند کہ اندر دنیا زیرا کہ در دوزخ از حق باخبر باشند و در دنیا بی خبر اند از حق وچیزی از خبر حق شیرین تر نباشد پس آنکہ دنیا را آرزو می برند برای آنست کہ عملی کنند تا از مظہر لطف باخبر شوند نہ آن کہ دنیا خوشتر است از دوزخ ومنافق را در درک اسفل از آن کنند کہ ایمان بر و آمد کفر او قوی بود عمل نکرد او را عذاب سخت تر باشد تا از حق خبر یابد اما کافر را ایمان بر او نیامد کفر او ضعیف است بکمتر عذابی باخبر شود ہمچنانک میرزے کہ بر او گرد باشد و گلیمی کہ بر او گرد باشد میرز را یک کس بیفشاند اما قالی را چہار کس باید تا سخت بیفشانند تا گرد ازو برود، وآنچہ دوزخیان می گویند افیضوا علینا مما رزقکم اللہ[1]، حاشاک طعامہا و شرابہا خواہند یعنی از آن چیز کہ شما یافتید و بر شما می تابد بر ما نیز فیض کنید،

قرآن ہمچو عروسیست با آنکہ چادر او کشی او روی بتو ننماید آنک آنرا بحث می کنی و ترا

[1] حاشیہ گذر چکا،

ذوقی و کشفی نمی شود آنست کہ چادر کشیدی ترا رد کرد و با تو مکر کرد و خود را بتو زشت نمود
یعنی من آن شاہد نیستم او قادر است خود را بہر صورت کہ خواہد بنماید، اما اگر چادر نہ کشتی و رضائے
او طلبی و بروی کشت او را آب دہی از دور خدمتہای او کنی بسیار و در آنچہ رضائے
اوست در آن کوشی بے آنکہ چادر بو کشتی بتو روے بنماید اہل حق را طلبی کہ فادخلی فے
عبادی وادخلی جنتی[1]،

حق تعالیٰ بہر کس سخن نگوید ہمچنانک پادشاہانِ دنیا بہر جولاہہ سخن نگویند وزیرے و
نائبے نصب کردہ اند تا رہ بپادشاہان از ایشان ببرند حق تعالیٰ ہم بندہ را گزیدہ تا ہر کہ
حق طلب کند در او باشد و ہم انبیاءؑ برای این آمدہ اند کہ رہبران جز ایشان نیستند،

فصل

سئل عیسیٰ علیہ السلام یا روح اللہ ای شیء اعظم واصعب فی الدنیا والآخرۃ
قال غضب اللہ قالوا وما ینجی عن ذالک، قال ان تکسر غضبک بکظم غیظک[2]
طریق آن بود چون نفس خواہد کہ شکایت کند خلاف او کند و شکر گوید و مبالغہ کند چندانی کہ در
اندرون خود محبت او حاصل کند زیرا کہ شکر گفتن بدروغ از خدا محبت جستن است،

[1] "میرے بندوں میں داخل ہو، اور پھر میری جنت میں داخل ہو جا"، (فجر)

[2] مثنوی دفتر ۴، عنوان، سوال کردن شخصے از عیسیٰ علیہ السلام الخ

گفت عیسیٰؑ را یکے ہشیار سر — چیست در ہستی زجملہ صعب تر
گفت اے جان صعب تر خشم خدا — کز ہمان دوزخ ہمی لرزد چو ما
گفت از آن خشم خدا چہ بود امان — گفت کظم خشم خویش اندر جہان

چنین می فرماید مولانای بزرگ قدس اللہ سرہٗ که الشکایة عن الخلق شکایة عن الخالق فرمود دشمنی و غیظ و غیبت تو بر تو پنهان ست همچون آتش چون دیدی که ستاره جست آنرا بکش تا بعدم باز رود از آنجا که آمده است و اگر مدد کنی بجبریت جوابی و نفت مجازاتی ره یابد واز عدم دگر روان شود دشوار توان آنرا بعدم باز فرستادن اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ[1] تا قهر عدو کرده باشی از دو وجه یکی آنکه عدو گوشت و پوست او نیست اندیشهٔ وسیت چون درفع شد از تو بسیاری شکر هر آئینه از و نیز درفع شود یکی طبعاً الانسان عبید الاحسان و دوم چون فائده نه بیند چنانک کودکان یکی را بنده می خوانند او دشنام می دهد ایشان را رغبت زیادت می شود که سخن ما عمل کرد و اگر تغیر نه بینند و فائده نه بینند میلشان نماند، دوم آنک چو این صفت عفو در تو پیدا آید معلوم شود که مذمت و در عنت کرد دیده است او ترا چنانک تو ئی نه دیده است و معلوم شود که مذموم او ست نه تو، و هیچ حجتی خصم را خجل تر از آن نکند که دروغ او ظاهر شود پس تو بستایش در شکر او را زهر میدهی زیرا که اظهار نقصان تو می کند تو کمال خود ظاهر کردی که محبوب حق که والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین[2] محبوب حق ناقص نباشد چندان کش بستائی که یاران او بگمان افتند که مگر با ما بنفاقست که با اوش چندان اتفاقست ،

برکن برفق سلطنتشان گرچه سلطنند بشکن بحلم گردنشان گرچه گردنند

وفقنا اللہ بهذا ،

---

[1] اس کو بہتر طریقے سے دور کرو“ (حم، سجدہ ، ع ۵)

[2] ”لوگوں کی خطاؤں سے درگذر کرنے والے اور خدا نیک کاروں کو دوست رکھتا ہے“ (آل عمران ، ع ۱۴) ،

فصل

میان بنده و حق حجاب همین دوست و باقی حجب ازین ظاهر می شوند و آن صحت ست و مال آنکس که تن تندرستست می گوید خدا کو من نمی دانم و نمی بینم و همین که رنجش پیدا شود آغاز می کند یا الله یا الله، و با حق همراز و هم سخن می گردد پس دیدی که آن صحت حجاب او بود و حق زیر آن درد پنهان بود، چندانک آدمی را مال و نوال هست اسباب مرادات مهیا می کند و شب و روز بآن مشغول است همین که بی نوائیش رو نمود، نفس ضعیف گشت و گرد حق گردد،

من بنده مستی و تهی دستئ تو   مستی و تهی دستیت آور دیمن

حق تعالی فرعون را چهارصد سال عمر و مملکت و پادشاهی و کام روائی داد آن جمله حجاب بود که او را از حضرت حق دور می داشت یک روزش بے مرادی و دردسر نداد تا مبادا که حق را یاد کند گفت تو بمراد خود مشغول می باش و مرا یاد مکن ؎

از مملکت سیر شد سلیمان   وایوب نگشت از بلا سیر

فصل

فرمود اینکه می گویند که در نفس آدمی شرے هست که در حیوانات و سباع نیست، نه از آن روست که آدمی از ایشان بدترست از آن روست که خوے بد و شر نفس و شومیهائے که در آدمی ست بر حسب گوهر خفیست که در اوست که این اخلاق و شومیها و شر حجاب آن گوهر شده اند چندانک گوهر نفیس تر و عظیم تر و شریف تر حجاب او بیشتر، پس شومی

وشرو اخلاق بد آدمی سبب حجاب آن گوهر بوده است و رفع این حجب ممکن نشود الا
بمجاهدات بسیار و مجاهدها بانواعست و اعظم مجاهدات آمیختن ست با یارانی که روی بحق
آورده اند و ازین عالم اعراض کرده اند هیچ مجاهده سخت تر از آن نیست که با یاران صالح
نشیند که دیدن ایشان گدازش و فنائی آن نفس است، و ازین ست که می گویند چون
مار چهل سال آدمی نه بیند اژدها شود یعنی کس را نمی بیند که سبب گدازش شرو شومی او شود
هر جا که قفل بزرگتر نهند دال بر آن ست که آنجا چیزی نفیس و ثمین هست و این که هر جا
حجاب بزرگتر گوهر بهتر چنانک مار بر سر گنج ست تو زشتی مار را مبین او نقاب ست
استن گنج را ببین،

اقتضای کمال میل غیرست بوی و همواره میل بکمال خود بود نه بنقصان کمال الله
کمال هستیهاست و تجویز نقصان بروی سبب کمال و مصالح عالم و لطالت جهان ست
و تجویز عدم البطال العالم مزه را تصور میکنی و کیفیت و حدود و می طلبی مزه می برو دیس
تو کیفیت و تصور فعل الله کنی و تصور الله کنی ندانی که مزه ات حاصل نشود و هرگز آن
صورت و آن خیال الله نباشد یعنی طالب و عاشق ما می باش و ترک تخیل و تصور
و حدود و کیفیت و اعراض کن عبه الله تا ترا کمال حاصل شود و سر و پای تو که در د
می کند چون کف وان که از سر دیگ بیرون میرود زجوشش عشق با دیگر یک تا از خودی خبر
نشوی از ما با خبر نشوی در هر صفتی از صفات الله تا صفات از حیات و غیر وی و یا فقاهت
و نحوی منشرحی و خلافی روشنی و اشتقاق تازی طلبی یروجهی که اصل آن نکته ترا روشن
باشد چون در شرح و استکشاف آن روز بگزرانی و سالها در آن باشی بهیچ ترتیب جهان
نپردازی بوی مشک آن حالت خوش همه جهان رود و همه کس ترا با قدر و با شرف دانند

و در آن یک کلمہ جویای الہ باشی و با ذوق باشی و با ہمہ انواع علوم در آن لحظہ با الہ باشی کہ ہر کدام را در آن لحظہ یاد کنی مدار مسئلہ و غیر دی،

ترا آن تیزی و زیرکی در آن حالت پدید آید کہ ہمہ کلمہا یکیست و ہمہ رنگ رنگ روح وارد اگر در آن یک کلمہ بی الہ و بی ذوق باشی در ہمہ انواع علوم در آن حالت بے ذوق باشی ذوق و غلبہ و اکرام آن ست کہ خلق خود را بدان رنج رسانی و بدان صفت و حالت کنی کہ روحہای دیگر را بر باید از حالت ایشان و آن کنار و آن بادہای پریشان فراموش شود و ناپدید شود در آن روشنی حالت چنانک ستارگان در روشنائی چراغ روز، لاجرم آن روشنائی تو ایشان را بنماید گویند زہے دانا و زیرک اکنون شتاب مکن و عمر بدین کوتہی را در چند کلمہ بپایان بر و رنجہا و کتاب علمہا ترا شود، گر نہ آئیم ہیچ می توانی حق را تہدیدے کنی از نا آمدن خود ؟ اگر بیائی بجہت خود می آئی،

بسم اللہ الرحمن الرحیم قولہ تعالیٰ انا فتحنا لک فتحا مبینا[1]. فروشمرد نعمتہا و وعدہا بر مصطفیٰ علیہ السلام اول آنک درسے کہ می کوبی باز کردم کہ دعاہاے تو پیش ما مستجاب است، دوم لیغفر لک اللہ مغفرت آمرزش کہ نشانہای دوستیست کہ ہر کرا دوستداری گناہ او ترا گناہ نماید، و عیب او ترا عیب نماید این ست سر مغفرت، سیم ویتم نعمتہ تمامی نعمت بیان خصوصیت اوست زیرا دلیل کند کہ بعضی نعمتہا تمام یافتہ اند پس او از ایشان خاصتر باشد و راہ یافتہ تر و بحقیقت حق رسیدہ تر و بحق قائم تر چہارم وینصرک اللہ نصرا عزیزا، دلیل سلطنت و ولایت کند و این ولایت کدامست

[1] اے پیغمبر، ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح عنایت کی،، (فتح، ع ۱)

قوت نظرست که همه چیز را از حق بیند چنانک ابراهیمؑ قدم در آتش نهاد، و چون موسیٰؑ قدم بر دریا نهاد و چون سلیمانؑ حکم بر آفتاب کند و چون نوحؑ حکم بر طوفان کند و چون داؤدؑ آهن خمیر کردن گیرد و کوه را منقّی ساختن گیرد و چون عیسیٰؑ بر ارواح حیوانی حکم کردن گیرد و چون محمدؐ طبقات سموات را لمعراج دویدن گیرد و گذشتن و امثال این را تسخیر نیست چون همه را مامور و بندهٔ حق دانستند و امر کلی حق دیدند همه مسخر ایشان بودند و ایشان مسخر حق و قوله تعالیٰ لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبک وما تأخر،

ابن عطاء گوید چون مصطفیٰ علیه السلام در معراج بدرخت سدرة المنتهیٰ رسید که بالای عشست و مقام و آشیانهٔ جبرئیل است و از آنجاش بگزرانید جبرئیل که همراه او بود، قدم باز کشید گفت یا اخی جبرئیل مرا رها کردی درین موضع باهیبت تنها حق تعالیٰ عتاب فرمود و ندا آمد که درین دو سه گام با او چنین الفت گرفتی مراد ازین گناه که لیغفر لک الله آن گناهست یعنی از تو آن الفت را پاک کردیم، و از غیر مستغنی کردیم،

ابن عطا می گوید انبیاء و اولیا را بگناه مبتلا کرد تا بحضرت نالیدند آنکه ایشان را بیامرزید اما مصطفیٰؐ را (علیه السلام) بعطای عنایت ازان حالت مستور داشت که لابه کند و برای گناهی کرده بلک پیشین و پسین را عفو کرد نام نابرده که آن گناه چیست غرض ازین مرتبه محبت است بالای دیگران بود، ابن عطاء گفت که بخشیدیم بتو گناه مقدم را یعنی زلت آدم را و ما تاخر یعنی گناهان امت را که امید بتو دارند که رهبر ایشانی معفو و آنست که اولیان و اخریان را وصول نیست الا بتو،

و گویند استغفار پیغامبر علیه السلام در هوشیاری بود و از حالت مستی و بعضی گویند بلک در حالت مستی استغفار کرد از حالت هشیاری و بعضی گویند در هر دو حالت مستغفر

بود زیرا که نظر او بر حق بود و سکر و صحو نسبت با بندگان ست که قابل تلونند نسبت بحضرت نه سکرست و نه صحو، پس چون ناظر حق بود از هر دو مستغفر بود در قبضهٔ او بودی و شرح را لوح و قلم نتواند کردن مگر آن لوح که صفت خداست نامش لوح ست و در حقیقت صفتیست بی نهایت،

خلق را زیر گنبد دوار   چشمها در دو دیدنی بسیار

مگر عنایت در رسد و کل عسیر عند الله یسیر این چندین خبر ها که دیدیم اگر بوقت طفولیت بما گفتندے امکان فهم کردن نبودے

رضیت بما قسم الله لی   وفوضت امری الی خالقی

لقد احسن الله فیما مضی   کذلک یحسن فیما بقی

این چندین هزار چیزها که نمود از آثار پاکان شکر آن می گذاریم که شکر سبب مزیدست انشاء الله تعالی ویتم نعمته علیک تمام نعمت ملک محبت است اوّل توفیق طلب محبت محب بودی محبوب شدی تابع رسل بودی متبوع شدی محتاج بودی بمعراج شدی، از سیاه و سپید خلاص یافتی، سلطان سیاه و سپید شدی، ذاکر بودی مذکور شدی، بر منارها و محرابها و سکها،

قوله تعالی، ویهدیک صراطاً مستقیما یعنی آن راه که بحق رساند وینصرک الله نصراً عزیزاً هم بر شیاطین جن و وسواس منصور شدی و هم بر شیاطین انس که کفارند نصراً عزیزاً چنان منصوری که خوف باشد از زوال دولت قوله تعالی وانزل السکینة، سکینه آن بود که از و بصیرت ظاهر شود سکینه آن بود که آن چه ندارد از اسباب چنان داند که دارد از غایت اعتماد، بعضے گویند سکینه آن باشد که چنانک ظاهر چیزها فرق

می کند باطن چیزها را فرق کند قوله تعالیٰ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِیۡمَانًا یعنی در ویشان نور ایمان روز بروز بیفزاید همچون ماه وَلِلّٰہِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ، جنود سموات ملائکه اند و از آن زمین غازیان و مجاهدان نفس، بعضی گویند لشکرهای آسمان دلها اند و از آن زمین قالبها اند بعضی گویند شیاطین هم لشکر اوست خواهد آنرا غالب کند خواهد این را،

وقوله تعالیٰ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا گواه توحید بقول وفعل وبحال شاهد بقوله وشاهد بفعله وشاهد بحاله وَمُبَشِّرًا یعنی بآمرزش وَنَذِیۡرًا ترسانده از بدعت وضلالت بدستوری حق بشیرست ونذیر نه بهوای خود وقوله تعالیٰ لِتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ، تاراست گوراراست گو دانند، وَتُعَزِّرُوۡہُ آنرا من گرامی وحرمت داشتم شما هم حرمت دارید هم بخدمت هم بزبان با خلق صفت کردن بندگی او وقوله تعالیٰ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ آنها که با تو دست پیمان می گیرند با خدا دست پیمان می گیرند یعنی بشریت در تو عاریتی است واسطه عاریتی را بی واسطه باید دیدن وقوله تعالیٰ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ یعنی در این بیعت منت خدای راست برایشان نه ایشان را بر خدای، بعضی گویند بیعت ایشان وقوت ایشان زیر قوت حق ست اگر در کارشان نیاورده در کار نیاورندے که لاحول ولاقوة،

وقوله تعالیٰ وَلَوۡلَا رِجَالٌ مُّؤۡمِنُوۡنَ، سهیل گفت رضی اللہ عنہ مومن براستی آن کس است که از نفس ودل خود غافل نیست وجست وجو می کند، احوال خود را که فلان وقت چه کردم وچون شدم وچون تغیرے بیند زاری کند چنانک بلای بر زمین بیاید از ماه گرفتن وآفتاب گرفتن وزلزله زمین ومیغ وباران وغوغای ملخ وو باد وغیر آن

اہل زمین حقیقت دانند کہ آن ازگناہ ایشان ست بزاری آیند و مومن نیز چون نوریقین را کم بیند و آب چشم را خشک بیند و بای دل بیند کہ اوقات او مردہ است در زاری آید، بلک آن بلاہای دنیا نشان فراق حق نیست و این تغیرات و بلاہا در دل نشان فراق حقست، پس در نقصان زیادت بیند و در زیادت نقصان بیند چنانک دیگران از نقصان دنیا ترسان باشند او از زیادت دنیا ترسان باشد و از اندک تغیر دل و نفرت دل از طاعت و بے فائدہ دیدن طاعت ترسان باشد زیرا کہ اندک بسیار را بکشد،

قولہ تعالی اذجعل الذین کفروا فی قلوبہم الحمیۃ یعنی متابعت نفس کنند در آزار مومنان از حدِ ایمان ایشان کہ مارا منغص می کنند عیش خویش و مارا یاد می دہند از عاقبت و بدانند کہ ایشان منغص نمی کنند عیش را بلک می خواہند کہ این عیش را با عیش پیوستہ دایم پیوند انند چنانک شخصے از کسے جاہل گندم بستاند بستم و بکارد از بہر او تا منقطع نشود قوت او، او فریاد می کند کہ چہ ظلم ست، ؟

فرمود کہ انگشتری آہنی کہ درو ی نام بادشاہ را نقش کردہ بودند با انگشتری زرین سادہ گفت کہ ترا چنین نقش ہا است ؟ گفت نی، گفت پس من بہتر از تو باشم، انگشتریِ زرین گفت کہ نام تو چیست ؟ گفت آہن، گفت آن نقش ترا از آہنی رہانید ؟ گفت نے، گفت مرا این بی نقشے از ذات زری معزول کرد، ؟ گفت نے، گفت، پس بنشین و تو تصور

می کن کہ نقد کراست وغبن باکیست، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب،

ومن کلامہ، اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیہ، وبقلۃ الطعام وقلۃ المنام وقلۃ الکلام وھجرۃ من المعاصی والاثام وترک الشھوات علی الدوام واحتمال الجفاء من جمیع الانام والمواظبۃ علی الصیام ودوام القیام وترک المجالسۃ بالسفھاء اللیام من العوام ومصاحبۃ الصالحین والکرام، اخوانی احفظوا منی ھذہ الوصیۃ لاتکونوا فی قید دولۃ وفضیلۃ ولکن کونوا فی قید ان یفتح اللہ قلوبکم،[1]

[1] یہ عربی عبارت قسطنطنیہ کے نسخون مین غایب ہے،

Borrower's No	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date

Borrower's No	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date

Borrower's No	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date

Borrower's No	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date